منازلِ آخرۃ

مرنے کے بعد کیا ہوگا؟

مولفہ

المحدث البارع العالم العامل الشیخ عباس القمی النجفی اعلی اللہ مقامہ

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

منازلِ آخرۃ

یعنی

مرنے کے بعد کیا ہوگا؟

تصنیف

علامہ الشیخ محمد عبّاس قمی علیہ الرحمۃ

مترجم

عمدۃ الواعظین مولانا غلام حسین منظر سلطان الافاضل

ناشر:

عبّاسؑ بک ایجنسی

درگاہ حضرت عباسؑ، رستم نگر، لکھنؤ ۳

نام کتاب :۔۔ ۔۔ ۔ منازلِ آخرۃ (مرنے کے بعد کیا ہوگا؟)
مصنف :۔۔ ۔۔ ۔ علامہ شیخ عباس قمی علیہ الرحمہ
مترجم :۔ ۔۔ ۔۔ مولانا غلام حسین مظہرؔ سلطان الافاضل
کتابت :۔۔ ۔۔ شکیل احمد، 'ادبستان' دین دیال روڈ، لکھنؤ ۳
سنہ طباعت :۔۔ ۔ جنوری ۱۹۹۵ء
طباعت :۔ ۔۔ ۔۔ اے، بی، سی۔ آفسیٹ پریس، دہلی
تعداد :۔۔ ۔۔ ۔ ایک ہزار (۱۰۰۰)
سرورق :۔۔ ۔۔ ۔ عباس حسنین
قیمت :۔۔ ۔۔ تینتیس روپئے (۳۳)
ناشر :۔۔ ۔۔ ۔۔ عباسؑ بک ایجنسی، درگاہ حضرت عباسؑ، لکھنؤ ۳

ملنے کا پتہ

عباسؑ بک ایجنسی
درگاہ حضرت عباسؑ، رستم نگر، لکھنؤ

عرضِ ناشر

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

"تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا ایسا گھر ہے کہ اس کے (عواقب سے) بچاؤ کا سامان اسی میں رہ کر کیا جا سکتا ہے اور کسی ایسے کام سے جو صرف اسی دنیا کی خاطر کیا جائے، نجات نہیں مل سکتی۔ لوگ اس دنیا میں آزمائش میں ڈالے گئے ہیں۔ لوگوں نے اس دنیا سے جو دنیا کے لیے حاصل کیا ہوگا، اس سے الگ کر دیے جائیں گے اور اس پر ان سے حساب لیا جائے گا۔۔۔۔۔ دنیا عقل مندوں کے نزدیک ایک بڑھتا ہوا سایہ ہے۔" (نہج البلاغہ خطبہ ۶۱)

پھر فرمایا:

"اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور موت سے پہلے اپنے اعمال کا ذخیرہ فراہم کر لو اور دنیا کی فانی چیزیں دے کر باقی رہنے والی چیزیں خرید لو۔۔۔۔ اور موت کے لیے آمادہ ہو جاؤ کہ وہ تمھارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔۔۔۔ اللہ نے تمھیں بے کار پیدا نہیں کیا نہ اس نے تمھیں بے قید و بند چھوڑ دیا ہے۔ موت تمھاری راہ میں حائل ہے، اس کے آتے ہی تمھارے لیے جنت یا دوزخ ہے۔ وہ مدتِ حیات جسے ہر گزرنے والا لحظہ کم کر رہا ہو اور ہر ساعت اس کی عمارت کو ڈھا رہی ہو، کم ہی سمجھی جانے کے لائق ہے۔ اور وہ مسافر جسے ہر نیا دن اور ہر نئی رات کھینچے لیے جا رہے ہوں، اس کا منزل تک پہنچنا جلد ہی سمجھنا

چاہیے اور وہ عازم سفر ہے جس کے سامنے ہمیشہ کامرانی یا ناکامی کا سوال ہے۔ اس کو اچھے سے اچھا زاد مہیا کرنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اس دنیا میں رہتے ہوئے اس سے اتنا توشۂ آخرت لے لو جس کے ذریعہ کل اپنے نفسوں کو بچا سکو۔ جس کی صورت یہ ہے کہ بندہ اپنے اللہ سے ڈرے، اپنے نفس کے ساتھ خیر خواہی کرے (مرنے سے پہلے) توبہ کرے، اپنی خواہشوں پر قابو رکھے۔ چونکہ موت اس کی نگاہوں سے اوجھل ہے اور امیدیں فریب دینے والی ہیں اور شیطان اس پر چھایا ہوا ہے جو گناہوں کو سجا کر اس کے سامنے لاتا ہے .... یہاں تک کہ موت اس پر اچانک ٹوٹ پڑتی ہے ...“ (نہج البلاغہ خطبہ ۶۲)

ایک مقام پہ فرمایا:

”(دنیا میں) چار طرح کے لوگ ہیں۔ کچھ وہ ہیں جنھیں مفسدہ انگیزی سے مانع صرف ان کے نفس کا بے وقعت ہونا، ان کی دھار کا کند ہونا اور ان کے پاس مال کا کم ہونا ہے۔ کچھ لوگ وہ ہیں جو .... اعلانیہ شر پھیلا رہے ہیں .... کچھ صرف مال بٹورنے .... یا منبر پر بلند ہونے کے لیے انھوں نے اپنے نفسوں کو وقف کر دیا ہے اور دین کو تباہ و برباد کر ڈالا ہے۔ کتنا ہی برا سودا ہے کہ تم دنیا کو اپنے نفس کی قیمت اور اللہ کے یہاں کی نعمتوں کا بدل قرار دے لو، اور کچھ لوگ وہ ہیں جو آخرت والے کاموں سے دنیا طلبی کرتے ہیں اور یہ نہیں کرتے کہ دنیا کے کاموں سے بھی آخرت کا بنانا مقصود رکھیں ... یہ لوگ اللہ کی پردہ پوشی سے فائدہ اٹھا کر اس کا گناہ کرتے ہیں ...“ (نہج البلاغہ خطبہ ۳۲)

اور فرمایا:

”اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے والوں کے لیے بہترین وسیلہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا ہے اور اس کی راہ میں جہاد کرنا کہ وہ اسلام کی سربلند چوٹی ہے اور کلمۂ توحید کہ وہ فطرت (کی آواز) ہے اور نماز کی پابندی کہ وہ عین دین ہے اور زکواۃ ادا کرنا کہ وہ فرض واجب ہے اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا کہ وہ عذاب کی سپر ہیں اور خانۂ کعبہ کا حج و عمرہ بجالانا کہ وہ فقر کو دور کرتے ہیں اور گناہوں کو دھو دیتے ہیں اور عزیزوں سے حسنِ سلوک کرنا کہ وہ مال کی فراوانی اور عمر کی درازی کا سبب ہے اور مخفی طور پر خیرات کرنا کہ وہ گناہوں کا کفارہ ہے اور وہ بری موت سے بچاتا ہے ....“ (خطبہ ۱۱۰)

موت کے بارے میں فرمایا:

”خدا کی قسم وہ چیز جو سراسر حقیقت ہے، ہنسی کھیل نہیں سرتاپا حق ہے، وہ صرف موت ہے۔“ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۰۸)

موت کے بعد کیا ہوگا؟ علامہ شیخ محمد عباس قمی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب منازل آخرہ میں اس اہم مسئلہ پر قرآن و احادیث کی روشنی میں بڑی عالمانہ بحث کی ہے اور حشر و نشر کے امور کو اجاگر کیا ہے۔

چونکہ اس کتاب کا مطالعہ تمام حق پرست مومنوں کے لیے ضروری اور مشعلِ راہ ہے اس لیے ہم عباسؑ بک ایجنسی کے ذریعہ اسے شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں تاکہ مومنین و مومنات اس سے استفادہ کر سکیں اور اس کی روشنی میں اپنے نیک و صالح اعمال کے ذریعہ منازلِ آخرہ کے لیے سامانِ آخرت فراہم کر سکیں۔

خادمِ ملّت
سیّد علی عبّاس طباطبائی
عباسؑ بک ایجنسی، درگاہ حضرت عباسؑ، رستم نگر، لکھنؤ ۳

فہرست منازلِ آخرۃ

مقدمہ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ۔ الحمد للہ رب العالمین.
والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسّلام علیٰ سید الانبیاءؑ وخاتم النبیین وعلیٰ اھل بیتہ الطیّبین الطّاھرین المعصومین. اما بعد فقد قال سبحانہٗ وتعالیٰ فی القراٰن المجید اعوذ باللہِ من الشیطٰن الرّجیمِ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝

جیساکہ مذکورہ آیۂ کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ اس عالم کون ومکاں کی کوئی چیز عبث اور بیکار نہیں ہے انسان اپنے گردونواح کی اشیاء اور گردش لیل ونہار پر غور کرے تو اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اس عالم ممکنات کا ذرّہ ذرّہ حکمت ومصلحت سے خالی نہیں۔ انسان کا ایک بال بھی بغیر مصلحت کے پیدا نہیں کیا گیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مفضل سے فرمایا کہ بعض جہلاء یہ کہتے ہیں کہ اگر فلاں عضو پر بال نہ ہوتے تو بہتر تھا وہ یہ نہیں جانتے کہ وہ جگہ مجمع کثافات ہے اور اس جگہ سے رطوبات کا اخراج ہوتا ہے اگر زائد مواد اور کثافتیں بالوں کی صورت میں رفع نہ ہوتیں تو انسان مریض ہو جاتا۔ اسی لیے

شریعت مطہرہ کا حکم ہے کہ ان کو جلدی جلدی صاف کیا کرو۔ اسی طرح انسان کے رگ وپے، دندان، ناخن بغیر حکمت ومصلحت پروردگار عالم کے پیدا نہیں ہوتے. اگر ان میں سے ایک بھی مفقود ہو تو انسان ناقص کہلاتا ہے۔ ان تمام چیزوں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اس عالم کو خلعت وجود پہنانے والا صاحب حکمت ہے اور کائنات کی کوئی چیز حکمت سے خالی نہیں۔

اسی طرح ایجاد انسان بھی عبث نہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا انسان کے پیدا کرنے کی غرض یہ مادی زندگی ہی ہے اور اس کے بعد وہ نیست ونابود ہو جائے گا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اگر غور کیا جائے تو کوئی انسان اس دنیا میں آسودہ حال نہیں ہے اور نہ ہی کسی کو سکون حاصل ہے. طرح طرح کی تکالیف، مصائب و آلام، بیماریوں، فتنوں، غصبِ اموال اور دوستوں وعزیزوں کی اموات کے مصائب کو برداشت کرتا ہے۔

دل بے غم در این عالم نباشد
اگر باشد بنی آدم نباشد

(ترجمہ: اس عالم میں کوئی بھی دل غم سے خالی نہیں ہوگا اور اگر ہوگا بھی تو وہ آدم کی اولاد سے نہیں ہوگا۔)

اگر ان مادی وسائل کو ہی غرض خلقت انسانی تسلیم کر لیا جائے جو کہ مصائب و آلام سے پُر ہے تو یہ حکمت وکرم اور صفات کمالیہ الٰہیہ کے منافی ہوگا اور اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کوئی سخی کسی شخص کو مہمانی پہ بلائے اور اس کے لیے ایک ایسا مکان مہیا کرے جس میں انواع واقسام کے درندے موجود ہوں، پھر اس کمرے میں اس کے لیے چن دیا جائے اور جب وہ لقمہ اٹھائے تو تمام درندے اس سے وہ لقمہ چھیننے کے لیے حملہ کر دیں تو کوئی عقلمند ایسی مہمانی کو

مفید اور لائقِ تعریف نہ سمجھے گا بلکہ ایسی مہمانی جو کہ جان کے لیے خطرہ ہے بے کار ہوگی۔ کسی چیز کو بنا کر بگاڑ دینا فعل قبیح ہے اور خلاقِ عالم سے کوئی فعل قبیح سرزد ہونا محال ہے۔

پس یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جائے گی کہ انسان کی منزل مقصود یہ مادی زندگی نہیں بلکہ اس کی منزلِ مقصود ایسی جگہ ہے جس میں موت نہیں، جس میں حُزن و ملال نہیں، جہاں کی کسی چیز کو فنا اور زوال نہیں ہے۔ انسان جس کو اپنی منزلِ مقصود سمجھے ہوئے ہے یہ تو اس کی گذرگاہ ہے اور وہ منازل اس وقت تک عبور نہیں کی جا سکتیں جب تک کہ ان منازل کے لیے بقدرِ ضرورت توشہ اور زادِ راہ مہیا نہ کر لیا جائے۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی غرض خلقت اور مقصد کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اس کے لیے ضروری زادِ راہ مہیا کریں۔ زیرِ نظر کتاب منازلِ آخرہ میں ان ہی منازل کا تذکرہ نہایت دل چسپ اور عمدہ انداز میں پیش کیا گیا ہے نیز ان منازل میں درپیش مشکلات اور ان کا علاج احادیث و اخبارات کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔

ممکن ہے کہ بعض قارئین کرام اس کتاب میں درج شدہ حکایات و واقعات کو محض قصہ گوئی یا جھوٹی روایات خیال کرتے ہوئے یقین نہ کریں۔ اس لیے ضروری سمجھتا ہوں کہ مراتب اخبار کا تذکرہ کیا جائے تاکہ پڑھتے وقت شکوک و شبہات کی گنجائش باقی نہ رہے اور ایمان و ایقان میں اضافہ ہو۔

كل شئ قرع سمعك فذره في بقعة الامكان مالم يذدك قائم البرهان۔

"ہر وہ چیز جو تیرے کانوں تک پہنچے جب تک تیرے پاس اس کے

نہ ہونے پر عقلی دلیل نہ ہو اُسے ممکن خیال کرے۔"

مراتب اخبار

ہر خبر کے تین مراتب ہیں:

درجہ اوّل: ہر وہ خبر جس کے نہ ہونے پر کوئی عقلی اور نقلی دلیل نہ ہو اس کا انکار نہ کرو

درجہ دوم: اس کے علاوہ اگر اس کے ساتھ دوستی اور صدق کے شواہد بھی موجود ہوں تو اسے قبول کر لینا چاہیے اور انکار نہیں کرنا چاہیے۔

درجہ سوم: اگر خبر دینے والا پروردگار عالم کی طرف سے کوئی برگزیدہ ہستی اور سند یافتہ اور منصوص من اللہ معصوم ہو تو وہ معجزہ ہے۔ اس صورت میں اگر تنہا عقل اس کے عدم امکان کا حکم دے تو اس کا انکار نہیں کرنا چاہیے بلکہ بدرجہ اولیٰ درجہ دوم کی خبر کے مطابق اس کو قبول کرتے ہوئے مطمئن ہو جانا چاہیے۔

جب ایک منجم یا علم ہیئت کا دعوے دار یہ دعویٰ کرے کہ فلاں سیارے کے گرد کئی اور سیارے یا ستارے ایسے ہی چکر لگا رہے ہیں جیسا کہ چاند زمین کے گرد تو کوئی شخص اس کا انکار نہیں کرے گا بلکہ ممکن خیال کرتے ہوئے اس کے دعویٰ کو تسلیم کرے گا کیونکہ جو خالق ممکنات ایک چاند کو پیدا کر سکتا ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ اس کے علاوہ بھی کئی چاند تخلیق فرمائے اور جب ان چیزوں کی تصدیق اقوالِ معصوم سے بھی ہو جائے تو انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

یہی حالت ان رویائے صادقہ اور حکایات کی ہے جو کہ زیر نظر کتاب میں درج کی گئی ہیں۔ لہٰذا محض حکایات سمجھ کر انکار کر دینا مستحسن نہیں ہے جب کہ ان کا ماخذ ثقہ علماء کی کتب ہیں۔

قبل ازیں مروج الاحکام مولانا غلام حسین صاحب مظہر نے پہلا ایڈیشن پیش
کیا جس میں کتاب منازل الآخرہ حاج شیخ عباس قمی طاب ثراہ کا ترجمہ تھا اور اصل
کتاب میں بعض المنازل اور واقعات کے مفقود ہونے کے باعث صرف اسی کے ترجمہ
کو کافی سمجھا گیا۔

اب زیر نظر کتاب دوسرا ایڈیشن بمعہ مفید اضافہ ہے جس میں ان تمام خامیوں کا
ازالہ کر دیا گیا ہے جو کہ پہلے ایڈیشن میں موجود تھیں۔

اس کتاب کی ترتیب و تالیف کا زیادہ تر انحصار المنازل الآخرہ اور آیۃ اللہ
سید عبد الحسین دستغیب مدظلہ کی کتاب "المعاد" پر ہے۔ علاوہ بریں کچھ مفید مطالب اور
حکایات مندرجہ ذیل کتب سے مہیا کی گئی ہیں: احسن الفوائد، تفسیر عمدۃ البیان،
بحار الانوار، تفسیر انوار النجف، خزینۃ الجواہر وغیرہ۔ مولانا موصوف نے ان ضروری
مقامات پر اضافہ فرما کر اس کتاب کی اہمیت اور ضرورت کو اور مؤثر بنا دیا ہے۔

خلاق عالم ہمیں ان مطالب کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے نیز
مروج الاحکام مولانا غلام حسین صاحب مظہر جنھوں نے دن رات کی محنت شاقہ کے بعد
اس کو ترتیب دیا، اور اجر جزیل عطا فرمائے۔

مولانا گلزار حسین صاحب فاضل عربی
سکرٹری ناصر العلوم محمدیہ دیوال،
بھلوال۔ سرگودھا

فصلِ اوّل

معاد

معاد عود سے نکلا ہے جس کے معنی لوٹنا ہے چونکہ روح دوبارہ بدن کی طرف
عود کرتی ہے اس لیے اس کو معاد کہتے ہیں۔ معاد اصول دین میں سے ایک ہے جس
پر اعتقاد ہر مسلمان کے لیے واجب ہے کہ ہر انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگا
اور اسے اعمال کی جزا ملے گی۔

مسئلہ معاد جس کی ابتدا موت اس کے بعد قبر، برزخ، قیامت کبریٰ اور آخر
بہشت یا دوزخ ہے۔ معاد کا حواس خمسہ ظاہرہ کے ذریعہ ادراک ناممکن ہے اور
معاد دلائل عقلیہ سے ثابت ہے۔ مرنے کے بعد کیا ہوگا۔ سرکار دو عالم نے بذریعہ
وحی اس کی خبر دی ہے۔ ہر انسان کا اپنا مقام اور عالم اور اس کا ادراک اس عالم
اور مقام کے حدود سے تجاوز نہیں کرتا۔ مثال کے طور پر وہ بچہ جو رحم مادر کی کائنات
اور عالم میں آباد ہے اس کے لیے محال ہے کہ وہ رحم کے باہر عالم بزرگ کے بے پایاں
فضا اور موجودات کا ادراک کر سکے۔ اسی طرح اسیر طبیعت و مادہ عالم باطن یعنی ملکوت
کو نہیں سمجھ سکتا۔ جب تک کہ اس عالم سے خلاصی نہ حاصل کرے۔ مرنے کے بعد
عالم کی خصوصیات اس شخص کے لیے جو اس عالم میں آباد ہے غیب کے حکم میں
ہیں اور اس کی معرفت کے لیے حضور اکرم صلعم کی اخبار کی تصدیق کے سوا کوئی چارہ
نہیں۔ پس اگر کوئی شخص یہ کہے میری عقل سے دور ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا

اس کی بات بالکل قابل قبول نہ ہوگی کیونکہ اس عالم کی خصوصیات کا عقل کے ساتھ کوئی ربط نہیں ہے اور جو کچھ حضرت محمد مصطفیٰ اور آل اطہار علیہم السلام نے فرمایا ہے ہمیں اس کا یقین کامل ہونا چاہیے کیونکہ وہ تمام معصوم ہیں اور محل نزول وحی پروردگار ہیں۔

کیا مردہ حرف ادا کرتا ہے؟

یہ شبہ جنھوں نے وارد کیا ہے ان کا خیال ہے کہ مردہ جمادات کی طرح ہے جیسے خشک لکڑی، پھر قبر میں سوال وجواب کس سے ہوگا؟

جواب: یہ شبہ کم علمی، بے خبری اور آخرت پر ایمان بالغیب نہ ہونے کی دلیل ہے۔ بولنا فقط زبان کا نتیجہ ہے ارواح میں نطق اور جنبش نہیں ہے۔ حیوان کے اعضاء حرکت ہیں۔ روح جنبش نہیں کرتی۔ واضح مثال ہے۔ آپ حالت نیند میں خواب کے وقت کلام کرتے ہیں مگر زبان اور لب حرکت نہیں کرتے۔ اگر کوئی شخص جاگ رہا ہو تو اس کی آواز کو نہیں سنتا حالانکہ وہ جاگنے پر کہتا ہے کہ میں ابھی خواب میں فلاں کے ساتھ باتیں کر رہا تھا اسی طرح دور دراز کے ملکوں کی سیر بھی کر لیتا ہے مگر جسم بستر پر موجود اور محفوظ رہتا ہے۔

خواب دیکھنے کا سبب

حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ابتدا خلقت میں انسان نیند کی حالت میں خواب نہیں دیکھتے تھے مگر بعد میں خالق کائنات نے نیند کی حالت میں خواب دکھانے شروع کیے اور اس کا سبب یہ ہے کہ خلاق عالم نے اس زمانہ کے لوگوں کی ہدایت کے لیے ایک پیغمبر کو بھیجا اور اس نے اپنی قوم کو اطاعت اور پروردگار عالم کی عبادت کی دعوت دی مگر انھوں نے کہا اگر ہم تیرے خدا کی

عبادت کریں تو اس کا بدلہ کیا دے گا، حالانکہ تیرے پاس ہم سے زیادہ کوئی چیز نہیں تو اس پیغمبر نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم نے اطاعتِ خدا کی تو تمھاری جزا بہشت ہوگی۔ اگر کنارہ کیا اور میری بات کو نہ سنا تو سزا جہنم ہوگی۔ انھوں نے عرض کیا دوزخ اور بہشت کیا چیز ہے؟ اس پیغمبر نے دوزخ اور بہشت کے اوصاف ان کے سامنے بیان کیے اور تشریح کی۔ انھوں نے عرض کی یہ بہشت ہمیں کب ملے گا پیغمبر نے ارشاد فرمایا جب تم مر جاؤ گے۔ کہنے لگے ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مردے بوسیدہ ہو کر خاک میں مل جاتے ہیں۔ ان کے لیے جن چیزوں کی تو نے توصیف کی ہے نہیں دیکھتے اور پیغمبر کے ارشاد کو جھٹلایا۔ پروردگار عالم نے ان کو ایسے خواب دکھائے کہ وہ خواب میں کھاتے پیتے، چلتے پھرتے، گفتگو کرتے ہیں اور سنتے ہیں لیکن بیدار ہونے کے بعد خواب میں دیکھی ہوئی چیزوں کے اثرات نہیں پاتے۔ پس وہ اس پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے خواب ان کے سامنے بیان کیے۔ پیغمبر نے ارشاد فرمایا کہ پروردگار عالم نے تم پر حجت تمام کر دی ہے کہ مرنے کے بعد تمھاری روح بھی اسی طرح ہوتی ہے چاہے بدن خاک میں مل کر خاک ہو جائے تمھاری روح قیامت تک عذاب میں ہوگی اور اگر نیک ہوگے تو بہشت میں نعماتِ خداوندی سے لطف اٹھائے گی۔ (معاد)

منزل اول

اس سفر کی پہلی منزل موت ہے

موت موت کی تعریف کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض موت کو امر وجودی اور بعض امر عدمی کہتے ہیں۔ تحقیق شدہ بات ہے کہ موت امر وجودی ہے

اور اس صورت میں اس کی تعریف یہ کی گئی ہے:

اَلْمَوْتُ صِفَةٌ وَجُوْدِيَّةٌ مُضَادَّةٌ لِلْحَيَاتِ۔

"موت ایک وجودی صفت ہے جو حیات کی ضد ہے۔"

قرآن مجید میں ہے:

تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُهُ
اِلَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (پ۲۹)

"بابرکت ہے وہ ذات جس کے قبضۂ قدرت میں تمام کائنات کی باگ ڈور ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے زندگی اور موت کو اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ آزمائے کہ تم میں سے کس کے اعمال اچھے ہیں۔"

اس آیت میں زندگی اور موت کی تخلیق کا تذکرہ فرمایا۔ عدم محض کی تخلیق نہیں ہوتی اگر موت امر عدمی ہوتی تو لفظ خلق قرآن میں استعمال نہ کیا جاتا۔

موت حقیقتاً بدن اور روح کے تعلق کا ختم ہونا ہے روح اور بدن کے تعلق کو بے شمار تشبیہات کے ذریعہ ظاہر کیا گیا ہے۔ جیسے ملاح اور کشتی اور موت ایسے ہے جیسے کشتی کو ملاح کے اختیار سے جدا کر دیا جائے۔ روح وہ چراغ ہے جو ظلمت کدہ بدن کو روشن کرتی ہے اور تمام اعضاء و جوارح روشنی حاصل کرتے ہیں۔ موت اس چراغ کا جدا کرنا ہے کہ جب اس کو جدا کیا جائے گا تو پھر تاریک ہو جائے گا۔

علاوہ بریں یہ تعلق اس طرح نہیں کہ روح بدن میں حلول کرتی ہے۔ یعنی بدن کے اندر داخل ہوتی ہے اس لیے داخل یا خارج ہونا روح کے لیے زیبا نہیں ہے بلکہ صرف تعلق رکھتی ہے اور اسی تعلق کا ٹوٹ جانا موت کہلاتا ہے۔

ہم پر واجب ہے کہ ہم یہ اعتقاد رکھیں کہ موت باذن خدا آتی ہے وہی ذات جس نے شکم مادر سے لے کر آخر دن تک روح کا بدن سے تعلق پیدا کیا۔

وہی روح کے بدن کے ساتھ تعلق کو ختم بھی کرتی ہے وہی ہمیں مارتا ہے اور جلاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا۔ (سورہ زمر آیت ۴۱)

"اللہ ہی نفس کو موت دیتا ہے۔"

بعض جاہل عوام عزرائیل کو برا کہتے ہیں اور دشمن سمجھتے ہیں کہ وہ ہماری اولاد کو اور ہمیں اولاد سے چھینتا ہے اور یہ نہیں سمجھتے کہ وہ تو پروردگار عالم کی طرف سے اس کام پر مامور ہے اور وہ اس کے حکم کے سوا کچھ بھی نہیں کرتا۔

روحیں کیسے قبض ہوتی ہیں؟

احادیث معراج کے ضمن میں روح کے قبض ہونے کی کیفیت یہ بیان کی گئی ہے کہ حضرت عزرائیل کے سامنے ایک تختی موجود ہے جس پر تمام نام تحریر ہیں جس کی موت آجاتی ہے اس کا نام تختی سے صاف ہو جاتا ہے فوراً عزرائیل اس کی روح قبض کر لیتا ہے۔ آن واحد میں یہ ممکن ہے کہ ہزارہا انسانوں کے نام صاف ہو جائیں اور عزرائیل جیسا کہ ایک ہی وقت میں ہزاروں چراغ گل کیے جا سکتے ہیں۔ اس لیے تعجب نہیں کرنا چاہیے در حقیقت مارنے والا خدا ہے جیسا کہ قبض روح کی نسبت خدا کی طرف دی گئی ہے:

قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ

"تمھیں موت ملک الموت (عزرائیل) دیتا ہے جو کہ تم پر مؤکل ہے۔"

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (نحل/۲۸)

"جن لوگوں کی فرشتوں نے روح قبض کی اس وقت وہ اپنے آپ پر ظلم کر رہے تھے۔"

انسان کو مارنے والے عزرائیل اور اس کے اعوان و انصار فرشتے ہیں۔
یہ تینوں درست ہیں۔ کیونکہ عزرائیل اور اس کے اعوان و انصار فرشتے اللہ کے حکم سے ہی روح کو قبض کرتے ہیں جیسا کہ لشکر بادشاہ کے حکم سے دوسری حکومتوں کو فتح کرتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ فلاں لشکر نے فلاں ملک کو فتح کیا۔ درحقیقت یہ فتوحات بادشاہ کی فہم و فراست اور حکمرانی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ یہ تمام مثالیں حقیقت کو سمجھانے کے لیے ہیں ورنہ حقیقت اس سے بالاتر ہے۔ درحقیقت زندہ کرنے والا اور مارنے والا خدا ہی ہے۔

پروردگار عالم نے جیسا کہ اس دنیا کو دارالاسباب قرار دیا ہے اسی طرح موت کے لیے بھی اسباب معین فرمائے ہیں۔ جیسے مریض ہونا، قتل ہونا، حادثہ میں مرنا، گر کر مرنا وغیرہ۔ یہ تمام موت کے اسباب اور بہانے ہیں ورنہ کئی اشخاص ایسے ہیں کہ امراض شدیدہ میں مبتلا ہوتے ہیں اور صحت یاب ہو جاتے ہیں بس بیٹھے بیٹھے موت ہو جاتی ہے۔ یہ اسباب تنہا موجبِ موت نہیں اگر پیمانۂ عمر لبریز ہو گیا تو پروردگار عالم اس کی روح قبض کر لیتا ہے۔

بعض انسانوں کی روح آسانی کے ساتھ اور بعض کی سختی کے ساتھ قبض کی جاتی ہے۔ روایات میں موجود ہے کہ مرنے والا محسوس کرتا ہے گویا کہ اس کے بدن کو قینچی کے ساتھ کاٹا جا رہا ہے یا چکی میں پیسا جا رہا ہے اور بعض کو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا پھول سونگھ رہے ہیں:

الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ (سورہ نحل آیت ۳۲)

"یہ وہ لوگ ہیں جن کی روحیں فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ (نجاست کفر سے) پاک و پاکیزہ ہوتے ہیں تو فرشتے ان سے کہتے ہیں سلام علیکم، جو نیکیاں تم دنیا میں کرتے تھے اس کے صلہ میں جنت میں بے تکلف چلے جاؤ۔"

یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ یہ بھی کوئی قاعدہ کلیہ نہیں کہ ہر مومن کی جان آسانی کے ساتھ قبض کی جاتی ہے بلکہ اکثر مومنین ایسے ہیں کہ لطف خداوندی شاملِ حال ہوتا ہے لیکن بعض گناہوں کی وجہ سے جان سختی سے نکلتی ہے تاکہ مومن دنیا میں ہی گناہوں کی کثافتوں سے پاک ہو جائے۔ کفار کے لیے یہ سختی عذاب کی زیادتی اور آخرت کے عذاب کا مقدمہ ہوتی ہے:

فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ۝ (محمد/۲۷)

"تو جب فرشتے ان کی جان نکالیں گے (اس وقت) ان کے چہروں اور پشت پر مارتے جائیں گے۔"

کبھی کفار و فساق لوگوں کی جان آسانی سے قبض ہوتی ہے کیونکہ یہ شخص اہلِ عذاب میں سے ہے لیکن اپنی زندگی میں کچھ اچھے کام کیے جیسے یتیم پر خرچ اور مظلوم کی فریاد رسی کی لہٰذا اس کا حساب اسی جگہ بے باق کرنے کے لیے جان آسانی سے نکلتی ہے تاکہ آخرت میں اس کا کارِ خیر کے معاوضہ کا مطالبہ ختم ہو جائے۔

درحقیقت قبض روح کافر کے لیے پہلی بدبختی ہے چاہے جان آسانی سے نکلے یا سختی کے ساتھ اور مومن کے لیے موت نعمت اور سعادت ہوتی ہے جان کنی میں سختی ہو یا آسانی۔ اسی وجہ سے مومن یا کافر کی نسبت سے آسانی یا سختی کو کلیہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ (معاد)

دنیا کے ساتھ محبت

موت سے کراہت اور دنیا سے دوستی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ انسان دنیاوی خوشی سے بہرہ مند ہے جیسا کہ اکثر لوگوں کا حال ہے غلط اور عقلاً بے جا ہے۔ دنیا بہ ہزار دقت حاصل ہوتی ہے اور ہزاروں مصیبتیں اور سختیاں ساتھ لے کر آتی ہے اور اس کو فنا اور زوال ہے بقا اور دوام اور وفا نہیں ہے۔ کیا خوب

شاعر نے کہا ہے:

دل بر جہاں مبند کہ ایں بے وفا عروس
با ہیچ کس شبے بہ محبت بسر نہ کرد

(ترجمہ: اپنے دل کو دنیا سے نہ لگاؤ کیونکہ یہ وہ بے وفا عروس (یعنی دلھن) ہے جس نے کسی شخص کے ساتھ بھی ایک رات محبت سے بسر نہیں کی۔)

علاوہ بریں قرآن مجید میں دنیا کی محبت کو کفار کی صفات میں شمار کیا گیا ہے:

رَضُوۡا بِالۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَاطۡمَاَنُّوۡا بِهَا

"کہ کفار دنیاوی زندگی پر راضی ہو گئے اور اس پر مطمئن ہو گئے۔"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

اَرَضِیۡتُمۡ بِالۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا مِنَ الۡاٰخِرَةِ

"کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دنیاوی زندگی پر راضی ہو گئے ہو؟"

یہودیوں کے لیے فرمایا:

یَوَدُّ اَحَدُهُمۡ لَوۡ یُعَمَّرُ اَلۡفَ سَنَةٍ

"تم میں سے ہر ایک کی خواہش ہے کہ کاش ہزار سال دنیا میں عمر پاتا۔"

اس بارے میں آیات اور روایات کثیرہ موجود ہیں۔ یہاں پر مشہور حدیث نبوی حُبُّ الدُّنۡیَا رَاسُ کُلِّ خَطِیۡئَةٍ دنیا کی دوستی تمام گناہوں کی جڑ ہے، کا نقل کرنا کافی ہے۔

موت کے ساتھ دوستی

اہم ترین بات یہ ہے کہ انسان اللہ سے ملنے کو محبوب سمجھے اور مومن موت کو برا نہ سمجھے اور موت کی وحشت ناکی سے ڈرتا رہے نہ کہ موت کی خواہش کرتا رہے

یا پناہ بخدا، خودکشی کرے بلکہ اس دنیا میں گناہوں سے توبہ کرے، اپنے نفس کی اصلاح کرے اور خیرات زیادہ کرے اور جب بھی خدا اس کے لیے موت مقرر کرے اسی حالت میں اس کو نعمت خداوندی سمجھے کہ کتنا جلدی اس نے دارالثواب میں پہنچا دیا۔ اگر گنہگار ہے تو یہ سمجھے کہ موت کے وسیلہ سے گناہ کاری کے رشتہ کو ختم کر دیا اور سزا کا کم مستحق ہوا۔

خلاصہ یہ کہ موت میں خدا کی رضا پر راضی رہے اور دارالغرور سے دارالسرور میں پہنچنے اور دوستوں کے وصال یعنی محمدؐ و آل محمدؐ اور آلِ اطہار نیز نیک روحوں کی ملاقات سے خوش ہو۔ اسی طرح جب تک پروردگار عالم چاہے تاخیر موت اور طول عمر پر راضی رہے تاکہ اس دارالفنا میں آخرت کے طولانی سفر کے لیے زیادہ توشہ سفر جمع کر سکے۔ کیونکہ اس منزل تک پہنچنے کے لیے گھاٹیاں پیچیدہ اور مقامات دشوار ہیں۔ اس جگہ ہم ان میں سے چند مقامات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ (معاد)

عقبۂ اول

سکرات موت اور جان کی سختی کے بارے میں

وَجَآءَتۡ سَکۡرَةُ الۡمَوۡتِ بِالۡحَقِّ ذٰلِکَ مَا کُنۡتَ مِنۡهُ تَحِیۡدُ ۝ (سورۂ ق آیت ۱۹)

"اور موت کی بے ہوشی حق کے ساتھ آگئی یہ وہی تو ہے جس سے تم کنارہ کیا کرتے تھے۔"

یہ عقبہ بہت دشوار ہے جس میں ہر طرف سے مصائب و شدائد مرنے والے کی طرف بڑھتے ہیں۔ ایک طرف تو مرض اور درد کی شدت، بندش زبان، اعضائے جسمانی کی کمزوری اور دوسری طرف اہل و عیال کی چیخ و پکار، ان کی جدائی، بچوں کی

بے کسی اور یتیمی کا غم اس پر طرہ یہ کہ اپنی دولت، مکانات، جاگیروں اور ان نفیس چیزوں کے ذخیروں کی جدائی کا غم جن کے حصول کے لیے اس نے اپنے بے شمار وسائل سے کام لے کر اپنی زندگی کے متاعِ عزیز کو صرف کیا تھا۔ بلکہ اکثر ایسا بھی ہوا کہ اکثر مال لوگوں سے ظلم کے ذریعہ غصب کیا تھا اور جس قدر مال سے تعلق اور قبضہ زیادہ ہوتا گیا وہ مار گنج (سانپوں کا خزانہ) بنتا گیا اور واپس نہ کیا۔ اب ایسے وقت میں وہ اپنے بگڑے ہوئے کاموں کی طرف متوجہ ہوا جب کہ وقت گزر چکا اور اصلاح کے راستے بند ہو گئے۔ جیسا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

يَتَذَكَّرُ اَمْوَالاً جَمَعَهَا اَغْمَضَ فِي مَطَالِبِهَا وَاَخَذَهَا مِنْ مُصَرَّحَاتِهَا وَمُشْتَبِهَاتِهَا قَدْ لَزِمَتْهُ تَبِعَاتُ جَمْعِهَا وَاَشْرَفَ عَلَى فِرَاقِهَا تَبْقَى لِمَنْ وَرَائِهِ يَنْعَمُوْنَ بِهَا فَيَكُوْنُ الْمَهْنَا لِغَيْرِهِ وَالْعِبَاءُ عَلَى ظَهْرِهِ۔

"وہ مختصر دولت کو یاد کرتا ہے جس کو اس نے جمع کیا اور اس کے طلب کرنے میں سخت کوشاں رہا اور مشتبہات کی پرواہ نہ کی جو اسے جمع کرنے میں در پیش آتے رہے یہاں تک کہ اب وہ اس دولت سے جدا ہونے لگا اور وہ مال اس کے وارثوں کے لیے بچ رہا جو اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں پس اس کی تکلیف غیروں کے لیے اور فوائد پھلوں کے لیے تھے۔"

ایک طرف اس دنیا سے عالم ثانی میں منتقل ہونے کے خوف سے اس کی آنکھیں ایسی خوفناک چیزیں دیکھتی ہیں جو اس نے اس سے قبل نہ دیکھی تھیں۔

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ٥ (سورہ ق آیت ۲۲)

"ہم نے تیری آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا پس تیری نظر تیز ہو گئی۔"

وقت احتضار (موت کے آخری وقت) مرنے والا ملائکہ کے غضب کو اپنے پاس

دیکھتا ہے اور فکر مند ہوتا ہے کہ اس کے بارے میں کیا حکم اور سفارش کی جاتی ہے۔

اکثر روایات میں وارد ہے کہ رسول اکرم صلعم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام وقتِ احتضار ہر شخص کے سرہانے نورانی اور مثالی بدنوں کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں امام رضا علیہ السلام اپنے اصحاب میں سے ایک مرنے والے شخص کے پاس تشریف لے گئے، اس نے آپ کے چہرے پر نگاہ کی اور عرض کرنے لگا اب رسولؐ خدا حضرت علیؑ، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا امام حسنؑ اور امام حسین تا حضرت موسیٰ بن جعفر علیہم السلام تمام حاضر ہیں اور آپ کی صورت نوریہ بھی حاضر ہے۔ (بحار جلد سوم)

یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ ہر شخص احتضار کے وقت اپنی محبت اور معرفت کے اندازہ کے مطابق سرورِ کائنات اور آلِ اطہار علیہم السلام سے ملاقات کرتا ہے چاہے کافر ہو یا مومن۔ یہ ملاقات مومنین کے لیے نعمت پروردگار اور منافق و کافر کے لیے قہر جبار۔ اَلسَّلَامُ عَلَى نِعْمَةِ اللهِ عَلَى الْاَبْرَارِ وَنَقْمَةٍ عَلَى الْجَبَّارِ۔ (زیارت ہشتم امیر علیہ السلام)

اے کہ گفت فَمَنْ يَّمُتْ يَرَنِيْ — جان فدائی کلام دل جو یت
کاش روزی ہزار مرتبہ من — مردمی تا بدید می رویت

دوسری طرف شیاطین اپنے اعوان و انصار کے ساتھ محتضر کو شک میں مبتلا کرنے کے لیے اس کے پاس جمع ہوتے ہیں جس کے ذریعہ اس کا ایمان چھین جائے اور وہ دنیا سے منکر اٹھے اس پر طرہ یہ کہ ملک الموت کی آمد کا خوف کہ وہ کس ہیئت (صورت) میں ہوگا اور وہ اس کی روح کو کس طرح قبض کرے گا۔ آسانی کے ساتھ یا سختی کے ساتھ۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

فَاجْتَمَعَتْ عَلَيْهِ سَكَرَاتُ الْمَوْتِ فَغَيْرُ مَوْصُوْفٍ مَا نَزَلَ بِهِ۔

"اس پر سکراتِ موت جمع ہو گئے جن کا وصف بیان نہیں کیا گیا
کہ وہ کیا لے کر اتریں گے۔"

شیخ کلینیؒ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو آنکھوں کے درد کا عارضہ ہوا۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی عیادت کے لیے تشریف لائے دیکھا کہ حضرت علیؑ درد کی وجہ سے فریاد کر رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ یہ فریاد بیتابی اور بے قراری کی وجہ سے ہے یا شدّت درد کی وجہ سے۔ امیر المومنین نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! مجھے اب تک اس شدت کا عارضہ کبھی نہیں ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا اے علیؑ! جب ملک الموت کافر کی روح قبض کرنے کے لیے آتا ہے تو وہ اپنے ساتھ آگ کا ایک گرز لاتا ہے جس کے ذریعہ اُس کی روح کو کھینچتا ہے پس جہنم اسے پکارتی ہے۔ جب امیر المومنین علیہ السلام نے یہ بات سنی تو اُٹھ بیٹھے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ اس حدیث کا اعادہ فرمائیں کیونکہ مجھے درد کی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی ہے اور پوچھا آقا کیا آپ کی امت میں سے بھی کسی کی روح اس طرح قبض کی جائے گی۔ فرمایا ہاں تین اشخاص کی جان میری امت میں سے اس طرح قبض کی جائے گی۔

(۱) ظالم حاکم۔

(۲) جس شخص نے یتیموں کا مال بذریعہ ظلم غصب کیا ہو۔

(۳) جھوٹی گواہی دینے والے کی۔

انسان اپنے اعمال نیک و بد کا نتیجہ جاں کنی کی آسانی اور سختی میں بھی دیکھ لیتا ہے۔ بعض تو ایسے ہوتے ہیں کہ اپنی بد اعمالی کی بنا پر مرتے وقت کافر ہو جاتے ہیں۔ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوأَىٰ أَنْ كَذَّبُوا

بِآيَاتِ اللّٰهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ (سورہ ۳۰ آیت ۹)

روایاتِ کثیرہ اس بات کی شاہد ہیں کہ سکراتِ موت کے وقت اور بعد میں حائضہ اور نفساء اور جنبی لوگوں کا محتضر کے پاس رہنا، ملائکہ رحمت کے متنفر اور میت کے لیے تکلیف کا باعث ہیں۔

علل الشرائع میں باسناد صدوقؒ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

لَا تَحْضُرِ الْحَائِضُ وَالْجُنُبُ عِنْدَ التَّلْقِينِ لِأَنَّ الْمَلَائِكَةَ
تَتَأَذَّىٰ بِهِمَا۔

"حائضہ اور جنبی سکراتِ موت کے وقت (محتضر کے پاس) نہ رہیں
کیونکہ ملائکہ ان سے متنفر ہوتے ہیں۔"

کتاب دارالسلام میں سید جلیل ثقہ سید مرتضیٰ نجفی سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں اس سال جب کہ عرب و عراق میں طاعون کی وبا عام تھی بسند العلماء الراسخین سید محمد باقر قزوینی کے ساتھ صحن امیر المومنینؑ کے درمیان بیٹھا تھا اور لوگ ارد گرد جمع تھے اور آپ ہر ایک کے ذمہ اموات کی خدمت سپرد کر رہے تھے کہ ایک عجمی نوجوان زوار اس مجمع کے آخر میں کھڑا تھا جو سید مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا تھا لیکن لوگوں کی کثرت حائل تھی۔ اس نوجوان نے رونا شروع کیا اور سید مرحوم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جا کر اس نوجوان سے رونے کا سبب دریافت کرو۔ میں نے اس کے پاس جا کر وجہ پوچھی۔ اس نے کہا میری خواہش ہے کہ سید موصوف میری تنہا میت پر نمازِ جنازہ پڑھیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ بعض اوقات بیس تیس جنازے جمع ہونے پر ایک ہی دفعہ نماز پڑھتے ہیں۔ میں نے اس کی حاجت سید موصوف کی خدمت میں عرض کی اور آپ نے

شرفِ قبولیت بخشتا۔ دوسرے دن ایک بچہ مجمع کے آخر میں روتا ہوا دیکھا پوچھنے
پر معلوم ہوا کہ یہ اس نوجوان عجمی کا لڑکا ہے جس نے کل منفرد نماز جنازہ کی درخواست
کی تھی آج وہ طاعون میں مبتلا ہے اور حالت احتضار میں ہے۔ اس نے آقا کی خدمت
میں قدم رنجہ فرمانے کی درخواست کی ہے تاکہ شرف زیارت حاصل کر سکے۔ سید
موصوف نماز جنازہ کے لیے نائب مقرر کرنے کے بعد عیادت کے لیے روانہ ہوئے۔
میں اور چند اصحاب بھی ساتھ ہو لیے۔ راستہ میں ایک مرد صالح گھر سے نکلا اور سید
موصوف کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا پوچھا هَلْ اِلٰی ضِیَافَةٍ کیا مہمانی ہے؟ میں نے کہا
نہیں اِلٰی عِیَادَةٍ وَ فَائِدَةٍ۔ بلکہ مریض کی عیادت کے لیے جاتا ہوں۔ اس مرد
نے کہا میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں تاکہ یہ سعادت حاصل کروں۔ جب ہم مریض
کے کمرہ میں پہنچے تو سید موصوف پہلے داخل ہوئے اور پھر ہم ایک ایک کر کے داخل
ہوئے۔ مریض نے کمال محبت اور شعور کے ساتھ ملاقات کی اور بیٹھنے کی نشاندہی
کی۔ جب وہ مرد صالح جو راستہ میں ساتھ ہو لیا تھا، داخل ہوا تو مریض کا چہرہ تبدیل
ہو گیا اور ترش رو ہو کر دیکھا اور ہاتھ سے باہر نکل جانے کا اشارہ کیا اور اپنے بیٹے
کو باہر نکال دینے کو کہا اور اس مریض کی بے چینی اور اضطراب بڑھ گیا حالانکہ مریض
اس سے واقف تک نہ تھا چہ جائیکہ عداوت ہوتی۔ وہ مرد باہر چلا گیا کچھ دیر کے
بعد وہ دوبارہ داخل ہوا اور سلام کیا۔ مریض اس کی طرف متوجہ ہوا اور بڑے خلوص
اور محبت کے ساتھ خطاب کیا اور تعارف کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم سید موصوف
کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ مرد صالح بھی ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا۔ راستہ میں ہم
نے اس سے محبت اور عداوت کا راز پوچھا اس نے بتایا کہ میں حالت جنب میں
گھر سے نکلا تاکہ حمام میں جاؤں مگر وقت کی وسعت کے پیش نظر پلٹ کر آپ
کے ساتھ ہو گیا۔ حجرہ میں داخل ہوتے ہی جو کچھ مریض سے مشاہدہ کیا اس سے

میں سمجھ گیا کہ یہ نفرت اور اضطراب میری حالتِ جنابت کی وجہ سے ہے۔ پس میں
اپنے اطمینان کے لیے گیا اور غسل کرنے کے بعد دوبارہ آگیا۔ اب کی دفعہ اس نے
کمال خلوص اور محبت کا اظہار کیا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ میری حالتِ جنابت کو سمجھ گیا
تھا جو کہ تنفر ملائکہ رحمت اور محتضر کی بے چینی کا سبب ہے۔ (خزینۃ الجواہر)

وہ اعمال جن کی وجہ سے سکرات میں آسانی ہوتی ہے

شیخ صدوق نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص
چاہے کہ اللہ تعالیٰ اسے سکرات موت سے بچائے اسے چاہیے کہ وہ رشتہ داروں سے
صلہ رحمی کرے اور والدین سے نیکی کرے۔ جو شخص بھی ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ اس
سے موت کی سختی کو آسان کر دے گا اور وہ اپنی زندگی میں کبھی مفلس نہیں ہو گا۔
روایت ہے کہ رسول اکرمؐ ایک جوان کے احتضار کے وقت اس کے پاس
پہنچے اور اسے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کو فرمایا لیکن اس کی زبان بند تھی اور وہ
نہ کہہ سکا۔ آپ نے دوبارہ پڑھنے کو فرمایا مگر وہ نہ کہہ سکا، آپ نے سہ بارہ پڑھنے
کو فرمایا وہ نہ کہہ سکا۔ آنحضرت نے اس جوان کے سرہانے بیٹھی ہوئی عورت سے
دریافت فرمایا اس کی والدہ موجود ہے۔ اس عورت نے عرض کی ہاں میں ہی اس
کی ماں ہوں۔ آپ نے پوچھا کیا تو اس سے ناراض ہے اس نے عرض کیا یا حضرت
میں آپ کی رضا کے ساتھ ہوں۔ جوں ہی اس نے اپنی رضامندی کے اظہار کے لیے
اپنے بیٹے سے کلام کیا تو فوراً اس کی زبان کھل گئی۔ آنحضرتؐ نے اسے کلمۂ توحید
پڑھنے کی تلقین فرمائی تو اس نے کلمہ لا الٰہ الا اللہ اپنی زبان پر جاری کیا۔ پھر
آپ نے اس سے پوچھا تو کیا دیکھتا ہے اس نے عرض کی میں ایک قبیح المنظر آدمی
کو دیکھتا ہوں جس کا لباس گندہ اور بدبودار ہے، میرے پاس آیا اور میرے گلے کو

دبوچ لیا۔ پھر آنحضرتؐ نے اسے یہ کلمات پڑھنے کو فرمایا:

یَا مَنْ یَقْبَلُ الْیَسِیْرَ وَ یَعْفُوْ عَنِ الْکَثِیْرِ اَقْبَلْ مِنِّی
الْیَسِیْرَ وَاعْفُ عَنِّی الْکَثِیْرَ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ٥

جب اس جوان نے یہ کلمات اپنی زبان پر جاری کیے تب آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اب تو کیا دیکھتا ہے، اس نے عرض کی میرے پاس ایک خوبصورت اور خوش وضع آدمی آیا ہے اور وہ سیاہ شخص پشت پھیر کر جا رہا ہے۔ آنحضرتؐ نے یہ کلمات دوبارہ پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ جب اُس نے ان کلمات کو دہرایا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ اب تو کیا دیکھتا ہے۔ جوان نے عرض کیا کہ اب وہ سیاہ رو آدمی مجھے نظر نہیں آتا اور نورانی شکل میرے پاس موجود ہے۔ پھر اسی حالت میں اس جوان نے وفات پائی۔

اس حدیث پر اچھی طرح غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حقوقِ والدین کے اثرات کس قدر سخت ہیں باوجودیکہ اس شخص کا شمار آپ کے صحابہ میں تھا اور حضورؐ جیسا پیکرِ رحمت اس کی عیادت کے لیے تشریف لایا اور اس کے سرہانے بیٹھ کر خود اسے کلمہ شہادت کی تلقین فرمائی مگر وہ اس وقت تک کلمہ شہادت زبان پر جاری نہ کر سکا جب تک اس کی والدہ نے اپنے بیٹے سے رضامندی کا اظہار نہیں کیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ سردیوں اور گرمیوں میں اپنے مومن بھائی کو لباس پہنانے والے کا اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے لباس جنت عطا کرے اور موت کی سختی آسان فرمائے اور تنگیٔ قبر کو فراخی و کشادگی میں تبدیل کرے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ سے منقول ہے کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کو شیرینی کھلائے گا خلاق عالم اس سے موت کی سختی کو دور فرمائے گا۔

○

وہ اعمال جو مرنے والے کے لیے جلد راحت کا سبب ہیں

سورۂ یٰسین، سورۂ والصافات اور کلمات فرج:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ. سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبِّ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا فِیْهِنَّ وَمَا بَیْنَهُنَّ وَمَا فَوْقَهُنَّ وَمَا تَحْتَهُنَّ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ٥

کا محتضر کے قریب پڑھنا۔

شیخ صدوقؒ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص ماہ رجب کے آخری دن روزہ رکھے گا حق تعالیٰ اسے سکرات موت کے بعد کے خوف سے محفوظ رکھے گا۔

۲۴ رجب کو روزہ رکھنا موجب ثواب عظیم ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے پاس ملک الموت خوبصورت اور پاکیزہ لباس میں ملبوس جوان کی شکل میں شرابِ طہور کا جام ہاتھ میں لیے روح قبض کرنے کے لیے آئے گا اور وہ شراب جنّت سے لبریز جام وقتِ احتضار اسے پینے کے لیے دے گا تاکہ سکرات موت اس پر آسان ہوں۔

حضرت رسولِ اکرمؐ سے مروی ہے کہ جو شخص ساتویں رجب کی شب کو چار رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ حمد ایک مرتبہ، سورۂ توحید تین مرتبہ اور سورۂ فلق اور سورۂ والناس پڑھے اور فراغت کے بعد درود شریف اور تسبیح اربعہ دس دس مرتبہ پڑھے تو خلاق عالم اسے عرش کے سایہ

میں جگہ دے گا۔ اور ماہ رمضان کے روزہ دار کے مطابق ثواب عطا کرے گا۔ نیز اس کے فارغ ہونے تک ملائکہ اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے اور اس کے لیے سکرات موت کو آسان اور فشارِ قبر دور فرمائے گا اور وہ دنیا سے اس وقت تک نہیں اٹھے گا جب تک کہ وہ اپنی جگہ جنت میں اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لے اور وہ محشر کی سختی سے محفوظ رہے گا۔

شیخ کفعمیؒ حضرت رسولِ اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص اس دعا کو ہر روز دس مرتبہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے چار ہزار گناہانِ کبیرہ معاف فرمائے گا اور سکرات موت فشار قبر اور روز قیامت کی ایک لاکھ ہولناکیوں سے نجات دے گا اور شیطان اور اس کے لشکر سے محفوظ رکھے گا نیز اس کا قرض ادا ہو گا اور اس سے رنج و غم دور رہے گا۔ وہ دعا یہ ہے:

اَعْدَدْتُ لِكُلِّ هَوْلٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ لِكُلِّ غَمٍّ وَهَمٍّ مَاشَاءَ اللّٰهُ وَ لِكُلِّ نِعْمَةٍ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لِكُلِّ رَخَاءٍ اَلشُّكْرُ لِلّٰهِ وَ لِكُلِّ اُعْجُوْبَةٍ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ لِكُلِّ ذَنْبٍ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَ لِكُلِّ مُصِيْبَةٍ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ وَ لِكُلِّ ضِيْقٍ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَ لِكُلِّ قَضَاءٍ وَ قَدْرٍ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَ لِكُلِّ عَدُوٍّ اِعْتَصَمْتُ بِاللّٰهِ وَ لِكُلِّ طَاعَةٍ وَمَعْصِيَةٍ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۝

جو شخص اس دعا کو ستر مرتبہ پڑھے اس کے لیے ثواب عسیم ہے۔ کم از کم یہ کہ اس کے پڑھنے والے کو جنت کی بشارت دی جائے گی۔ وہ دعا یہ ہے:

يَا اَسْمَعَ السَّامِعِيْنَ وَيَا اَبْصَرَ الْمُبْصِرِيْنَ وَيَا اَسْرَعَ الْحَاسِبِيْنَ وَيَا اَحْكَمَ الْحَاكِمِيْنَ ۝

شیخ کلینیؒ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا سورہ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا کو نماز نافلہ میں پڑھنے سے دل تنگ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ حق تعالیٰ ایسے شخص کو زلزلہ، بجلی اور آفاتِ ارضی و سماوی سے محفوظ رکھتا ہے اور اس سورہ کو ایک مہربان فرشتہ کی شکل میں اس شخص کے پاس بھیجتا ہے جو اس کے احتضار کے وقت اس کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور ملک الموت سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ اے ملک الموت اس ولی اللہ کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا کیونکہ یہ اکثر مجھے پڑھا کرتا تھا۔

عقبۂ دوم

موت کے وقت حق سے عدول

یعنی مرتے وقت حق سے باطل کی طرف پلٹ جانا۔ اور یہ اس طرح ہے کہ شیطان مرنے والے کے پاس حاضر ہو کر اُسے وسوسۂ شیطانیہ میں مبتلا کر کے شکوک شبہات میں ڈالتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے ایمان سے خارج کر دیتا ہے اسی لیے شیطان سے پناہ مانگنے کے لیے دعائیں منقول ہیں۔ جناب فخر المحققینؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص اس سے محفوظ رہنا چاہے اسے چاہیے کہ ایمان اور اصولِ خمسہ کو دلائلِ قطعیہ کے ساتھ ذہن میں حاضر کرے اور خلوص دل کے ساتھ اس اعتقاد کو حق تعالیٰ کے سپرد کرے تاکہ موت کے وقت یہ وسوسۂ شیطانیہ کا رد ثابت ہوں اور عقائد حقہ کے ورد کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اِنِّيْ قَدْ اَوْدَعْتُكَ يَقِيْنِيْ هٰذَا وَثُبَاتَ دِيْنِيْ وَاَنْتَ مُسْتَوْدِعٍ وَقَدْ اَمَرْتَنَا بِحِفْظِ

اَلْوَدَائِعِ فَرُدَّهُ عَلَیَّ وَقْتَ حُضُوْرِ مَوْتِیْ ٥

فخرالمحققین کے ارشاد کے مطابق مشہور دعائے عدیلہ کے معانی کو سمجھ کر حضورِ قلب کے ساتھ پڑھنا موت کے وقت حق سے عدول کے خطرہ سے سلامتی کے خواہشمند کے لیے مفید ہے۔ شیخ طوسیؒ نے محمد بن سلیمان دیلمی سے روایت کی ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ کے پیرو کار شیعہ کہتے ہیں کہ ایمان کی دو قسمیں ہیں:

اوّل: ایمان مستقر و ثابت۔

دوم: جو بطور امانت سپرد کیا گیا ہے اور زائل بھی ہو سکتا ہے۔

آپ مجھے ایسی دعا تعلیم فرمائیں کہ جب بھی میں اس کو پڑھوں میرا ایمان کامل ہو جائے اور زائل نہ ہو۔ آپ نے فرمایا اس دعا کو ہر واجب نماز کے بعد پڑھا کرو:

رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ نَبِیًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِالْقُرْاٰنِ کِتَابًا وَبِالْکَعْبَةِ قِبْلَةً وَبِعَلِیٍّ وَلِیًّا وَّاِمَامًا وَبِالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ وَعَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ وَمُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ وَجَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَمُوْسَی بْنِ جَعْفَرٍ وَعَلِیِّ بْنِ مُوْسٰی وَمُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ وَعَلِیِّ بْنِ مُحَمَّدٍ وَالْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ وَالْحُجَّةِ بْنِ الْحَسَنِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ اَئِمَّةً اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ رَضِیْتُ بِهِمْ اَئِمَّةً فَارْضِنِیْ لَهُمْ اِنَّكَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ٥

آسانئ موت کے اعمال (ان چیزوں کے باب میں جو اس سخت عقبہ میں مفید ہیں)

نماز کا پابندئ وقت کے ساتھ ادا کرنا، ایک حدیث میں ہے کہ کائنات کے مشرق و مغرب میں کوئی بھی صاحبِ خانہ ایسا نہیں کہ ملک الموت دن رات پانچوں

نمازوں کے اوقات میں انھیں نہ دیکھتا ہو۔ جب بھی کسی کی روح قبض کرنا چاہتا ہے، اگر وہ پابندئ وقت کے ساتھ نماز پڑھنے کا عادی ہے تو ملک الموت اُسے شہادتین کی تلقین کرتا ہے اور ابلیس ملعون کو اس سے دور بھگاتا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے ایک شخص کو لکھا اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا خاتمہ اعمال صالح کے ساتھ ہو اور تیری روح ایسی حالت میں قبض کی جائے کہ تو افضل اعمال کا حامل ہو تو اللہ تعالیٰ کے حقوق کو بزرگ و برتر سمجھ نہ کہ تو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں صرف کرے اور اس کے حلم سے ناجائز فائدہ اٹھا کر مغرور ہو جائے۔ ہر اس شخص کو عزت کی نگاہ سے دیکھ جس کو تو ہمارے ذکر میں مشغول پائے یا وہ ہماری محبت کا دعوٰی کرے۔ اس میں تیرے لیے کوئی عیب نہیں کہ تو اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھے خواہ وہ اس میں سچا ہو یا جھوٹا اس میں تجھے تیری صدق نیت تجھے نفع دے گی اور جھوٹ کا نقصان پہنچے گا۔

خاتمہ بالخیر اور بدبختی کو نیک بختی میں تبدیل کرنے کے لیے صحیفۂ کاملہ کی گیارھویں دعائے تمجید (یا مَن ذکرہ شرف للذاکرین الخ) کا پڑھنا مفید ہے اور کافی میں مذکور دعائے تمجید کا پڑھنا بھی مفید ہے۔

ذیقعدہ کے یکشنبہ کے لیے وارد شدہ نماز کو اس ذکر شریف کے ساتھ پڑھنا زیادہ مفید ہے:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ٥ (سورہ آل عمران آیت ۸)

تسبیح جناب سیدہ کا پابندی کے ساتھ پڑھنا۔ عقیق کی انگوٹھی پہننا، خصوصًا سرخ عقیق کی اگر اس پر مُحَمَّدٌ نَبِیُّ اللّٰهِ وَعَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰهِ نقش ہو تو اور

بہتر ہے۔

سورہ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ کا ہر جمعہ کو پڑھنا اور اِس دُعا کا نمازِ صبح و نمازِ مغرب کے بعد سات مرتبہ پڑھنا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ؕ

۲۲ر رجب کی شب کو آٹھ رکعت نماز اس طریقہ سے پڑھے کہ ہر رکعت میں اَلْحَمْدُ ایک مرتبہ اور قُلْ یٰۤاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ سات مرتبہ پڑھے۔ فارغ ہونے کے بعد دس مرتبہ درود شریف اور دس مرتبہ استغفار پڑھے۔

سید بن طاؤس نے رسولِ اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ جو شخص ۲ر شعبان کو چار رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ حمد ایک مرتبہ اور سورہ توحید پچاس مرتبہ پڑھے تو حق تعالیٰ اس کی روح کو بڑی نرمی کے ساتھ قبض کرے گا اُس کی قبر کشادہ ہو گی اور وہ اپنی قبر سے اس طرح اٹھے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہو گا اور کلمۂ شہادت زبان پر جاری ہو گا۔

یہ نماز بعینہٖ نمازِ حضرت امیرالمومنینؑ کی طرح ہے جس کے فضائل بے شمار ہیں۔

میں اس جگہ پر چند حکایات کا تذکرہ مناسب اور موزوں سمجھتا ہوں۔

حکایتِ اوّل

فضیل بن عیاض سے جو صوفیاء میں سے تھے، منقول ہے کہ اس کا ایک فاضل شاگرد تھا، وہ ایک دفعہ جب بیمار ہوا، نزع کے وقت فضیل اس کے سرہانے آکر بیٹھ گیا اور سورہ یٰسین کی تلاوت شروع کی۔ اس مرنے والے شاگرد نے کہا، اے استاد اس سورہ کو مت پڑھو، فضیل نے سکوت اختیار کیا پھر اسے کلمۂ توحید

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنے کو کہا مگر اس نے پڑھنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں اس سے بیزار ہوں العیاذ باللہ اور وہ اسی حال میں مر گیا۔ فضیل یہ حالت دیکھ کر سخت برہم ہوا اور اپنے گھر چلا گیا اور پھر باہر نہ نکلا۔ فضیل نے اپنے اس شاگرد کو خواب میں دیکھا کہ ملائکہ عذاب اسے جہنم کی طرف کھینچ کر لیے جا رہے ہیں۔ فضیل نے اس سے پوچھا: تو تو میرے فاضل شاگردوں میں سے تھا، تجھے کیا ہوا کہ خداوند تعالیٰ نے تجھ سے معرفت کا خزانہ چھین لیا اور تیرا انجام برا ہوا۔ اس نے جواب دیا، اس کی تین وجوہات ہیں جو مجھ میں تھیں:

اوّل چغلخوری، وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ ؕ "ہلاکت ہے ہر چغل خور طعنہ باز کے لیے"۔

دوم حسد کرنا: اَلْحَسَدُ یَاکُلُ الْاِیْمَانَ کَمَا تَاکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔ "حسد ایمان کو اس طرح کھاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو"۔ (اصول کافی)

سوم نکتہ چینی کرنا: وَالْفِتْنَۃُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ "فتنہ قتل سے بھی زیادہ بڑا ہے"۔ مجھے ایک بیماری تھی جس کے لیے ڈاکٹر نے یہ تجویز کیا تھا کہ میں ہر سال ایک پیالہ شراب پیا کروں، اگر یہ نہ پیا تو بیماری نہیں چھوڑے گی۔ لہٰذا میں طبیب کی ہدایت کے مطابق شراب پیتا رہا۔ ان ہی تین وجوہات کی بنا پر جو مجھ میں تھیں میرا انجام برا ہوا اور مجھے اس حالت میں موت آگئی۔

مجھے اس حکایت کے ذیل میں اس واقعہ کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے جو شیخ کلینیؒ نے ابو بصیر سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ام خالد بن معبد یہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرا علاج نبیذ تجویز کیا ہے جو ایک قسم کی شراب ہے اور میں جانتی تھی کہ آپ اس سے کراہت کرتے ہیں لہٰذا میں نے آپ سے اس معاملہ

میں دریافت کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔ آپ نے فرمایا تجھے اس کے پینے سے کس بات
نے روکا۔ عرض کرنے لگی کیونکہ میں دینی معاملات میں آپ کی مقلد ہوں، اس وجہ سے
بروز قیامت یہ کہہ سکوں کہ جعفر بن محمد نے مجھے حکم دیا تھا یا منع فرمایا تھا۔ امام
علیہ السلام ابو بصیر کی طرف مخاطب ہوئے۔ اے ابو محمد کیا تو اس عورت کی بات اور
مسئلہ کی طرف دھیان نہیں دیتا۔ پھر اس عورت سے فرمایا، خدا کی قسم میں تجھے اس
میں سے ایک قطرہ بھی پینے کی اجازت نہیں دیتا ایسا نہ ہو کہ تو اس کے پینے سے اس
وقت پشیمان ہو جب کہ تیری جان یہاں تک پہنچے اور گلے کی طرف اشارہ فرمایا اور یہ
تین مرتبہ فرمایا۔ پھر اس عورت سے فرمایا کیا تو اب سمجھ گئی کہ میں نے کیا کہا۔

حکایت دیگر

شیخ بہائی عطر اللہ مرقدہٗ کشکول میں ذکر فرماتے ہیں کہ ایک شخص جو پروردۂ
عیش و عشرت تھا جب مرنے کے قریب ہوا تو اسے کلمۂ شہادتین کی تلقین کی گئی
مگر اس نے بجائے شہادتین کے یہ شعر پڑھا:

یَا رُبَّ قَائِلَةٍ یَوْمًا وَقَدْ تَعِبَتْ
اَیْنَ الطَّرِیْقُ اِلٰی حَمَّامِ مَنْجَابٖ

"کہاں ہے وہ عورت جو ایک دن تھکی ماندی خستہ حالت میں جا رہی تھی
کہ اس نے مجھ سے پوچھا کہ حمام منجاب کا رستہ کون سا ہے"

اس کا اس شعر کو پڑھنے کا سبب یہ تھا کہ ایک روز ایک پاک دامن اور
خوبصورت عورت اپنے گھر سے نکلی کہ وہ مشہور و معروف حمام مَنجاب کی طرف
جائے مگر وہ حمام کا راستہ بھول گئی اور راستہ چلنے کی وجہ سے اس کی حالت بُری
ہو رہی تھی کہ ایک شخص کو مکان کے دروازے پر دیکھا۔ اس عورت نے اُس

شخص سے حمام منجاب کا راستہ پوچھا۔ اس نے اپنے گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
کہا کہ حمام منجاب یہی ہے۔ وہ پاک دامن اس مکان کو حمام سمجھ کر داخل ہوئی
اس شخص نے فوراً مکان کا دروازہ بند کر لیا اور اس سے زنا کی خواہش کی۔ وہ
بیکس عورت سمجھ گئی کہ اب وہ اس کی گرفت سے بغیر کسی تدبیر کے نہیں بچ سکتی۔
لہٰذا کمال رغبت اور دلچسپی کا اظہار کیا اور کہا کہ میرا بدن گندہ اور بدبودار ہے، میں
نے اسی وجہ سے نہانے کا ارادہ کیا تھا۔ اب بہتر یہ ہے کہ آپ میرے لیے عطر اور
بہترین خوشبو لائیں تاکہ میں آپ کے لیے اپنے آپ کو معطر کروں نیز کچھ کھانا بھی مہیا
کریں تاکہ دونوں مل کر کھائیں۔ ہاں جلدی آنا کیونکہ میں آپ کی سخت مشتاق ہوں۔
جب اس شخص نے اس کو اپنا سخت مشتاق پایا تو مطمئن ہو کر اسے اپنے مکان پر
بٹھایا اور خود کھانا اور عطر لانے کے لیے باہر نکلا۔ جوں ہی اس نے اپنا قدم باہر رکھا
وہ عورت بھی گھر سے بھاگ نکلی اور اس کے چنگل سے نجات پائی۔ جب وہ شخص
واپس آیا تو عورت کو نہ پا کر کفِ افسوس ملنے لگا۔ اب جب اس مرد کا احتضار کا
وقت آیا تو اسی عورت کا خیال اس کے دل میں تھا اور اس گزشتہ واقعہ کو کلمۂ توحید
کی بجائے ایک شعر میں بیان کرتا ہے۔

اے برادر! اس حکایت پر غور کر کہ ایک گناہ کے ارادے نے اس مرد
کو مرتے وقت کلمہ شہادت کے اقرار سے کس طرح برگشتہ کیا حالانکہ اس سے وہ فعل
سرزد نہیں ہوا۔ سوائے اس کے کہ اس نے عورت کو زنا کے ارادے سے اپنے
گھر میں داخل کیا اور زنا کا ارتکاب نہیں کیا۔ اسی طرح کی اور بہت سی حکایات ہیں۔
شیخ کلینی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ
نے فرمایا، جو شخص زکوٰۃ کی ایک قیراط بھی روکے اسے اختیار ہے کہ مرتے وقت
یہودی مرے یا نصرانی۔ (قیراط اکیس ۲۱ دینار کا ہوتا ہے) اور اسی مضمون کی روایت

اس شخص کے بارے میں بھی ہے جو باوجود استطاعت کے مرتے دم تک حج ادا نہ کرے۔

لطیفہ: کسی عارف سے منقول ہے کہ وہ ایک محتضر کے پاس پہنچے۔ حاضرین نے ان سے التجا کی کہ وہ اس محتضر کو تلقین کریں۔ اس نے محتضر کو یہ رباعی پڑھنے کو کہا:

گر من گنہ جملہ جہاں کردستم — لطف تو امید است گیرد دستم
گوئے کہ بوقت عجز دستت گیرم — عاجز تر ازایں مخواہ کاکنوں ہستم

"اگرچہ میں نے تمام دنیا جہاں کے گناہ کر ڈالے لیکن مجھے امید ہے کہ تیری رحمت میرا دامن پکڑ لے گی، تو کہتا ہے کہ میں عاجزی کے وقت ہاتھ پکڑ لیتا ہوں اس وقت جس قدر میں عاجز ہوں اس سے زیادہ اور کوئی عاجز نہ ہوگا۔"

موت کے بعد قبر تک

روح قبض ہونے کے بعد روح بدن کے اوپر ٹھہری رہتی ہے۔ پھر مومن کی روح کو فرشتے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور کافر کی روح کو نیچے لے جاتے ہیں۔ مومن کے جنازہ کو جب اُٹھایا جاتا ہے تو آواز آتی ہے مجھے جلدی جلدی منزل تک پہنچاؤ اور اگر کافر ہے تو کہتا ہے مجھے قبر میں لے جانے کے لیے جلدی نہ کرو۔ غسل کے وقت مومن فرشتوں کے جواب میں کہتا ہے جو پوچھتے ہیں کہ کیا تو واپس دنیا میں اپنے اہل و عیال کے پاس جانا چاہتا ہے؟ یہ کہتا ہے میں نہیں چاہتا کہ دوبارہ سختی اور مصائب و آلام کی طرف واپس جاؤں۔

میت کی روح غسل اور تشیع جنازہ کے وقت حاضر ہوتی ہے غسال کو دیکھتی ہے اور بعض روایات میں ہے کہ غسل دیتے وقت اور لٹاتے وقت میت کو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کسی نے بالاخانے سے نیچے گرا دیا اور غسال کے سخت ہاتھ

ایسے محسوس ہوتے ہیں گویا اس کے جسم کو پیٹا جا رہا ہے۔ لہٰذا غسال کو چاہیے کہ وہ نرم ہاتھ لگائے تاکہ تکلیف نہ ہو۔

میت حاضرین کی باتوں کو سنتی ہے اور ان کی شکلوں کو پہچانتی ہے اس لیے چاہیے کہ میت کے اطراف و جوانب میں جمع ہونے والے لوگ زیادہ باتیں نہ کریں اور آمد و رفت زیادہ نہ کریں۔ حائضہ اور نفسا اور جنبی حضرات میت کے پاس جمع نہ ہوں کیونکہ یہ تمام باتیں ملائکہ رحمت کی نفرت کا موجب ہیں بلکہ ایسے کام کرنے چاہئیں جو نزول رحمت پروردگار کا باعث ہیں۔ جیسے یادِ خدا اور تلاوتِ کلام پاک وغیرہ۔ احتضار، غسل و کفن اور دفن کے وقت مذہبی رسوم اور مستحبات کی رعایت ضرور کرنی چاہیے۔

بعض اخبار میں محدثین نے فرمایا ہے کہ دفن کرنے کے بعد روح بدن سے دوبارہ تعلق پیدا کرتی ہے اور جب مشایعت کرنے والوں کو واپس گھروں کو جاتے دیکھتی ہے تو سمجھ لیتی ہے کہ تنہا چھوڑے جا رہے ہیں اور بے آرام ہو جاتی ہے حسرت بھری نگاہ کرتی ہے کہ جس اولاد کو تکلیف کے ساتھ پالا تھا پشت پھیر کر جا رہی ہے اب سوائے اعمال کے کوئی مونس و غمخوار نہیں ہے۔

سب سے پہلی بشارت جو مومن کو قبر میں دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اے مومن! خدا نے تجھے اور تیرے جنازہ کی مشایعت کرنے والے مومنین کے تمام گناہ بخش دیے ہیں۔

فصلِ دوم

قبر

آخرت کے ہولناک سفر کی منازل میں سے ایک منزل قبر ہے جو ہر روز ندا دیتی ہے: اَنَا بَیْتُ الْغُرْبَۃِ "میں غربت کا گھر ہوں" اَنَا بَیْتُ الْوَحْشَۃِ "میں ڈراونا گھر ہوں" اَنَا بَیْتُ الدُّوْدِ "میں کیڑوں کا گھر ہوں"۔ اس منزل میں بڑی دشوار گذار گھاٹیاں ہیں اور بڑے ہولناک مقامات ہیں۔ میں اس جگہ پر چند ہولناک مقامات کا تذکرہ کروں گا۔

عقبۂ اوّل

وحشتِ قبر

کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے جب میت کو قبر کے پاس لایا جائے تو فوراً اسے قبر میں نہیں اتارنا چاہیے۔ اس میں شک نہیں کہ قبر بڑی ہولناک جگہ ہے اور صاحب قبر خدا تعالیٰ کے خوف معلومہ سے پناہ مانگتا ہے میت کو تھوڑی دیر کے لیے قبر سے کچھ دور رکھ دینا چاہیے تاکہ میت کچھ سستا کر قبر کی خوفناک منزل کے لیے ہمت اور طاقت پیدا کر سکے۔ پھر تھوڑا چل کر رک جانا چاہیے تب قبر کے پاس لے جایا جائے۔

مجلسیؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں اگرچہ انسان کی روح بدن سے جدا ہو جاتی ہے اور روح حیوانی ختم ہو جاتی ہے لیکن نفس ناطقہ زندہ ہوتا ہے اور اس کا تعلق کُلّی طور پر بدن سے منقطع نہیں ہوتا۔

قبر کی تاریکی، سوالات مُنکر و نکیر، فشارِ قبر اور دوزخ کا عذاب ہولناک مراحل ہیں۔ اس لیے دوسروں کے لیے باعثِ عبرت ہے کہ میت کے حالات میں غور و فکر کریں کیونکہ کل یہی مراحل اسے بھی درپیش ہوں گے۔ ایک حدیثِ حسن میں یونس سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے سنا کہ ہر اس گھر کا دروازہ جس کا میں خیال کرتا ہوں وہی گھر میرے لیے تنگ ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا اور یہ اس لیے کہ جب تو میت کو قبر کے پاس لے جائے اسے تھوڑی سی مہلت دے تاکہ وہ منکر و نکیر کے سوالات کے لیے استطاعت پیدا کر سکے۔ انتہیٰ

برار بن عازب سے جو مشہور صحابی تھے، منقول ہے کہ میں ایک مرتبہ رسولِ اکرمؐ کے پاس بیٹھا تھا کہ آپ کی نظر ایک مجمع پر پڑی جو ایک جگہ جمع تھے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا یہ لوگ یہاں پر کیوں جمع ہو گئے ہیں؟ لوگوں نے عرض کی کہ یہ قبر کھودنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ برار کہتا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے قبر کا نام سنا تو جلدی جلدی ان کی طرف چل دیے اور وہاں پہنچ کر قبر کے ایک کنارے پر بیٹھ گئے اور میں آپ کے بالمقابل دوسرے کنارے پر بیٹھ گیا تاکہ میں دیکھ سکوں کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا آپ اس قدر روئے کہ آپ کا چہرۂ مبارک تر ہو گیا پھر ہماری طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

اِخْوَانِي لِمِثْلِ هٰذَا فَاَعِدُّوْا

یعنی "اے میرے بھائیو! اسی مثل مکان کے لیے تیاری کرو"۔

شیخ بہائی سے منقول ہے کہ انھوں نے چند حکماء کو دیکھا جنھیں مرتے وقت

سوائے حسرت و یاس کے اور کچھ میسر نہ ہوا۔ اس مرنے والے سے پوچھا گیا کہ تیرا یہ حال جو ہم دیکھ رہے ہیں کس وجہ سے ہے۔ اس محتضر نے جواب دیا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا گمان کرتے ہیں جو ایک طویل سفر پر بغیر زادِ راہ کے چلا جائے اور بغیر کسی مونس و غمخوار وحشتناک قبر میں سکونت کرے اور حاکم عادل کے سامنے بغیر کسی دلیل کے پیش ہو۔

قطب راوندی سے منقول ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنی والدہ حضرت مریمؑ کو ان کی وفات کے بعد صدا دے کر کہا اے امی! میرے ساتھ کلام کرو۔ کیا آپ دنیا میں واپسی کی خواہش مند ہیں تو حضرت مریمؑ نے جواب دیا ہاں! اس لیے کہ لمبی سرد راتوں میں نماز پڑھوں اور لمبے گرم دنوں میں روزہ رکھوں۔ اے جانِ من! یہ راستہ سخت دردناک ہے۔

منقول ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے حضرت امیر المومنینؑ کو وصیت کی تھی کہ جب میں رحلت کر جاؤں تو آپ ہی مجھے غسل و کفن دیجیے گا اور خود ہی نماز جنازہ پڑھ کر قبر میں اتاریے گا اور لحد میں لٹا کر میرے اوپر مٹی ڈالیے گا۔ پھر میرے سرہانے میری صورت کے بالمقابل بیٹھ کر میرے لیے قرآن خوانی کیجیے گا اور میرے لیے زیادہ دعا کیجیے گا کیونکہ یہ ایسا وقت ہوتا ہے جس میں مُردہ زندہ کے انس و محبت کا محتاج ہوتا ہے
جب جناب فاطمہؑ بنت اسد کا انتقال ہوا تو مولا امیر المومنینؑ روتے ہوئے سرورِ کائنات کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ رسولِ خدا نے فرمایا میری والدہ دنیا سے گذر گئی کیونکہ ان کا پیغمبر خدا سے عجیب تعلق تھا۔ کچھ مدت حضور کو ماں کی طرح رکھا حضورؐ نے اپنے پیراہن میں کفن دیا کچھ دیر قبر میں لیٹ کر دعا کرتے رہے، دفن کرنے کے بعد حضور کچھ دیر قبر پر کھڑے رہے، پھر آواز دی ابنکِ ابنکِ لا عقیل وَ لَا جعفر حضور سے پوچھا ان اعمال کی وجہ کیا

ہے؟ تو آپ نے فرمایا ایک دن بروز قیامت برہنہ اٹھنے کا ذکر ہوا تو فاطمہ بہت روئیں اور مجھ سے کہا کہ اپنے پیراہن میں کفن دیجیے گا اور فشار قبر سے ڈرتی تھیں اس لیے میں خود قبر میں لیٹ گیا اور دعا کی تاکہ پروردگار عالم ان کو فشار قبر سے امان دے اور یہ جو میں نے کہا ہے (ابنکِ ....) یہ اس وجہ سے تھا کہ منکر و نکیر نے سوال کیا خدا کون ہے؟ جواب دیا اللہ۔ پھر پیغمبر کے متعلق پوچھا تو جواب دیا محمد صلعم۔ جب امام کے متعلق سوال ہوا تو فاطمہؑ جواب نہ دے سکیں (معلوم ہوتا ہے خم غدیر پر خلافتِ علیؑ کے اعلان صریح سے قبل فوت ہوئیں) تو میں نے کہا کہو علیؑ آپ کا بیٹا علیؑ نہ کہ جعفر اور نہ ہی عقیل۔ جناب فاطمہؑ اس جلالت شان کی مالک کہ تین دن تک حضرت علیؑ کی پیدائش کے وقت خانہ کعبہ کے اندر پروردگار عالم کی مہمان رہیں امیر المومنین جیسے معصوم و مطہر بچے کی پرورش کا محل آپ کا بدن رہا اور آپ دوسری عورت تھیں جو پیغمبر پر ایمان لائیں۔ اتنی عبادات کے باوجود ان عقبات سے ڈرتی رہیں اور رسول اکرمؐ نے ان کے ساتھ اس قدر مہربانی فرمائی۔ اتنے واقعات کے ہوتے ہوئے بھی ہم اپنے حالات کی فکر نہیں کرتے اور فشار قبر اور قیامت کے روز کی برہنگی کا غم نہیں کرتے۔ (معاذ)

سید بن طاؤس علیہ الرحمۃ نے حضرت رسول اکرم صلعم سے روایت کی ہے کہ میت پر قبر میں پہلی رات سے زیادہ سخت گھڑی کوئی اور نہیں ہوتی لہٰذا اپنے مردوں پر صدقہ کے ذریعہ رحم کرو۔ اگر تمہارے پاس صدقہ دینے کے لیے کوئی چیز موجود نہیں ہے تو تم میں سے کوئی شخص میت کے لیے دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ رکعت اول میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور دو مرتبہ قل ھو اللہ احد اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ ایک مرتبہ اور سورہ الھٰکم التکاثر دس مرتبہ پڑھے۔ پھر سلام پڑھ کر نماز کو ختم کرے اور اس طرح کہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ ابْعَثْ ثَوَابَھَا
اِلٰی قَبْرِ ذٰلِكَ الْمَیِّتِ فُلَانِ بن فُلَان۔

اللہ تعالیٰ اسی وقت اس میت کی قبر پر ایک ہزار ملائک کو لباس اور بہشتی حُلّے
دے کر بھیجتا ہے اور اس کی قبر کو صور پھونکنے (قیامت) تک وسیع اور فراخ کر دیتا
ہے اور نماز پڑھنے والے کو بے شمار نیکیاں عطا کرتا ہے اور اس کے لیے چالیس
درجے بلند فرماتا ہے۔

نماز دیگر :- قبر میں پہلی رات کے خوف کو دور کرنے کے لیے دو رکعت نماز
ہدیۂ میت اس طرح پڑھو کہ پہلی رکعت میں سورۂ حمد اور آیۃ الکرسی ایک مرتبہ،
دوسری رکعت میں سورہ حمد کے بعد دس مرتبہ سورہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ پڑھو اور
جب سلام پڑھ لیا جائے تو کہو: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ
ابْعَثْ ثَوَابَھَا اِلٰی قَبْرِ فُلَان اور اس جگہ میت کا نام لو۔

حکایت

میرے استاد ثقۃ الاسلام نوری نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے استاد معدن الفضائل
والمعالی مولانا الحاج ملا فتح علی سلطان آبادی عطر اللہ مضجعہ سے دار السلام میں نقل
فرمایا ہے کہ میری عادت تھی کہ میں جب بھی محبانِ اہل بیتؑ میں سے کسی کی وفات
کی خبر سنتا تو اس کے لیے دفن کی پہلی رات کو دو رکعت نماز پڑھتا چاہے مرنے والا
میرے واقف کاروں میں سے ہوتا یا کوئی دوسرا۔ اور میرے سوا کسی شخص کو میری
اس عادت کا علم نہ تھا۔ ایک روز میرے دوستوں میں سے ایک شخص مجھے راستہ
میں ملا اور مجھ سے کہا کہ میں نے کل رات خواب میں ایک شخص کو دیکھا جس نے ان ہی
ایام میں وفات پائی تھی۔ میں نے اس سے موت کے بعد کے حالات دریافت کیے

تو اس نے مجھے جواب دیا کہ میں سختی اور بلا میں گرفتار تھا اور ابھی سزا بھگت ہی رہا
تھا کہ فلاں شخص کی میرے لیے پڑھی ہوئی دو رکعت نماز میرے لیے نجات کا باعث
بنی اور اس نے آپ کا نام لیا اور کہا کہ خدا اس احسان کے بدلے اس کے باپ پر رحمت
کرے جو اس نے مجھ پر کیا۔ ملا فتح علی مرحوم نے اس وقت فرمایا کہ اس شخص نے مجھ
سے اس نماز کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کون سی نماز ہے؟ میں نے اسے اپنی عادت سے
آگاہ کیا جس کو میں نے مردوں کے لیے اپنایا تھا۔ اور نماز ہدیۂ میت کی ترکیب بتائی۔

وہ چیزیں جو وحشت قبر کے لیے مفید ہیں

ان میں سے یہ ہے کہ نماز کا رکوع مکمل کرتا ہو، چنانچہ حضرت امام محمد باقرؑ سے
مروی ہے کہ جو شخص نماز میں رکوع مکمل ادا کرتا ہو، اس کی قبر میں وحشت داخل نہ ہوگی
اور جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ ہر روز سو مرتبہ پڑھے، وہ
جب تک زندہ رہے گا فقر و فاقہ سے محفوظ رہے گا اور وحشتِ قبر سے مامون رہے گا
اور وہ تونگر ہو جائے گا۔ اس کے لیے بہشت کے دروازے کھول دیے جائیں گے چنانچہ
ایک روایت میں وارد ہے کہ جو شخص سورہ یٰسین کو سونے سے قبل پڑھے نیز نماز
لیلۃ الرغائب پڑھے وہ وحشتِ قبر سے محفوظ رہے گا۔ میں نے اس نماز کے فضائل
کو مفاتیح الجنان میں ماہِ رجب کے اعمال کے ذیل میں درج کیا ہے۔ منقول ہے جو
شخص ماہ شعبان میں بارہ دن روزہ رکھے تو اس کی قبر میں ہر روز ستر ہزار فرشتے
قیامت تک زیارت کے لیے آتے رہتے ہیں اور جو شخص کسی کی عیادت کرتا ہے تو
اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک فرشتے کو موکل کرتا ہے جو محشر تک اس کی قبر میں عیادت
کرتا ہے۔ ابو سعید خدری سے منقول ہے کہ میں نے حضرت رسولِ اکرمؐ کو حضرت علیؑ
سے فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا اے علی! اپنے شیعوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے

لیے موت کے وقت مایوسی، وحشتِ قبر اور محشر کا غم نہیں ہوگا۔

عقبۂ دوم

تنگی و فشارِ قبر

یہ وہ عقبہ ہے جس کا محض تصور ہی انسان کو دنیا میں بے چین کرنے کے لیے کافی ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

يَا عِبَادَ اللّٰهِ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ لِمَنْ لَا يُغْفَرُ لَهُ أَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ الْقَبْرُ فَاحْذَرُوْا ضِيقَهُ وَضَنْكَهُ وَظُلْمَتَهُ وَغُرْبَتَهُ إِنَّ الْقَبْرَ يَقُوْلُ كُلَّ يَوْمٍ أَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ أَنَا بَيْتُ الْوَحْشَةِ أَنَا بَيْتُ الدُّوْدِ وَالْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ إِلَى أَنْ قَالَ وَإِنَّ مَعِيشَةَ الضَّنْكِ الَّتِي حَذَّرَ اللّٰهُ مِنْهَا عَدُوَّهُ عَذَابُ الْقَبْرِ إِنَّهُ يُسَلِّطُ عَلَى الْكَافِرِ فِي قَبْرِهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ تِنِّينًا فَيَنْهَشْنَ لَحْمَهُ وَيَكْسِرْنَ عَظْمَهُ يَتَرَدَّدْنَ عَلَيْهِ كَذٰلِكَ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُ لَوْ أَنَّ تِنِّينًا مِنْهَا نَفَخَ فِي الْأَرْضِ لَمْ تُنْبِتْ زَرْعًا يَا عِبَادَ اللّٰهِ إِنَّ أَنْفُسَكُمُ الضَّعِيفَةَ وَأَجْسَادَكُمُ النَّاعِمَةَ الرَّقِيقَةَ الَّتِي يَكْفِيهَا الْيَسِيرُ تَضْعُفُ عَنْ هٰذَا۔

"اے اللہ کے بندو! موت کے بعد قبر میں جو کچھ اس شخص کے ساتھ ہوگا جس کے گناہ معاف نہ ہوں گے وہ موت سے زیادہ سخت ہے، اس کی

تنگی، فشار، قید اور تنہائی سے ڈرو۔ بے شک قبر ہر روز کہتی ہے میں تنہائی کا گھر ہوں، ہولناک گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں اور قبر یا تو جنت کے باغات میں ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے گڑھا۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا بے شک قبر کی وہ زندگی جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن کو عذابِ قبر سے یاد کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ کافر پر ننانوے اژدھے اس کی قبر میں مسلط کرے گا جو اس کے گوشت کو نوچ لیں گے اور اس کی ہڈیوں کو توڑ ڈالیں گے اور قیامت تک اسی طرح بار بار کرتے رہیں گے۔ اگر ان میں سے ایک اژدہا زمین کی طرف سانس لے ڈالے تو زمین پر کوئی سبزہ نہ اُگنے پائے۔ اے اللہ کے بندو! تمہارے نفس کمزور اور تمہارے جسم نازک ہیں جن کے لیے کمزور ترین اژدہا بھی کافی ہے۔"

روایت میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ رات کے آخری حصہ میں نیند سے بیدار ہوکر اپنی آواز کو اتنا بلند کرتے کہ اہل خانہ اس آواز کو سنتے اور آپ فرماتے:

اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى هَوْلِ الْمُطَّلَعِ وَوَسِّعْ عَلَيَّ ضِيْقَ الْمَضْجَعِ وَارْزُقْنِي خَيْرَ مَا قَبْلَ الْمَوْتِ وَارْزُقْنِي خَيْرَ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔

اور آپ کی ادعیہ میں سے یہ دعا بھی ہے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِي فِي الْمَوْتِ اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى سَكَرَاتِ الْمَوْتِ اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى غَمِّ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ضِيْقِ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى وَحْشَةِ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ زَوِّجْنِي مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ۔

موجباتِ فشارِ قبر

پیشاب کی نجاست سے عدم احتراز یا اس کی نجاست کو معمولی سمجھنا نکتہ چینی کرنا، غیبت کرنا اور رشتہ داروں سے قطع تعلقی کرنا عذاب قبر کا باعث ہیں۔

حضرت سعد بن معاذ انصار کے رئیس تھے۔ رسول خدا صلعم اور مسلمین کے نزدیک اتنے محترم تھے کہ جب وہ سوار ہو کر آتے تو رسول خدا صلعم مسلمانوں کو اُن کے استقبال کا حکم فرماتے۔ خود پیغمبرؐ خدا اس کے وارد ہونے پر کھڑے ہو جاتے۔ یہودیوں کے ساتھ جنگ کے وقت جہاد میں جانا ان کے لیے لازم نہ تھا ستر ہزار فرشتوں نے ان کے جنازہ کی مشایعت کی اور رسولؐ خدا پا برہنہ اوّل سے آخر تک جنازہ کے ساتھ رہے اور کندھا دیا اور فرمایا کہ ملائکہ کی صفیں نماز جنازہ کے وقت موجود تھیں اور میرا ہاتھ جبرئیل کے ہاتھ میں تھا اور سعد کے جنازہ کی مشایعت کر رہے تھے۔ حضور اکرمؐ کے نزدیک اتنے محترم کہ خود آنحضرتؐ نے ان کو اپنے ہاتھ سے قبر میں اُتارا۔ سعد کی والدہ نے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہا اے سعد! هَنِيئاً لَكَ الْجَنَّةَ بیٹا تجھے جنت مبارک ہو۔ حضرت نے فرمایا کیسے معلوم کیا تیرا فرزند جنتی ہے؟ تیرے بیٹے سعد پر تو فشار قبر ہو رہا ہے۔ اصحاب نے پوچھا یا حضرت کیا سعد بھی فشار قبر میں مبتلا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں سعد پر فشار قبر ہو رہا ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ امام علیہ السلام نے سعد کے فشار قبر کا سبب پوچھا تو آپؑ نے فرمایا اپنے اہل و عیال کے ساتھ بد خلقی کیا کرتا تھا اس وجہ سے فشار قبر ہے (پناہ بخدا) (خزینۃ الجواہر)

غور کا مقام ہے کہ اتنا محترم صحابی بھی فشارِ قبر سے نہیں بچ سکا۔

ایک روایت کے مطابق فشار قبر ان چیزوں کا کفارہ ہے جن کو مومن ضائع کر دیتا ہے۔ شیخ صدوقؒ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عالم کو قبر میں کہا گیا کہ ہم تجھے بطور عذاب خداوندی ایک سو تازیانے ماریں گے اس نے کہا مجھ میں اس کے برداشت کی طاقت نہیں، وہ کم کرتے گئے یہاں تک کہ ایک کوڑے تک پہنچے اور کہا کہ اب ایک تازیانہ کے علاوہ چارہ نہیں۔ اس نے کہا یہ عذاب مجھے کس وجہ سے ہو گا۔ فرشتوں نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نے ایک روز بغیر وضو کے نماز پڑھی تھی اور ایک بوڑھے آدمی کے پاس سے گزرا مگر اس کی امداد نہ کی۔ بس اسے عذاب خدا کا ایک تازیانہ مارا گیا اور اس کی قبر آگ سے پُر ہو گئی۔ نیز آنحضرتؐ سے روایت ہے کہ جب کوئی مومن باوجود قدرت کے اپنے مومن بھائی کی حاجت پوری نہیں کرتا تو حق تعالیٰ اس کی قبر میں اس پر ایک بہت بڑا اژدہا مسلط کرے گا جس کا نام شجاع ہے جو کہ ہمیشہ اس کی انگلیوں کو کاٹتا رہے گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ وہ اس کی انگشت شہادت کو قیامت تک کاٹتا رہے گا خواہ اس کا یہ گناہ اس نے بخش دیا ہو عذاب کا مستحق رہے گا۔

کیا غریق اور سولی چڑھنے والے کے لیے فشار قبر ہے؟

کلینیؒ یونس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ جس شخص کو سولی پر چڑھایا گیا ہو کیا اس پر بھی فشار قبر ہوتا ہے (گذشتہ زمانے میں بعض لوگوں کو سولی پر چڑھاتے تھے اور مرنے کے بعد اسے نیچے نہیں اتارا جاتا تھا، چنانچہ حضرت زید شہید تین سال تک برابر سولی پر لٹکے رہے) امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ ہوا کو حکم دیتا ہے اور وہ اسے فشار کرتی ہے۔

دوسری روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ

نے فرمایا ہوا اور زمین کا پروردگار ایک ہے۔ ہوا کو وحی کرتا ہے اور وہ فشار کرتی ہے اور یہ قبر کے فشار سے بھی بدتر ہے۔ اسی طرح دریا میں غرق ہونے والے یا جس کو درندے کھا گئے ہوں فشار قبر ہوتا ہے۔

نعمات خداوندی کا ضیاع اور کفرانِ نعمت بھی فشار قبر ہے۔

وہ اعمال جو عذابِ قبر سے نجات دیتے ہیں

یہ بہت سے اعمال ہیں۔ میں اس جگہ پر ان میں سے صرف سترہ کے ذکر پر اکتفا کروں گا۔

۱۔ حضرت امیرالمومنینؑ سے روایت ہے کہ جو شخص ہر جمعہ کو سورہ نساءٓ کی تلاوت کرتا ہے وہ فشارِ قبر سے محفوظ رہے گا۔

۲۔ روایت ہے کہ جو شخص سورہ زخرف کی تلاوت کرتا ہے حق تعالیٰ اسے قبر میں حشرات الارض اور فشارِ قبر سے محفوظ رکھے گا۔

۳۔ جو شخص سورہ نٓ والقلم کو نماز فریضہ یا نافلہ میں پڑھتا ہے حق تعالیٰ اسے فشار قبر سے پناہ دے گا۔

۴۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے جو شخص زوال روز پنجشنبہ اور زوال جمعہ کے درمیان فوت ہو جائے اللہ تعالیٰ اسے فشار قبر سے محفوظ رکھے گا۔

۵۔ حضرت امام رضاؑ سے منقول ہے کہ نماز شب تمھارے لیے مستحب ہے جو شخص رات کے آخری حصہ میں اٹھ کر آٹھ رکعت نماز شب، دو رکعت نماز شفع، ایک رکعت نماز وتر اور قنوت میں ستر مرتبہ استغفار پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے عذابِ قبر اور عذابِ جہنم سے محفوظ رکھے گا، اس کی عمر دراز اور روزی فراخ ہوگی۔

۶۔ حضرت رسول اکرمؐ سے منقول ہے کہ جو شخص سوتے وقت سورہ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُر پڑھے وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔

۷۔ جو شخص ہر روز دس مرتبہ دعا اَعْدَدْتُ لِکُلِّ ھَوْلٍ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الخ پڑھے، عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔ (یہ دعا پہلے درج کر دی گئی ہے)

۸۔ جو شخص نجف اشرف میں مدفون ہو، کیونکہ وہاں کی زمین کی یہ خاصیت ہے کہ جو شخص بھی اس میں دفن کیا جائے اس سے عذابِ قبر اور سوال منکر و نکیر ساقط ہو جاتا ہے۔

۹۔ میت کے ساتھ جریدتین یعنی دو تر لکڑیوں کا رکھنا عذاب قبر کے لیے مفید ہے۔ روایت ہے کہ میت پر اس وقت تک عذاب قبر نہیں ہوتا جب تک وہ شاخیں تر رہیں۔ روایت ہے کہ حضرت رسول مقبولؐ ایک ایسی قبر کے پاس سے گذرے جس کے میت پر عذاب ہو رہا تھا۔ آپ نے ایک شاخ طلب فرمائی جس کے پتے اکھیڑے گئے تھے۔ اس کو درمیان سے کاٹ کر دو حصّے کیے ایک حصّہ میت کے سرہانے رکھا اور دوسرا میت کے پاؤں کی طرف رکھ دیا۔ نیز قبر پر پانی چھڑکنا بھی مفید ہے کیونکہ روایت میں ہے کہ میت پر اس وقت تک عذاب نہیں ہوتا جب تک قبر کی خاک اس پانی سے تر رہتی ہے۔

۱۰۔ جو شخص رجب کی پہلی تاریخ کو دس رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ حمد کے بعد تین مرتبہ سورۂ توحید پڑھے تو وہ فشار قبر اور عذابِ روزِ قیامت سے محفوظ رہے گا۔ نیز رجب کی پہلی شب کو مغرب کی نماز کے بعد بیس رکعت نماز سورہ حمد اور سورہ توحید کے ساتھ پڑھنا عذابِ قبر کے لیے نافع ہے۔

۱۱۔ ماہ رجب میں چار دن روزہ رکھنا، اسی طرح ماہ شعبان میں بارہ روزے

رکھنا مفید ہے۔

۱۲۔ سورہ تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ کو قبر پر پڑھنا عذابِ قبر سے نجات دیتی ہے۔ چنانچہ قطب راوندی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے ایک جگہ خیمہ لگایا اسے وہاں پر قبر کے وجود کا علم نہ تھا، اس نے سورہ تبارك الذی بیدہ الملك کی تلاوت کی کہ ناگاہ اس نے ایک صدا کو سُنا جو کہہ رہا تھا یہ سورہ نجات دینے والی ہے۔ اس نے اس واقعہ کو حضرت رسولِ اکرمؐ کے پاس بیان کیا۔ آپ نے فرمایا یہ سورہ نجات دہندہ ہے اور عذابِ قبر سے بچاتی ہے۔

شیخ کلینیؒ حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ سورۂ ملک عذابِ قبر سے بچاتی ہے۔

۱۳۔ دعواتِ راوندی سے منقول ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا جو شخص میت کو دفن کرتے وقت قبر کے پاس تین دفعہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اَنْ لَّا تُعَذِّبَ هٰذَا الْمَیِّتِ کہے حق تعالیٰ قیامت تک عذابِ قبر سے محفوظ رکھے گا۔

۱۴۔ شیخ طوسیؒ نے مصباح المتہجد میں حضرت رسولِ اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ جو شخص شب جمعہ کو دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ حمد ایک مرتبہ اور اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ پندرہ مرتبہ پڑھے۔ حق تعالیٰ اسے عذاب قبر اور قیامت کے خوف سے محفوظ رکھے گا۔

۱۵۔ نیمہ رجب کی شب کو تیس رکعت نماز اس طرح پڑھنا کہ ہر رکعت میں سورۂ حمد ایک مرتبہ اور سورۂ توحید دس مرتبہ عذاب قبر کے لیے نافع ہے۔ اسی طرح ۱۶ر اور ۱۷ر رجب کی شب کو یہی نماز پڑھنا مفید ہے۔ نیز پہلی شعبان کی شب کو یہی نماز پڑھنا مفید ہے۔ نیز پہلی شعبان کی شب کو سورہ حمد اور سورۂ توحید کے ساتھ سو رکعت نماز پڑھے اور جب فارغ ہو تو پچاس مرتبہ سورہ توحید پڑھے۔ ایسا ہی ہے ۲۴ر شعبان کی شب کو صد رکعت نماز اس طرح پڑھنا کہ ہر رکعت میں سورہ حمد ایک مرتبہ اذا جاء نصراللّٰہِ دس مرتبہ۔ اور نیمہ رجب کو پچاسؔ رکعت سورہ حمد، سورہ توحید، سورہ فلق اور سورہ والنّاس کے ساتھ پڑھنا عذابِ قبر کے لیے مفید ہے جیساکہ شب عاشورہ سو رکعت پڑھنا۔

۱۶۔ خاکِ شفا یعنی امام حسین علیہ السلام کی مقتل کی خاک۔ قبر اور کفن میں رکھنا اور اعضائے سجدہ پر ملنا۔

۱۷۔ انوار نعمانیہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا اگر چالیس آدمی میت کے پاس حاضر ہو کر کہیں اَللّٰهُمَّ اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْهُ اِلَّا خَیْرًا وَ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنَّا فَاغْفِرْ لَهٗ تو پروردگار عالم اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے گا۔

نیز آپ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جس کے متعلق خلاق عالم نے حضرت داوٗد علیہ السّلام کو وحی فرمائی کہ یہ ریاکار ہے۔ جب وہ عابد فوت ہوا تو حضرت داوٗد علیہ السّلام اس کے جنازے میں شریک نہ ہوئے مگر چالیس آدمیوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور کہا اَللّٰهُمَّ اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْهُ اِلَّا خَیْرًا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنَّا فَاغْفِرْ لَهٗ۔ پھر چالیس آدمی اور آئے اور انھوں نے بھی یہی گواہی دی چونکہ انھیں اس کے باطن کی خبر نہ تھی، حضرت داود علیہ السّلام کو وحی ہوئی کہ تو نے اس پر نماز کیوں نہیں پڑھی۔ آپ نے عرض کی بارِ الٰہا! تو نے ہی تو بتایا تھا کہ یہ عابد ریاکار ہے۔ آواز قدرت آئی وہ خبر درست تھی لیکن لوگوں نے حاضر ہو کر اس کی اچھائی کی گواہی دی لہٰذا میں نے اس کے گناہوں کو بخش دیا۔

یہ خلاق عالم کا فضل وکرم ہے کہ اس نے اپنے بندے کو بغیر کسی استحقاق کے عذاب سے رہا کر دیا۔

اسی وجہ سے نیک لوگ خصوصاً سابقین اپنے کفن کو تیار کر کے اپنے پاس رکھتے تھے اور اپنے مومنین احباب سے اس پر گواہی تحریر کرواتے تھے جب بھی دیکھتے موت کی یاد تازہ ہو جاتی اور آخرت کا خوف بڑھ جاتا۔ ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے اکفان پر گواہی تحریر کروا کر اور مومنین کے دستخط کروانے کے بعد اپنے پاس رکھیں تاکہ یہ گواہی ہماری بخشش کا ذریعہ ہو۔

عقبۂ سوم

منکر و نکیر کا قبر میں سوال

جن چیزوں پر اعتقاد رکھنا مذہب شیعہ کا جزو ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "سوال منکر و نکیر فی القبر حق"۔ مسلمان کے لیے اجمالاً اس کا معتقد ہونا ضروری ہے۔ علامہ مجلسیؒ بحار الانوار اور حق الیقین میں ارشاد فرماتے ہیں کہ احادیثِ معتبرہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سوال اور فشار قبر بدن اصلی اور روح پر ہے۔

قبر میں عقائد اور اعمال کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے۔ یہ سوالات ہر مومن اور کافر سے کیے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں اطفال، دیوانے اور کم عقل بے وقوف لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ زمانۂ برزخ میں ان کے لیے جزا یا سزا نہیں ہے۔

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس اور محبت اہل بیتؑ نیز عمر اور مال کے بارے میں سوال کیے جاتے ہیں جیسا کہ امام زین العابدینؑ سے ایک روایت میں مروی

ہے کہ عقائد اسلامیہ کے بعد دریافت کیا جاتا ہے:

"....عَنْ عُمُرِكَ فِي مَا أَفْنَيْتَهُ وَ مَالِكَ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبْتَهُ وَفِيمَا أَتْلَفْتَهُ"

"...اپنی عمر کو کہاں ضائع کرتا رہا۔ مال کیسے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔"

بعض لوگوں کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں، خوف کی وجہ سے جواب نہیں دے سکتے یا غلط جواب دیتے ہیں اور فرشتوں کے سوال پر کہتے ہیں تم خدا ہو کبھی کہتے ہیں لوگ کہتے تھے محمد اللہ کے رسولؐ ہیں۔ اگر دنیا میں ان عقائد سے واسطہ رہا ہے تو ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے۔ صحیح جواب دینے والے کے لیے قبر کو اس کی حدِ نظر تک وسیع کر دیا جاتا ہے اور عالم برزخ آرام اور نعماتِ خداوندی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گذار دیتا ہے اور فرشتے اسے کہتے ہیں نَمْ نَوْمَةَ الْعَرُوْسِ نوبیاہی عورت کی طرح سو جا۔ (اصول کافی)

اگر کافر اور منافق ہے اور صحیح جواب نہیں دے سکا تو اس کی قبر کی طرف جہنم کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس کی قبر آگ سے پر ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ ۝ فَنُزُلٌ مِنْ حَمِيمٍ ۝ وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ ۝ (سورہ واقعہ آیات ۹۲ تا ۹۴)

"اور اگر جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہے تو (اس کی) مہمانی کھولتا ہوا پانی ہے اور جہنم میں داخل کر دینا۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وارد ہے ان تینوں چیزوں کا منکر ہمارا شیعہ نہیں: (۱) معراج (۲) سوال قبر (۳) شفاعت۔

مروی ہے کہ قبر میں دو فرشتے ایسی ڈراؤنی صورت میں آتے ہیں کہ ان کی

آواز بجلی کی طرح گرج دار اور آنکھیں بجلی کی طرح خیرہ کرنے والی ہوتی ہیں۔ وہ آکر سوال کرتے ہیں:

۱۔ مَنْ رَبُّكَ "تیرا رب کون ہے؟"

۲۔ مَنْ نَبِيُّكَ "تیرا نبی کون ہے؟"

۳۔ مَا دِيْنُكَ "تیرا دین کیا ہے؟"

۴۔ مَنْ اِمَامُكَ "تیرا امام کون ہے؟"

چونکہ اس حالت میں میت کے لیے جواب دینا مشکل ہوتا ہے جیسا کہ گذرا ہے اور وہ مددگار کا محتاج ہوتا ہے اس لیے میت کو دو مقامات پر ان اعتقادات کی تلقین کی جاتی ہے۔

اول: قبر میں اتارنے کے بعد۔ بہتر یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے دائیں کندھے اور بائیں ہاتھ سے بائیں کندھے کو پکڑ کر اس کے نام کے وقت حرکت دے کر تلقین کرے۔

دوم: جب میت کو دفن کر دیا جائے۔ سنت ہے کہ میت کا قریبی رشتہ دار لوگوں کے چلے جانے کے بعد قبر کے سرہانے بیٹھ کر بلند آواز سے تلقین پڑھے۔ بہتر ہے کہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کو قبر پر رکھے اور اپنے منھ کو قبر کے نزدیک لے جائے۔ اگر کسی دوسرے کو تلقین کے لیے نائب مقرر کرے تو یہ بھی درست ہے۔ مروی ہے کہ جب تلقین پڑھی جاتی ہے تو منکر نکیر سے کہتا ہے، آؤ چلیں۔ اس کی حجت کے لیے تلقین پڑھ دی گئی ہے اب پوچھنے کی ضرورت نہیں اور وہ بغیر سوال کیے واپس چلے جاتے ہیں۔

تنبیہ: اگر کوئی یہ کہے کہ تلقین سے مردہ کو کیا فائدہ جبکہ روح نکل چکی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ روح قبر میں حاضر ہوتی ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور وہ ہم سے بہتر کلام کو سمجھتا اور سنتا ہے بلکہ جو بھی اس جگہ پہنچتا ہے اس کے لیے تمام زبانوں کا سمجھنا یکساں ہے عربی ہو یا فارسی کیونکہ محدودیت اس عالم مادی کا نتیجہ ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے کہ جب حضرت ابوذرؓ غفاری کے بیٹے ذر نے وفات پائی تو آپ اس کی قبر کے سرہانے بیٹھ گئے اور اس کی قبر پر ہاتھ پھیر کر کہا اے ذر! خدا تجھ پر رحمت کرے۔ خدا کی قسم تو میری نسبت نیک تھا اور حقوقِ فرزندی کو ادا کرتا رہا۔ اب جبکہ تجھے مجھ سے لے لیا گیا میں تجھ سے خوش ہوں۔ بخدا مجھے تیری جان کا کوئی غم نہیں۔ مجھے اللہ کے سوا کسی سے کوئی حاجت نہیں۔ اگر مجھے مرنے کے بعد پیش آنے والی دشواریوں کا خوف نہ ہوتا تو تیرے بجائے میں خود مرنے کو تیار ہوتا لیکن میں چاہتا ہوں کہ چند روز اور گناہوں کی توبہ اور اس عالم کی تیاری میں صرف کر سکوں۔

بے شک تیری دشواری کے غم نے مجھے تیرا غم کرنے کے بجائے اس چیز میں مشغول کیا ہے کہ ایسی عبادات اور اطاعت کروں جو تیرے لیے مفید ہوں اور اس چیز نے مجھے تیری جدائی میں گھلنے سے باز رکھا۔ خدا کی قسم میں اس لیے غمناک نہیں کہ تو فوت ہو گیا اور مجھ سے جدا ہو گیا بلکہ میں اس لیے غمگین ہوں کہ تجھ پر کیا گذر رہی ہو گی اور تیرا کیا حال ہو گا؟ کاش مجھے علم ہوتا کہ تو نے کیا کہا اور تجھے کیا حکم ملا۔ خداوندا! میں نے اسے وہ تمام حقوق بخش دیے ہیں جو میرے متعلق اس پر واجب تھے اور تو اسے اپنے حقوق معاف فرما جو تو نے اس پر واجب فرمائے تھے کیونکہ تو اپنی بخشش اور سخاوت کے اعتبار سے مجھ سے زیادہ سزاوار ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ جب مومن کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو نماز اس کے دائیں، زکوٰۃ اس کے بائیں طرف اور (بِرّ) نیکی اور احسان اس کے سر پر سایہ فگن ہوتے ہیں اور صبر اس کے قریب ہوتا ہے۔

اور جس وقت دونوں فرشتے سوال کرتے ہیں تو صبر، نماز، زکوٰۃ اور نیکی سے کہتا ہے کہ اپنے مالک کو گھیر لو یعنی میت کی حفاظت کرو۔ جب بھی یہ عاجز ہوتا تھا تو میں ہی اس کے نزدیک ہوتا تھا۔

علامہ مجلسیؒ محاسن میں بسند صحیح امام جعفر صادقؑ و امام محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ جب مومن مرتا ہے تو اس کے ہمراہ چھ صورتیں اس کی قبر میں داخل ہوتی ہیں جن میں سے ایک دوسروں کی نسبت زیادہ نورانی، پاکیزہ اور معطر ہوتی ہے ان میں سے ایک دائیں دوسری بائیں تیسری سامنے چوتھی سر کی طرف پانچویں پاؤں کی طرف کھڑی ہو جاتی ہیں اور جو سب سے زیادہ نورانی ہوتی ہے وہ سر پر سایہ فگن ہوتی ہے۔ جس طرف سے بھی سوال یا عذاب آتا ہے تو اس طرف کھڑی صورت اس کے اور میت کے درمیان حائل ہو کر روکتی ہے۔ نورانی صورت تمام سے مخاطب ہو کر کہتی ہے، خدا تمھیں جزائے خیر دے، تم کون ہو؟ دائیں طرف والی کہتی ہے میں اس کی نماز ہوں، بائیں طرف والی کہتی ہے میں اس کی زکوٰۃ ہوں، چہرہ کے مقابل والی صورت کہتی ہے میں اس کا روزہ ہوں، سر کی طرف والی کہتی ہے میں اس کا حج و عمرہ ہوں اور جو صورت اس کے پاؤں کی طرف ہوتی ہے وہ کہتی ہے میں اس کا وہ احسان ہوں جو یہ مومن بھائیوں سے کرتا تھا۔ یہ تمام صورتیں پوچھتی ہیں کہ تو کون ہے جو ہم سب سے زیادہ نورانی اور خوبصورت ہے؟ وہ جواب دیتی ہے میں ولائے آل محمد صلواۃ اللہ علیہم اجمعین ہوں۔

شیخ صدوقؒ نے ماہِ شعبان کے روزہ کی فضیلت کے بارے میں روایت کی ہے کہ جو شخص اس مہینے میں نو روزے رکھے تو منکر و نکیر سوالات کے وقت اس پر مہربان ہوں گے۔ حضرت امام باقرؑ سے ایک روایت میں اس شخص کے لیے بے شمار فضیلت وارد ہے جو تیئیس رمضان کو شب بیداری کرتے ہوئے

سو رکعت نماز پڑھتا ہے، ان فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ اس سے منکر و نکیر کے خوف کو دور کرتا ہے اور اس کی قبر سے ایک ایسا نور ساطع ہوتا ہے جو تمام دنیا کو منور کر دیتا ہے۔

حضرت رسول اکرمؐ سے روایت ہے کہ خضاب کی چار خاصیتیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ منکر و نکیر اس سے حیا کرتے ہیں۔ اس سے قبل آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ نجف اشرف کی زمین کی یہ خاصیت ہے کہ اس جگہ پر دفن ہونے والے سے منکر و نکیر کا حساب ساقط ہے۔ اس جگہ پر اس کی تائید میں میں حکایت درج کرتا ہوں۔

حکایت

علامہ مجلسیؒ نے تحفہ میں ارشاد القلوب اور فرحۃ الغری سے نقل فرمایا ہے کہ اہل کوفہ میں سے ایک مرد صالح نے کہا کہ میں ایک بارانی رات کو مسجد کوفہ میں موجود تھا کہ ناگاہ حضرت مسلمؑ کی جانب والے دروازے کو دستک دی گئی جوں ہی دروازہ کو کھولا تو ایک جنازہ اندر داخل کیا گیا اور اسے حضرت مسلم کی قبر کی جانب چبوترے پر رکھ دیا۔ ان میں سے ایک پر نیند غالب ہوئی اس نے خواب میں دیکھا کہ دو شخص جنازہ کے پاس آئے ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا میرا اس کے ذمے اس قدر حساب ہے چاہتا ہوں کہ اس کے نجف میں دفن ہونے سے قبل وصول کر لوں کیونکہ میں اس کے بعد اس کے قریب نہیں جا سکوں گا۔ وہ شخص خوف کے مارے بیدار ہوا اور اپنے ساتھیوں سے تمام حقیقت بیان کی۔ انھوں نے اسی وقت جنازہ کو اٹھا کر نجف اشرف کی حدود میں داخل کیا تاکہ حساب اور عذاب سے نجات پائے۔

قُلْتُ وَ لِلّٰهِ دَرُّ مَنْ قَالَ:

إذَا مِتُّ فَادْفِنِّي إلٰى جَنْبِ حَيْدَرٍ — أبِي شَبَّرٍ أكْرِمْ بِهِ وَ شَبِيرٍ
فَلَسْتُ أخَافُ النَّارَ عِنْدَ جِوَارِهِ — وَلَا أتَّقِي مِنْ مُنْكَرٍ وَ نَكِيرٍ
فَعَارٌ عَلٰى حَامِي الْحِمٰى وَهُوَ فِي الْحِمٰى — إذَا ضَلَّ فِي الْبَيْدَاءِ عِقَالُ بَعِيرٍ

میں کہتا ہوں خدا بھلا کرے جس نے کہا کہ:

"جب میں مرجاؤں تو مجھے حضرت علیؑ کے پہلو میں دفن کرنا جو حسنؑ اور حسینؑ کے والد ہیں کیونکہ مجھے ان کے پڑوس میں جہنم کی آگ کا کوئی ڈر نہیں اور نہ ہی منکر اور نکیر کا خوف رکھتا ہوں۔ کیونکہ جب صحرا میں اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو محافظ پر محفوظ چیز کا پیش کرنا عار ہے جب تک وہ اس کی حفاظت میں ہو۔ (حضرت علیؑ کے لیے یہ عار ہے کہ وہ ملائکہ عذاب کے سپرد کر دیں۔)"

حکایت

استاد اکبر محقق بہبہائی سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا یا حضرتؑ! کیا آپ کے قرب میں دفن ہونے والے سے بھی سوال ہو گا۔ آپ نے فرمایا کس فرشتے کی جرأت ہے کہ اس سے سوال کرے۔

امثلہ عرب میں سے ہے:

اَحْمٰى مِنْ مُجِيْرِ الْجَرَادِ۔

یعنی "فلاں آدمی اپنی پناہ میں آنے والے کی حمایت سے، ٹڈی کو پناہ دینے والے سے زیادہ حمایت کرنے والا ہے۔"

اس کا واقعہ یوں ہے کہ ایک آدمی جو قبیلہ طے کے بادیہ نشینوں میں سے تھا

اس کا نام مدلج بن سوید تھا۔ ایک دن اپنے خیمہ میں بیٹھا تھا کہ قبیلہ طے کے ایک گروہ کو آتے ہوئے دیکھا جو اپنا ساز و سامان ساتھ اٹھائے ہوئے تھا۔ اُس نے پوچھا کیا خبر ہے انھوں نے کہا کہ بہت سے ٹڈی دل آپ کے خیمہ کے قریب اترے ہوئے ہیں، ہم انھیں پکڑنے کے لیے آئے ہیں۔ مدلج نے جب ان کا ارادہ معلوم کیا تو فوراً اٹھ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے نیزے کو سنبھال کر کہا خدا کی قسم جو بھی ان ٹڈیوں کو نقصان پہنچائے گا میں اسے قتل کر دوں گا

اَيَكُوْنُ الْجَرَادُ فِي جِوَارِي ثُمَّ تُرِيْدُوْنَ اَخْذَهُ

"یہ ٹڈی دل میری پناہ لیں اور تم انھیں پکڑنے کا ارادہ کرو ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔"

اور وہ مسلسل ان کی حمایت کرتا رہا یہاں تک کہ دھوپ نکل آئی اور وہ ٹڈی دل اُڑ گئے اس وقت اس نے کہا یہ ٹڈی دل میرے پڑوس میں منتقل ہوئے ہیں۔

حکایت

کتاب حبل المتین سے منقول ہے کہ میر معین الدین اشرف نے جو روضہ امام رضا علی ساکنہا آلاف السلام والتحیۃ کے نیک خدّاموں میں سے تھا۔ کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں محافظ خانہ مبارکہ میں ہوں اور تجدید وضو کی خاطر روضہ مبارکہ سے باہر نکلا جوں ہی میں امیر علی شیر کے چبوترہ کے قریب پہنچا تو میں نے ایک بہت بڑی جماعت کو صحن مطہر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا جن کے آگے آگے ایک نورانی اور عظیم الشان ہستی ہے اور ان لوگوں کے ہاتھوں میں بیلچے ہیں۔ جوں ہی وہ صحن مقدس میں پہنچے اس بزرگ نے جو رہنمائی کر رہا تھا ایک خاص قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ اس قبر کو کھود کر خبیث کو باہر نکالو۔ جس

وقت انھوں نے قبر کو کھودنا شروع کیا میں نے ایک شخص کے قریب جاکر پوچھا یہ بزرگوار جنھوں نے حکم دیا ہے کون ہیں؟ اس نے کہا یہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام ہیں۔ اسی حالت میں میں نے دیکھا کہ آٹھویں امام ضامن حضرت امام رضاؑ روضۂ مبارکہ سے باہر تشریف لائے اور خدمت حضرت امیرالمومنینؑ میں پہنچ کر سلام عرض کیا۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے سلام کا جواب دیا۔ امام رضاؑ نے عرض کیا دادا جان! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور امید ہے آپ اس شخص کو معاف فرمائیں گے کیونکہ اس نے یہاں آکر میری پناہ لی ہے لہٰذا آپ میری خاطر اسے معاف فرمائیں گے۔ حضرت نے فرمایا آپ جانتے ہیں کہ یہ فاسق وفاجر اور شراب خور ہے۔ عرض کیا مجھے علم ہے، لیکن اس نے مرتے وقت اپنے رشتہ داروں کو وصیت کی تھی کہ وہ اسے میرے جوار میں دفن کریں، مجھے امید ہے آپ معاف فرمائیں گے۔

حضرت نے فرمایا، میں اسے تمھاری خاطر معاف کرتا ہوں اور حضرت تشریف لے گئے۔ میں خوف کے مارے بیدار ہوا اور روضہ مبارکہ کے دوسرے خدّاموں کو بیدار کیا۔ اور اس جگہ پر پہنچے جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ ہم نے ایک تازہ قبر دیکھی جس سے کچھ مٹی بکھری پڑی تھی میں نے پوچھا یہ قبر کس کی ہے، انھوں نے کہا ایک اتراک آدمی کی ہے جسے کل ہی یہاں دفن کیا گیا ہے۔

حاجی علی بغدادی امام العصرؑ ارواحنا له الفدا کی خدمت سے مشرف ہوئے اور آپ سے سوالات نقل کیے گئے وہ کہتا ہے میں نے عرض کیا آقا! کیا یہ درست ہے کہ جو شخص شبِ جمعہ کو امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرلے اسے امان ہے، فرمایا ہاں! خدا کی قسم آپ کی آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہوئے اور رونے لگے میں نے عرض کیا آقا مسئلہ دربیش ہے، فرمایا پوچھو۔ میں نے عرض کیا ۱۲۶۹ھ میں ہم نے امام رضا علیہ السلام کی زیارت کی اور ایک بدو عرب جو مشرقی نجف اشرف

کے علاقہ سے تعلق رکھتا تھا اس سے ہماری ملاقات ہوئی۔ ہم نے اس کی دعوت کی اور اس سے پوچھا کہ ولایت امام رضا علیہ السلام کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے، اس نے کہا بہشت ہے۔ آج پندرہ روز سے میں امام رضا علیہ السلام کا مال کھا رہا ہوں، منکر ونکیر کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ قبر میں میرے نزدیک آئیں۔ میرا گوشت و پوست ان کے مہمان خانہ کا کھانا کھا کر بنا ہے۔ امام العصرؑ نے فرمایا یہ صحیح ہے کہ علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام تشریف لاکر اسے منکر ونکیر سے نجات دلائیں گے۔ خدا کی قسم میرا دادا ضامن ہے۔

فصل سوم

برزخ

ان ہولناک منازل میں سے ایک منزل برزخ ہے۔

برزخ لغت میں اس پردہ اور رکاوٹ کو کہا جاتا ہے جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو اور ان کو آپس میں نہ ملنے دے مثلاً کڑوا اور شیریں اکٹھے دونوں دریا موجیں مار رہے ہیں اور پروردگار عالم نے ان کے درمیان ایسا پردہ حائل کر دیا ہے جو ان دونوں کو آپس میں ملنے نہیں دیتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ۝ (سورہ رحمٰن ۱۹-۲۰)

"اسی نے دو دریا بہائے جو باہم مل جاتے ہیں، ان کے درمیان ایک حدِ فاصل (آڑ) ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے"

اس پردہ کو برزخ کہتے ہیں۔

لیکن اصطلاح کے لحاظ سے برزخ وہ عالم ہے جس کو پروردگار عالم نے دنیا اور قیامت کے درمیان قرار دیا ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ ایک حدیث کے جزو میں فرماتے ہیں خدا کی قسم مجھے تمہارے برزخ کا زیادہ خوف ہے۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا برزخ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ مرنے سے قیامت تک کا زمانہ ہے (بحار)

اور قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ

"اور اس کے پیچھے قیامت تک کا وقت برزخ ہے۔"

عالمِ برزخ اور بدن

برزخ کو عالم مثالی بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ وہ بظاہر اسی عالم کے مثل ہے مگر شکل و صورت مادہ اور اس کے خصوصیات کے لحاظ سے اس عالم سے بالکل مختلف ہے۔ مرنے کے بعد جس عالم میں ہم وارد ہوں گے یہ عالم دنیا اس کی نسبت سے ایسا ہی ہے جیسا کہ شکم مادر کو اس دنیا سے نسبت ہے۔

اسی طرح عالم برزخ میں بدن بھی مثالی ہوگا۔ یعنی شکل و صورت، اعضاء و جوارح کے لحاظ سے بعینہ اس مادی بدن کی طرح ہوگا مگر مادہ کا محتاج نہ ہوگا بلکہ ہوا سے بھی زیادہ لطیف ہوگا اور کوئی چیز مانع نہ ہوگی جو بدن مثالی کے ایک طرف سے دوسری طرف کی اشیاء کو دیکھنے میں حائل ہو۔ حضرت صادق آل محمد علیہم السلام فرماتے ہیں کہ اگر تو اس بدن مثالی کو دیکھ لے تو بے ساختہ کہہ اٹھے کہ یہ وہی بدن ہے۔ لَوْ رَاَيْتَهٗ لَقُلْتَ هُوَ هُوَ۔

اگر آپ اپنے مردہ باپ کو خواب میں دیکھیں تو کہیں گے یہ وہی دنیاوی بدن ہے حالانکہ اس کا جسم اور مادہ اس کی قبر میں ہے اور اس کی صورت بدن مثالی ہے بدن برزخی یا بدن مثالی کی آنکھیں ان ہی آنکھوں کی طرح ہیں۔ مگر ان آنکھوں کے لیے تکلیف اور نظر کی کمزوری نہیں ہے اور نہ ہی ضعف کی وجہ سے عینک کی ضرورت ہے، اسی طرح باقی اعضاء کو کمزوری نہیں ہوتی۔ دانت نہیں گرتے۔ مومن جوانی کے مزے اڑاتا ہے اور کافر، منافق بڑھاپے کی تکالیف میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کے لیے باعث عذاب ہوتا ہے۔

حکماء و متکلمین اس کو اس تصویر کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں جو آئینہ میں حاصل ہوتی ہے لیکن اس میں دو شرطیں ہیں:

۱۔ بدن مثالی قائم بذات ہے نہ کہ آئینہ کا محتاج۔

۲۔ باشعور اور صاحبِ فہم و فراست ہے بخلاف آئینہ کی تصویر کے۔

اس کی نظیر وہ خواب ہے جو ہم دیکھتے ہیں کہ ہم چشم زدن میں دُور کی مسافت طے کر کے سرگودھا سے کراچی اور دوسرے مختلف شہروں میں پہنچ جاتے ہیں۔ وہاں مختلف قسم کے کھانوں، پھلوں اور پینے کی چیزوں اور نغمۂ دلرُبا سے لطف اٹھاتے ہیں جس کی طاقت اہل دنیا میں نہیں ہے۔ اسی طرح ارواح بھی بدن مثالی کے ساتھ مختلف قسم کے رزق اور لذائذ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ البتہ اس عالم کی ہر کھانے پینے کی چیز لطیف ہوتی ہے اور مادی کثافتوں سے پاک ہے جیساکہ روایات سے مستفاد ہے۔ ایک ہی چیز جنت میں مومن کے ارادہ سے مختلف اشیار میں تبدیل ہو جائے گی۔ بیر سیب میں پھر اگر خواہش انگور کی ہے تو وہی انگور یا دوسرے پھلوں میں تبدیل ہو جائیں گے جیساکہ امیر حمزہؓ کی روایت میں ذکر ہو گا۔ (معاد)

تاثیر و تاثر کی شدت

عالم برزخ میں بدن مثالی کا ادراک قوی ہوتا ہے حالانکہ خود لطیف تر ہے یہ تمام لذات دنیاوی اور پھل کی شیرینی جو ہم کھا کر حاصل کرتے ہیں، عالم برزخ کی لذات اور شیرینی کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہیں۔ کیوں کہ ان کی اصل وہاں ہوگی یہاں ان کی مثال ہے۔ حورالعین اگر اس عالم دنیا کی طرف صرف ایک مرتبہ دیکھ لے اور لحظہ بھر نقاب کشائی کرے تو نورِ آفتاب اس کے مقابلہ میں تاریک نظر آئے اور آنکھیں خیرہ ہو جائیں لہذا جمال مطلق وہاں پر موجود ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَی الۡاَرۡضِ زِیۡنَۃً لَّہَا لِنَبۡلُوَہُمۡ اَیُّہُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا (سورہ ۱۸ آیت ۶)

"جو کچھ زمین میں ہے ہم نے اس کو زمین کے لیے زینت قرار دیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ تمھارا امتحان لے کہ کون اس کھلونے کے ساتھ اپنے دل کو بہلاتا ہے اور کون اس کے فریب سے اپنے آپ کو بچاتا ہے اور حقیقی لذّت اور جمال واقعی سچی خوشی کو طلب کرتا ہے۔"

اس اجمال سے غرض صرف عالم برزخ کی قوّتِ تاثیر اور شدّت بیان کرنا ہے مقابلہ مقصود نہیں ہے۔ بعض اوقات اس دنیا والوں کی عبرت کے لیے واقعات بھی پیش آتے ہیں اس جگہ پر ان میں سے صرف دو واقعات پیش کرتا ہوں۔

حکایت

مرحوم نراقی خزائن میں اپنے ثقہ اصحاب سے نقل فرماتے ہیں کہ انھوں نے کہا، میں عالم شباب میں اپنے والد بزرگوار اور رفقار کے ساتھ عید نوروز کے دن اصفہان میں ایک دوست کی ملاقات کے لیے جا رہا تھا جس کا گھر کافی دور قبرستان کے قریب تھا۔ ہم تھکاوٹ دور کرنے اور اہلِ قبور کی زیارت کی خاطر قبرستان میں بیٹھ گئے۔ ہمارے ایک ساتھی نے نزدیکی قبر سے بطور مزاح کہا' اے صاحب قبر! کیا آج عید کے دن ہماری پذیرائی کرو گے۔ فوراً قبر سے آواز آئی کہ اگلے ہفتہ بروز منگل تم میرے مہمان ہونا۔

ہم تمام اس گمان سے خوفزدہ ہو گئے کہ ہماری زندگیاں ختم ہونے والی ہیں اور اصلاح اعمال اور وصیتیں کرنے لگے لیکن منگل کے دن تک کسی کے مرنے کی خبر نہ سنی۔ اس روز ہم پھر اکٹھے ہو کر اس قبر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہم اس کے پاس پہنچے تو ہم میں سے ایک نے کہا' اے صاحب قبر! وعدہ پورا کرو آواز آئی آؤ۔ پروردگارِ عالم نے عالمِ برزخ کا پردہ آنکھوں سے دور کیا اور

چشمِ ملکوتی کھل گئیں۔ ہم نے دیکھا کہ ایک نہایت سرسبز و شاداب اور صاف
باغ ہے جس میں صاف پانی کی نہریں جاری ہیں۔ باغ میوہ ہائے رنگا رنگ سے
لدے ہوئے ہیں۔ درختوں پر خوش الحان پرندے ثنائے پروردگار کر رہے ہیں
حتیٰ کہ ہم ایک آراستہ و پیراستہ عمارت میں پہنچے جو ان باغات کے درمیان تھی۔ ہم
اندر داخل ہوئے ایک نہایت حسین و جمیل شخص خدمت گاروں کے درمیان موجود
ہے۔ جوں ہی اُس نے ہمیں دیکھا اپنی جگہ سے اٹھا اور استقبال کیا اور عذر خواہی
کی۔ انواع و اقسام کے میوہ جات اور مٹھائیاں موجود تھیں جن کا تصور بھی ہم
اس دنیا میں نہیں کر سکتے۔ کھانے اتنے لذیذ کہ ہم نے اس قدر لذت کبھی کسی چیز
میں نہ چکھی تھی۔ جتنا بھی ہم کھاتے گئے سیر نہ ہوتے تھے خواہش باقی رہی کہ یہ
کھائیں وہ کھائیں۔ گوناگوں غذائیں، مزے مختلف، پس ہم کھانے کے بعد کچھ دیر
بیٹھے اور پھر اٹھ کھڑے ہوئے کہ دیکھیں اس شخص کا کیا ارادہ ہے۔ اس نے ہماری
مشایعت کی اور باغ کے دروازے پر پہنچے۔ میرے والد نے اس سے پوچھا آپ
کون ہیں، اور پروردگار عالم نے یہ نعمات کیسے عطا کیں کہ اگر تو چاہے تو تمام عالم
کی مہمان نوازی کر سکتا ہے، اور یہ جگہ کون سی ہے؟ اُس نے کہا کہ میں بھی آپ کا
ہم وطن فلاں محلّے کا قصاب ہوں اور ان درجات کا موجب دو چیزیں ہیں:

میں نے اپنے کام میں کبھی تول میں کمی نہیں کی تھی۔

اپنی عمر میں کبھی بھی اوّل وقت پر نماز ادا کرنا ترک نہیں کیا تھا۔ جوں ہی
اللہ اکبر کی آواز کان میں پڑتی ترازو رکھ کر وزن کرنا چھوڑ دیتا اور نماز کی خاطر مسجد
کی طرف روانہ ہو جاتا۔ لہٰذا عالم برزخ میں یہ جگہ مجھے دی گئی۔ گذشتہ ہفتے آپ نے
یہ کلام کیا لیکن مجھے اندر لانے کی اجازت نہ تھی اس ہفتہ کی اجازت لی اس کے
بعد ہم میں سے ہر ایک نے اپنی عمر پوچھی اور اس نے جواب دیا اور مجھ سے کہا

کہ تو ابھی پندرہ سال زندہ رہے گا۔ اس کے بعد اس نے خدا حافظ کہا اور
ہم نے اسے واپس جانے کو کہا اور اچانک ہم نے اپنے آپ کو اسی قبر کے سرہانے
کھڑے پایا۔ (معاد)

برزخ کی لذت فانی نہیں ہے

عالم برزخ کی دوسری خصوصیات میں سے ایک دوام اور ثبات ہے اس
دنیا میں کسی چیز کو بقا نہیں ہے۔ اگر جمال ہے تو بڑھاپے کی سیاہی سے ختم۔ خوراک
جب تک منہ میں ہے خوش مزہ ہے اسی طرح نکاح نیز خوراک اور میوہ کو دوام
نہیں کچھ مدت کے بعد گل سڑ جاتے ہیں۔ کسی چیز کو دوام اور ثبات حاصل نہیں ہے
لیکن عالم برزخ فساد پذیر نہیں ہے۔ کیونکہ وہ چیزیں ترکیبِ مادہ اور عناصر کی محتاج
نہیں ہیں۔ اس دعویٰ پر شاہد وہ قضیہ ہے جو کتاب دارالسلام میں شیخ محمود عراقی
نے علامہ شیخ مہدی نراقی مرحوم سے نقل کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ نجف اشرف
میں مجاورت کے زمانہ میں سخت قحط آیا۔ ایک دن میں اپنے گھر سے باہر نکلا
جبکہ بچے بھوک اور پیاس سے تڑپ رہے تھے تاکہ وادی السلام میں اموات
کی زیارت کے ذریعہ اپنے غم کو غلط کروں۔ جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ کچھ لوگ
ایک جنازہ کو لائے اور مجھے بھی ساتھ آنے کو کہا۔ میں بھی ان کے ساتھ چلا۔ پس
انھوں نے ایک وسیع باغ میں داخل کیا اور وہاں ایک عالیشان محل میں رکھا جو
جملہ سامانِ تعیش سے مزین تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور عقب سے ایک
دروازہ میں داخل ہوا اور دیکھا کہ ایک جوان شاہانہ لباس میں ملبوس سونے
کے تخت پر بیٹھا ہے۔ جوں ہی اس نے مجھے دیکھا میرا نام لے کر مجھے سلام
کیا اور اپنی طرف بلا کر مجھے اپنے پاس تخت پر بٹھایا اور بڑی توقیر کی اور مجھ

سے کہا تو نے مجھے نہیں پہچانا میں وہی صاحبِ جنازہ ہوں جس کو تو نے دیکھا
تھا۔ میں فلاں شہر کا رہنے والا شخص ہوں اور جن اشخاص کو تو نے دیکھا تھا وہ
تمام ملائک نقالہ تھے جنھوں نے مجھے میرے شہر سے اس برزخی بہشت کے
باغ میں منتقل کیا ہے۔ جوں ہی میں نے یہ کلمات اس جوان سے سنے میرا غم دور
ہوگیا اور اس باغ کی سیر کرنے لگا۔ جوں ہی باغ سے باہر نکلا چند اور محل دیکھے
جب ان کے دروازے پر نگاہ کی ماں باپ اور چند رشتہ داروں پر نظر پڑی۔ انھوں
نے مجھے دعوت دی۔ ان کے کھانے نہایت لذیذ تھے۔ جب میں کھانے سے لذت
محسوس کر رہا تھا۔ مجھے زوجہ اور بچوّں کی بھوک یاد آئی کہ ان پر کس قدر بھوک
اور پیاس کا غلبہ ہے اور میرا چہرہ متغیر ہوگیا۔ میرے والد نے کہا بیٹا مہدی!
تجھے کیا ہوگیا، میں نے عرض کیا، میرے بچے اور زوجہ بھوکے ہیں۔ میرے باپ نے
کہا یہ چاولوں کا ڈھیر ہے۔ میں نے عبا کو چاولوں سے پُر کر لیا اور انھوں نے کہا اس کو
اُٹھالو جوں ہی میں نے عبا کو اٹھایا کیا دیکھتا ہوں کہ وہی جگہ ہے جہاں میں وادی السلام
میں کھڑا تھا باغ نہیں ہے اور عبا چاولوں سے پُر ہے، گھر لایا۔ میرے عیال نے
پوچھا کہاں سے لائے ہو، میں نے کہا تمھیں اس سے کیا کام؟ کافی مدت گذر گئی
اُن ہی میں سے کھاتے ہوئے مگر ابھی تک موجود ہیں ختم نہیں ہوئے، بالآخر زوجہ
نے اصرار کیا اور مہدی نراقی نے بتایا زوجہ اٹھی تا کہ ان میں سے اٹھائے مگر
چاول موجود نہ تھے۔

اس قصہ کے بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس عالم کی نعمت اور لذت
کو دوام ہے۔ دوسری طرف جو عذابِ برزخ میں مبتلا ہیں، اگر اُن کی آہ و فریاد
کی آواز ہمارے کانوں میں پہنچ جائے تو دنیا کی تمام مصیبتیں بھول جائیں۔

بحار الانوار جلد ۳ میں ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ قبل از بعثت ایک

روز میں گوسفند چرا رہا تھا کہ دیکھا گوسفند حیرت کی حالت میں ہیں اور چرنا چھوڑ کر
کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی۔ پس نزولِ وحی پر جبرئیل سے
دریافت کیا تو اس نے کہا، جب اموات کی عالمِ برزخ میں چیخ و پکار کی آواز آتی ہے
تو جنوں اور انسانوں کے سوا ہر حیوان سُنتا ہے اور یہ اس فریاد کا اثر ہے۔

عالم برزخ کے اس دنیا میں عذاب کے بہت سے واقعات ہیں۔ اگر ان تمام
کو یہاں نقل کیا جائے تو کتاب کو طول ہوتا ہے۔ صرف ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے۔

کتاب دار السلام میں عالم زاہد سید ہاشم بحرانی سے نقل ہے کہ انھوں نے
فرمایا، نجف اشرف میں ایک عطار تھا کہ ہر روز نماز ظہر کے بعد اپنی دُکان پر وہ لوگوں
کو موعظہ کیا کرتا تھا اور اس کی دُکان کبھی لوگوں کی بھیڑ سے خالی نہ ہوتی تھی۔ ایک
ہندی شہزادہ نجف اشرف میں مقیم تھا۔ اسے ایک سفر درپیش ہوا۔ اس نے اپنے
جواہرات اور قیمتی اشیا اس عطار کے پاس بطور امانت رکھ دیں۔ جب وہ واپس
آیا تو اس عطار نے شہزادے کے مطالبہ پر امانت واپس کرنے سے انکار کر دیا۔
شہزادہ اس معاملہ سے حیران اور پریشان ہوا اور حضرت علی علیہ السلام کی قبر کی پناہ
لی اور عرض کی یا علیؑ! میں نے اپنے وطن کو چھوڑ کر آپ کی قبر کے پاس رہائش
اختیار کی اور تمام سامان فلاں عطار کے پاس امانت رکھا، اب وہ منکر ہوگیا ہے
اور اس بات پر میرا کوئی گواہ نہیں ہے اور سوائے آپ کے میرا کوئی فریاد رس
نہیں ہے۔ رات کو خواب میں مولا علیؑ نے فرمایا، جب شہر کے دروازے کھل جائیں
تم باہر نکلنا اور جو شخص تمھیں پہلے ملے اس سے امانت طلب کرنا وہ تجھے دے گا۔
جوں ہی بیدار ہوا شہر سے باہر نکلا۔ سب سے پہلے اسے ایک بوڑھا عابد و
زاہد ملا جس کے کندھے پر ایندھن کا گٹھا تھا اور وہ اپنے عیال کے لیے فروخت
کرنا چاہتا تھا پس حیا کی وجہ سے سوال نہ کیا اور واپس حرم مطہر میں آگیا۔ یہی

واقعہ دوسری رات، درپیش آیا اور صبح وہی بوڑھا زاہد ملا اور بغیر سوال کے واپس آگیا۔ پھر تیسری رات وہی خواب دیکھا، صبح وہی بزرگ ملا۔ اس کو اپنے حالات سے آگاہ کیا اور امانت کا مطالبہ کیا۔ اس بزرگ نے کچھ سوچنے کے بعد شہزادے سے کہا کہ ظہر کی نماز کے بعد عطار کی دُکان پر آنا تجھے امانت دوں گا۔ ظہر کے وقت جب تمام لوگ جمع تھے اس بزرگ عابد نے عطار سے کہا آج مجھے نصیحت کرنے کا موقع دو، اس نے قبول کیا۔ اس بزرگ نے کہا:

اے لوگو! میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں اور حقوق الناس سے سخت خوف زدہ ہوں۔ الحمدللہ دنیا کے مال کی دوستی میرے دل میں نہیں ہے اور اہل قناعت ہوں اور گوشہ نشینی کے دن کاٹ رہا ہوں اور جو واقعہ میرے ساتھ پیش آیا اس کے متعلق تمھیں باخبر کرنا چاہتا ہوں اور تمھیں عذاب الٰہی کی سختی اور آتشِ جہنم سے ڈرانا چاہتا ہوں اور روزِ جزا کی بعض گذارشات تم تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ غور سے سنو! میں ایک روز قرض کا محتاج ہوا اور ایک یہودی سے دس قران قرض اس شرط پر لیا کہ ہر روز نصف قران اسے واپس کر دوں گا پس دس دن اسے نصف قران واپس دیتا رہا مگر اس کے بعد وہ مجھے نظر نہ آیا۔ اس کے متعلق لوگوں سے پوچھا انھوں نے کہا کہ وہ بغداد چلا گیا ہے۔ چند روز بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے۔ مجھے اور دوسرے لوگوں کو موقف حساب پر لایا گیا۔ میں حساب سے فارغ ہو کر جنتیوں کے ساتھ جنت کی طرف چلنے لگا۔ جوں ہی پل صراط پر پہنچا، جہنم کی آواز سُنی پس اس یہودی مرد کو دیکھا کہ آگ کے شعلہ کی طرح جہنم سے باہر نکلا اور میرے راستہ میں حائل ہو گیا اور کہا مجھے پانچ قرآن دو، اس کے سامنے زاری کی اور کہا کہ میں نے تجھے بہت تلاش کیا کہ تجھے واپس دیتا، اس نے کہا میں تجھے اس وقت تک نہیں جانے دوں گا جب تک تو میرا مطالبہ پورا نہ کرے گا۔ میں نے کہا اس

وقت میرے پاس تو ہیں نہیں کہ تجھے دوں۔ اس نے کہا مجھے ایک انگل اپنے جسم میں گاڑنے دو پھر گذر جانا۔ پس اُس نے اپنی انگشت میرے سینہ میں گاڑ دی اور میں اس کی سوزش کی وجہ سے فریاد کرتا ہوا بیدار ہوا دیکھا تو جس جگہ اس نے انگلی گاڑی تھی، زخم ہے اور اب تک مجروح ہوں۔ جو دوائی بھی کرتا ہوں کارگر نہیں ہوتی اور اس نے اپنے سینہ کو کھول کر زخم دکھایا۔ جب لوگوں نے دیکھا آہ و فریاد کرنے لگے اور وہ عطار عذابِ الٰہی کی سختی سے ڈرا اور اس ہندی شہزادہ کو گھر لے جا کر اس کی امانت اسے واپس کی اور معذرت کی۔ (معاد)

بدن جسمانی میں روح کی تاثیر اور قبر کے ساتھ تعلق

عالم برزخ میں روح یا تو نعمتوں سے بہرہ مند ہوتی ہے یا گناہوں کی سزا کے طور پر عذاب میں مبتلا ہوتی ہے لیکن ممکن ہے کہ طاقت روح کے واسطہ سے بدن خاکی بھی متاثر ہو اور وہ بھی عذاب کی وجہ سے خاکستر ہو جائے یا نعمتوں سے بہرہ مند ہو اور معطر دیکھا جائے نیز ان لوگوں کا یہ کہنا بے جا ہے کہ مومنین کی قبر کی زیارت کی کیا ضرورت ہے جب کہ اُن کے ارواح قالب مثالی میں وادی السلام میں ہیں جیسا کہ محدث جزائری نے انوار نعمانیہ کے اواخر میں نقل کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ بے شک ارواح وادی السلام میں ہیں۔ لیکن محل قبور کے لیے ان کے ارواح احاطہ علمیہ رکھتے ہیں وہ قبر کے زائر کو دیکھتے ہیں جو کوئی بھی وہاں آتا ہے اور امام علیہ السلام نے ارواح کو آفتاب کے ساتھ تشبیہہ دی کہ آفتاب زمین پر نہیں ہے اور وہ آسمان میں ہے لیکن اس کی شعاعیں زمین کی ہر جگہ کا احاطہ کیے ہوئے ہوتی ہیں۔ اسی طرح ارواح کا احاطہ علمیہ ہے اور محل قبور سے تعلق ہے جیسا کہ جناب حر بن یزید ریاحی کا واقعہ ہے۔ انوار نعمانیہ میں

محدث جزائری تحریر فرماتے ہیں جس وقت شاہ اسماعیل صفوی کربلا میں وارد ہوا، اس نے بعض لوگوں سے حُر کے بارے میں طعن و تشنیع کے الفاظ سُنے جو حُر کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اُس نے حُر کی قبر کو کھودنے کا حکم دیا اُس نے دیکھا تو حُر کا بدن اسی طرح پڑا ہے جیسا رکھا گیا تھا اور کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور اس کے سر پر رومال بندھا ہوا ہے جیسا کہ تاریخ میں ہے کہ روزِ عاشورہ سیدالشہدا نے اپنا رومال اس کے زخم پر باندھا تھا۔ شاہ نے کھولنے کا حکم دیا تاکہ اس کو اپنے کفن میں رکھے جوں ہی جدا کیا گیا زخم سے خون بہنے لگا پھر زخم پر رومال باندھا تو خون بند ہو گیا۔ شاہ نے حکم دیا کہ اس کی بجائے دوسرا رومال باندھ دو جب ایسا کیا گیا تو پھر بھی خون نہ رُکا۔ پس ناچار اسی رومال کو باندھا گیا اور بادشاہ کو اس کی حسنِ عاقبت کا یقین ہوا۔ اس کے بعد شاہ نے روضہ تعمیر کروایا اور وہاں خادم مقرر کیا۔

اسی طرح کلینیؒ کی قبر اور ابن بابویہ نیز شیخ صدوق کے ابدان بھی اپنی قبروں میں معطر پڑے ہوئے صحیح و سالم دیکھے گئے گویا سو رہے ہیں حتیٰ کہ صدوق کے ناخنوں پر اسی طرح مہندی کے نشان موجود تھے اور ان کے ابدان میں زندگی کے آثار نظر آتے تھے۔

اس کے برعکس اگر کوئی شخص، اہل عذاب میں سے ہے تو روح کے عذاب کا اثر اس کے جسم پر قبر میں بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ جس وقت بنی عباس کو بنی امیہ پر غلبہ حاصل ہوا اور وہ واردِ دمشق ہوئے تو انھوں نے بنی امیہ کی قبور کو خراب کرنا چاہا۔ جوں ہی یزید ملعون کی قبر کو کھودا تو اس میں سوائے ایک مٹی کی لکیر کے اور کوئی چیز نظر نہ آئی۔ قم میں ایک شخص کو قبرستان میں دفن کیا گیا تو اس کی قبر سے آگ کا شعلہ نکلا جس نے گرد و نواح کی تمام چیزوں کو جلا کر راکھ کر دیا۔ اسی طرح پاکستان

میں بھی کئی واقعات اخبارات میں شائع ہوئے ہیں۔ (معاد)

وادی السلام

ممکن ہے بعض لوگوں کے اذہان میں یہ سوال پیدا ہو کہ اتنا لمبا چوڑا عالم برزخ کہاں واقع ہے؟ ہماری عقل اس کے سمجھنے سے قاصر ہے البتہ روایات میں بعض تشبیہات کا تذکرہ موجود ہے کہ عالم برزخ اس عالمِ زمین و آسماں کو محیط ہے جیسا کہ یہ عالم رحم مادر کو محیط ہے۔ اس سے زیادہ واضح مثال سے تعبیر کرنا مشکل ہے۔ اگر بچہ کو شکمِ مادر میں کہا جائے کہ اس عالم کے باہر ایک ایسا عالم ہے کہ شکم مادر کی اس کے نزدیک کوئی وقعت نہیں تو اس کے لیے ادراک کرنا مشکل ہے۔ اسی طرح ہماری محسوسات کا ادراک کرنے والی عقلیں عالم برزخ کا ادراک نہیں کر سکتیں جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۝ (سورہ سجدہ آیت ۱۷)

"کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں سے پوشیدہ کیا چیز مہیا کی گئی ہے"

پس مخبر صادق نے ہمیں جو کچھ بتایا ہے اس کی تصدیق کرنا ہم پر واجب ہے۔

احادیث میں موجود ہے کہ مشرق و مغرب میں جو مومن بھی مرتا ہے اس کی روح جسم مثالی کے ساتھ امیر المومنین علیہ السلام کے قریب وادی السلام میں پہنچ جاتی ہے ایک اور جگہ سرزمین نجف اشرف کو ملکوت علیا کی نمائش گاہ کہا گیا ہے۔ اگر روح کا تعلق اعلیٰ علیین کے ساتھ ہے اور اس کا جسم بھی نجف میں دفن ہے تو وہ زیادہ سعادت کا حامل ہے لیکن اگر خدا نہ کرے کسی شخص کا جسم نجف میں دفن

کیا جائے اور اس کی روح وادی برہوت میں مبتلائے عذاب ہے تو اس کی روح جسم کے ساتھ اتصال کو قوی کرتی ہے اور وادی السّلام میں اس کا دفن بے اثر نہیں ہوتا جیسا کہ اسی کتاب میں بعض حکایات سے واضح ہے۔ (معاد)

وادیِ برہوت

وادیِ برہوت وہ بیابان اور خشک صحرا ہے جہاں آب و دانہ کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ پرندے بھی خوف کے مارے نہیں گزرتے۔ یہ وادی برزخی عذاب کا مظہر ہے جہاں کثیف اور خبیث ارواح مبتلائے عذاب ہیں اور یمن میں واقع ہے۔ مطلب کو واضح کرنے کے لیے ایک حدیث نقل کرتا ہوں۔

ایک روز ایک آدمی مجلس خاتم الانبیاء علیہ السلام میں آیا جس کے چہرے سے وحشت کے آثار ظاہر تھے، اس نے عرض کی آقا! میں نے عجیب چیز دیکھی۔ آپ نے پوچھا کیا دیکھا؟ اس نے عرض کی میری زوجہ سخت مریضہ تھی اس نے مجھ سے کہا کہ وادی برہوت کے کنوئیں سے اگر پانی لائے تو میں ٹھیک ہو جاؤں گی (معدنی پانی بعض جلدی امراض کا علاج ہوتا ہے) پس میں نے مشک اور پیالہ لیا تاکہ پانی لاؤں اور روانہ ہوا۔ میں وحشت ناک صحرا کو دیکھ کر بہت ڈرا اور اس وادی میں کنوئیں کی تلاش کرنے لگا۔ اچانک اوپر کی طرف سے زنجیر کی آواز سُنی اور نیچے آتے ہوئے ایک شخص کو دیکھا جس نے مجھ سے کہا کہ مجھے پانی دو میں پیاس سے ہلاک ہو رہا ہوں۔ جب میں نے پانی کا پیالہ دینے کے لیے سر بلند کیا، دیکھا کہ ایک شخص کے گلے میں زنجیر ہے۔ جب پانی کا پیالہ بڑھایا تو اُس کو اوپر کھینچ لیا گیا حتیٰ کہ وہ قرصِ آفتاب تک پہنچ گیا۔ میں نے مشک کو پانی سے پُر کرنا شروع کیا تو پھر اس شخص کو آتے دیکھا اور اس نے وہی خواہش ظاہر کی۔ جب پانی دینے لگا تو حسبِ سابق

اوپر کھینچ لیا گیا۔ اسی طرح تین مرتبہ ہوا۔ میں نے مشک کا تسمہ باندھا اور تیسری مرتبہ اسے پانی نہ دیا۔ میں ڈرتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ معلوم کروں کہ وہ کیا معاملہ تھا۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا وہ بدبخت قابیل ہے جس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تھا، قیامت تک اسی جگہ اسی عذاب میں مبتلا رہے گا۔ یہاں تک کہ آخرت میں جہنم کے سخت عذاب میں مبتلا ہو۔

کتاب نورالابصار میں سید مومن شبلنجی شافعی ابوالقاسم بن محمد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ میں نے مسجدالحرام میں مقام ابراہیمؑ کے پاس کچھ لوگوں کو جمع دیکھا اور سبب پوچھا۔ انھوں نے کہا کہ ایک راہب مسلمان ہوا ہے اور اس نے مکہ میں آکر عجیب واقعہ سنایا ہے۔ میں اُس کے پاس گیا تو دیکھا ایک بوڑھا ہٹا کٹا پشمینہ کا لباس پہنے بیٹھا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میں ایک روز دریا کے کنارے اپنے عبادت خانہ میں بیٹھ کر دریا کا نظارہ کر رہا تھا کہ میں نے گدھ کی شکل کا ایک بہت بڑا پرندہ دیکھا جو ایک پتھر پر آکر بیٹھ گیا اور اس نے انسانی بدن کا چوتھائی حصہ اُگل دیا اور اڑ گیا پھر واپس آکر دوسرا چوتھائی حصہ اُگلا اسی طرح چار دفعہ اعضائے انسانی کو اُگلا وہ آدمی اٹھا کہ مکمل مرد بن گیا۔ میں یہ دیکھ کر سخت حیران ہوا۔ پھر دیکھا کہ وہی پرندہ آیا اور مرد کا چوتھائی حصہ بغیر چبائے نگل گیا اور اُڑ گیا اور اسی طرح چار مرتبہ کیا واپس آکر نگلا اور اُڑ گیا۔ میرے تعجب کی حد ہو گئی کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ اور یہ مرد کون ہے؟ اور اس پر افسوس کرنے لگا کہ کاش میں نے اس سے پوچھ لیا ہوتا۔ پھر دوسرے روز اسی طرح اس پرندے کو دیکھا کہ اس نے ایک پتھر پر آکر ایک چوتھائی آدمی اُگلا اور اسی طرح چار مرتبہ کیا اور وہ اٹھا اور مکمل انسان بن گیا۔ میں اپنے عبادت خانہ سے نکلا اور اس کے پاس پہنچ کر پوچھا کہ تجھے اس ذات کی قسم جس نے تجھے پیدا کیا تو بتا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا میں ابن ملجم ہوں۔ میں نے پوچھا کہ تیرا قصّہ کیا ہے؟

اس نے کہا میں نے علی بن ابی طالب علیہ السلام کو شہید کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پرندے کو میرا گماشتہ قرار دیا ہے کہ وہ ہر روز مجھے اسی قسم کا عذاب دے جیسا کہ تو نے دیکھا ہے۔ پس میں عبادت خانہ سے باہر نکلا اور پوچھا کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام کون ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ محمد صلعم کے چچازاد اور اس کے وصی ہیں۔ پس میں نے اسلام قبول کیا اور حج اور زیارت قبر رسول خدا صلعم سے مشرف ہوا۔ (معاد)

برزخ والوں کے لیے مفید اعمال

قطب راوندی نے لب لباب سے نقل کیا ہے کہ ایک خبر میں ہے کہ ماہ رمضان کی ہر شب جمعہ کو مردے اپنے گھروں کے دروازوں پر آکر فریاد کرتے ہیں اور روتے ہیں کہ اے میرے اہل و عیال، اے میرے رشتہ دارو! مجھ پر ایسی چیز کے ذریعہ مہربانی کرو جس کے ذریعہ خدا تم پر رحمت کرے۔ ہمیں اپنے دل میں جگہ دو اور بھلانے کی کوشش نہ کرو، ہم پر اور ہماری بے کسی پر رحم کرو۔ یہ درست ہے کہ ہم اس قید میں بڑی سختی، تنگی آہ وزاری اور غمی میں مبتلا ہیں ہم پر رحم کرو اور ہمارے لیے دعا اور صدقہ میں بخل نہ کرو شاید خدا ہم پر رحم کرے اس سے پہلے کہ تم بھی ہم جیسے ہو جاؤ۔ ہائے افسوس کبھی ہم بھی تمھاری طرح طاقتور ہوا کرتے تھے۔ اے خدا کے بندو! ہماری باتیں سنو! اور انھیں مت بھلاؤ۔ اس میں شک نہیں کہ یہ عظیم سرمایہ جس پر تم قابض ہو کبھی ہمارے تصرف میں تھا۔ ہم نے اس کو راہِ خدا میں صرف نہ کیا اور لوگوں کا حق غصب کرتے رہے جو ہمارے وبال کا باعث بنا اور دوسروں کے لیے فائدہ مند۔ ہم پر ایک درہم نقدی یا روٹی یا کسی چیز کے ٹکڑے سے مہربانی کرو۔ ہم فریاد کرتے ہیں کہ جلد ہی تم اپنے نفوس پر گریہ کرو گے اور اس وقت کا گریہ کچھ فائدہ نہ دے گا۔ جیسا کہ ہم روئے مگر بے فائدہ، لہٰذا ہم جیسا ہونے سے پہلے کوشش کرو۔

جامع الاخبار میں منقول ہے کہ ایک صحابی نے حضرت رسول اکرمؐ سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا، اپنے مردوں کو ہدیہ پہنچاؤ۔ میں نے پوچھا مردوں کے لیے ہدیہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا صدقہ اور دعا۔ اور فرمایا مومنین کی روحیں ہر جمعہ کو آسمانِ دنیا سے اپنے مکانوں کے سامنے آکر فریاد کرتی ہیں اور ہر ایک گریہ وزاری کرتے ہوئے کہتا ہے اے میرے گھر والو! اے میرے بچّو! اے میرے والدین! اے میرے رشتہ دارو! خدا تم پر رحمت کرے مجھ پر مہربانی کرو۔ جو کچھ ہمارے ہاتھ میں تھا اس کا حساب و عذاب ہم پر ہے اور نفع غیروں کے لیے۔ ہر ایک اپنے عزیزوں سے فریاد کرتا ہے کہ مجھ پر ایک درہم یا ایک روٹی یا کپڑے کے ذریعے مہربانی کرو تاکہ خدا تمھیں بہشت کا لباس عطا کرے۔ پس رسولِ خدا رو پڑے اور ہم بھی رونے لگے۔ آنحضرتؐ میں زیادہ رونے کی وجہ سے طاقت نہ رہی۔ پھر فرمایا، یہ تمھارے دینی بھائی ہیں۔ عیش و عشرت کی زندگی کے بعد مٹی کے ڈھیر تلے دبے پڑے ہیں۔ وہ اپنے نفوس پر عذاب و ہلاکت کی وجہ سے ندا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کاش ہم اپنی پونجی اطاعتِ خدا اور اس کی رضامندی میں خرچ کرتے تو آج تمھارے محتاج نہ ہوتے۔ آج حسرت و پشیمانی کے ساتھ ہم فریاد کر رہے ہیں کہ جلدی اپنے مردوں کو صدقہ پہنچاؤ۔ اسی کتاب میں آنحضرتؐ سے مروی ہے کہ جو صدقہ بھی میت کے لیے دیا جاتا ہے اسے فرشتہ ایک نورانی طبق میں، جس کی روشنی ساتوں آسمانوں کو منور کرتی ہے، لے کر اس کی قبر کے کنارے کھڑا ہو کر آواز دیتا ہے؛ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ یہ ہدیہ تمھارے اہل خانہ نے تمھاری طرف بھیجا ہے۔ میت اس کو لے کر اپنی قبر میں داخل کرتا ہے اس کے ذریعہ اس کی قبر فراخ ہو جاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا جو شخص صدقہ کے ذریعہ اپنے

مردوں پر مہربانی کرتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک احد پہاڑ کے برابر
اجر ہے اور روزِ قیامت وہ عرش کے سایہ میں ہو گا جب کہ اس کے علاوہ کوئی
اور سایہ نہ ہو گا اور اس صدقہ کے ذریعہ زندہ اور مردہ دونوں نجات حاصل کرتے ہیں۔
علامہ مجلسی زاد المعاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ اپنے مُردوں کو فراموش نہ کرو،
کیوں کہ ان کے ہاتھ اعمال صالح سے کوتاہ ہیں اور وہ اپنی اولاد، بھائیوں اور رشتہ
داروں کی طرف سے امیدوار ہوتے ہیں۔ نیز ان کے احسان کے منتظر ہوتے ہیں،
خصوصاً نمازِ شب کی دعا میں اور نماز فریضہ کے بعد کی دعائیں اور مشاہد مقدسہ
میں دعا کرتے وقت والدین کے لیے دوسروں سے زیادہ دعا کرو اور ان کے لیے
اعمال صالح بجا لاؤ۔ ایک خبر میں ہے کہ بعض ایسی اولاد بھی ہے جن کو والدین نے
زندگی میں تو عاق کر دیا تھا لیکن ان کی وفات کے بعد اپنے والدین کے لیے اعمالِ
صالح کرنے کی وجہ سے نیک ہو جاتے ہیں۔ والدین اور رشتہ داروں کے لیے بہترین
نیکی یہ ہے کہ ان کا قرض ادا کرے اور ان کو حقوق اللہ سے آزاد کرائے۔ حج اور
باقی تمام عبادت جو اُن سے زندگی میں فوت ہو گئے تھے تبرعاً یا بطور اجارہ ادا
کرنے کی کوشش کرے۔

ایک حدیث معتبرہ میں منقول ہے کہ امام جعفر صادقؑ ہر شب کو اپنی اولاد
اور ہر دن کو اپنے والدین کے لیے دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ پہلی رکعت میں
سورہ حمد کے بعد اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ اور دوسری رکعت میں اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ
اور بسند صحیح امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ بعض اوقات میت تنگی اور سختی میں
مبتلا ہوتی ہے اور حق تعالیٰ اُسے وسعت عطا کرتا ہے اور اس کی تنگی کو دور کرتا
ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ جو خوشی تجھے دی گئی ہے یہ اس نماز کے بدلے میں ہے
جو تیرے فلاں مومن بھائی نے تیرے لیے پڑھی ہے۔ راوی نے پوچھا کیا دو رکعت

میں دو مردوں کو شریک کیا جاسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میت اس دعا و استغفار سے
خوش ہوتا ہے جو اس کے پاس پہنچتا ہے اور فرمایا، میت کے لیے نماز، روزہ، حج اور صدقہ اور
باقی تمام اعمال صالح اور ان کا ثواب جو میت کے لیے کیے جاتے ہیں اس کی قبر میں داخل ہوتے
ہیں اور دونوں کے نامۂ اعمال میں درج ہوتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں فرمایا کہ جو شخص میت
کے لیے اعمال صالح بجا لاتا ہے تو حق تعالیٰ اسے دوگنا کرتا ہے اور میت اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔
مروی ہے جب کوئی شخص میت کے لیے صدقہ دیتا ہے تو حق تعالیٰ جبرئیل کو حکم دیتا ہے
کہ ستر ہزار فرشتوں کو ساتھ لے کر اس قبر پر جاؤ۔ ان میں سے ہر ایک فرشتہ نعمتِ خداوندی
سے پُر ایک ایک طبق اٹھا کر آتا ہے اور کہتا ہے اے ولی اللہ تم پر سلام ہو یہ فلاں مومن نے
تیری طرف ہدیہ بھیجا ہے جس کی وجہ سے اس کی قبر منور ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ اسے ہزار
شہر بہشت میں عطا فرماتا ہے اور حوران جنت سے اس کا عقد کرتا ہے اور اسے ہزار حلے
عطا فرماتا ہے اور اس کی ایک ہزار حاجات پوری کرتا ہے۔

میں اس جگہ چند رویائے صادقہ کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں ایسا نہ ہو کہ تم ان کو شیطانی
خواب یا افسانہ سمجھ کر توجہ کے قابل نہ سمجھو۔ بلکہ ان میں غور و فکر کرو۔ کیونکہ ان پر غور کرنے سے
ہوش اڑ جاتے ہیں اور نیند حرام ہو جاتی ہے۔

فسانہ ہا ہمہ خواب آورد فسانۂ من — زچشم خواب ربایہ فسانہ عجبی است

"تمام افسانے خواب آور ہوتے ہیں لیکن میری کہانی ایسی عجیب ہے جس
کے سننے سے نیند اُچاٹ ہو جاتی ہے۔

حکایت

میرے استاد ثقۃ الاسلام علامہ نوری عطر اللہ مرقدہٗ دار السلام میں نقل فرماتے
ہیں کہ مجھ سے علامہ سید علی بن فقیہ نبیل سید حسن الحسینی الاصفہانیؒ نے بیان کیا اُنھوں نے

فرمایا جب میرے والد نے وفات پائی میں اس وقت نجف اشرف میں مقیم تھا اور علم حاصل کرنے میں مشغول تھا۔ مرحوم کے کام میرے بھائیوں کے سپرد تھے جن کی تفصیل کا مجھے علم نہ تھا۔ جب ان بزرگوار کی وفات کو سات مہینے گذر گئے، تو میری والدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ مرحومہ کو نجف لا کر دفن کیا گیا۔ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا گویا میں ایک کمرہ میں بیٹھا ہوں اچانک میرے والد مرحوم تشریف لائے، میں تعظیم کی خاطر اٹھا اور انھیں سلام کیا اور وہ مجلس کے درمیان بیٹھ گئے، اور میرے سوالات پر توجہ فرمائی۔ مجھے اس وقت معلوم ہوا کہ وہ مردہ ہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا آپ تو اصفہان میں فوت ہوئے تھے، میں آپ کو یہاں کیسے دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں! لیکن مجھے وفات کے بعد نجف اشرف میں جگہ دی گئی ہے، اب میرا مکان نجف میں ہے۔ میں نے پوچھا کیا میری والدہ مرحومہ بھی آپ کے پاس ہیں؟ انھوں نے فرمایا نہیں۔ میں ان کے نفی میں جواب دینے سے خوفزدہ ہوا۔ پھر انھوں نے فرمایا وہ بھی نجف میں ہے لیکن اس کا مکان اور ہے۔ اس وقت میں سمجھ گیا کہ میرے والد عالم تھے اور عالم کا مقام جاہل کے مقام سے بلند ہوتا ہے۔ پھر میں نے ان کے حالات کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا میں سختی اور مصیبت میں رہا ہوں۔ الحمد للہ اب میرا حال اچھا ہے اور اس تنگی اور سختی سے نجات مل گئی ہے۔ میں نے تعجب سے پوچھا، کیا آپ بھی تنگی اور سختی میں رہے، فرمایا ہاں! حاجی رضا مشہور نعل بند، جو آقا بابا کے لڑکے تھے، کا میرے ذمہ کچھ حساب تھا اسی کے مطالبہ سے میرا بُرا حال ہوا۔ میں سخت متعجب ہوا اور اسی تعجب اور خوف نے مجھے بیدار کر دیا۔ میں نے اپنے بھائی کو اس عجیب و غریب خواب سے آگاہ کیا جو مرحوم کا وصی تھا اور اس سے درخواست کی کہ وہ مجھے تحریر کریں کہ کیا حاجی رضا مذکور کا والد مرحوم سے کچھ مطالبہ تھا یا نہیں۔ میرے بھائی نے مجھے تحریر کیا کہ میں نے قرض خواہوں کے تمام رجسٹرات میں تلاش کیا مگر آدمی کا نام نہیں ملا۔ میں نے دوبارہ تحریر کیا کہ اس آدمی سے پوچھو، میرے بھائی نے پھر جواب تحریر کیا کہ میں نے اس سے پوچھا تھا اس نے

کہا کہ مجھ کو ان سے اٹھارہ تومان لینے تھے جن کا سوائے خدا کے میرا اور کوئی گواہ نہ تھا۔ مرحوم کی وفات کے بعد میں نے تم سے پوچھا، کیا میرا نام بھی قرض خواہوں میں ہے، تو تم نے کہا نہیں۔ میں نے سوچا اگر میں قرض طلب کروں تو میرے پاس ثابت کرنے کے لیے کوئی حجت اور دلیل نہیں ہے اور مجھے مرحوم پر بھروسہ تھا کہ وہ اپنے رجسٹر میں درج کر لیں گے۔ میں سمجھ گیا کہ ان سے تساہل ہو گیا اور وہ بھول گئے ہیں۔ پس میں نے وصولی قرض سے مایوس ہو کر اظہار نہ کیا۔ جب میں نے آپ کا پورا خواب ان سے بیان کیا اور اُن کا قرض چکانے کی خواہش کی تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم ان کو بری الذمہ کر چکے ہیں۔ جبکہ آپ نے مجھے قرض سے لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔

حکایت

ثقۃ الاسلام نوری نور اللہ مرقدہٗ حاجی ملا ابو الحسن مازندرانی سے دار السلام میں نقل فرماتے ہیں کہ ملا جعفر ابن عالم صالح محمد حسین طبرسانی جو تیلک نامی بستی کے رہنے والے تھے، میری ان سے دوستی تھی۔ جب طاعون کی وبائے عظیم آئی جس نے تمام علاقہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو اتفاق ایسا ہوا کہ لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد فوت ہو گئی۔ جنھوں نے آپ کو وصی بنایا تھا اور ان کی وصیت کے مطابق اموال جمع کر لیے تھے لیکن وہ اموال ابھی اپنے مصرف پر خرچ نہ ہوئے تھے کہ وہ بھی طاعون سے ہلاک ہو گئے اور وہ اموال ضائع ہو گئے، اور صحیح مصرف پر خرچ نہ ہوئے۔ جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں حضرت ابو عبد اللہ الحسین کی قبر کی زیارت سے مشرف ہوا تو کربلائے معلّٰی میں میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی کی گردن میں زنجیر ہے جس سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں اور جس کو دونوں طرف سے دو آدمی پکڑے ہوئے ہیں۔ زنجیر والے شخص کی زبان اتنی لمبی ہو چکی ہے کہ اس کے سینہ تک لٹک آئی ہے۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ میرے

نزدیک آیا۔ میں نے دیکھا تو وہ میرا دوست ملا جعفر تھا۔ میں نے اس کے حال پر تعجب کیا۔ اس نے میرے ساتھ بات کرنا چاہی اور فریاد کرنا چاہی کہ ان دو اشخاص نے زنجیر کو کھینچا اور پیچھے ہٹا لیا۔ میں نے اس کے حال کو تین مرتبہ دیکھا اور ڈر کے مارے سخت چیخ نکلی اور بیدار ہوا۔ میری اس چیخ کو سُن کر میرے نزدیک سویا ہوا ایک اور عالم بھی جاگ پڑا۔ میں نے خواب کے واقعہ کو اس کے سامنے بیان کیا اور اتفاقاً وہ وقت کہ جب میں بیدار ہوا صحن اور حرم شریف کے دروازے کھلنے کا وقت تھا۔ میں نے اپنے دوست سے کہا بہتر ہے کہ حرم شریف میں جاکر زیارت کریں اور ملا جعفر کے لیے استغفار کریں۔ شاید اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے اگر یہ خواب رویائے صادقہ میں سے ہے۔ پھر ہم حرم شریف میں داخل ہوئے اور اپنے ارادہ کے مطابق عمل کیا۔ اب اسے تقریباً بیس سال گزر چکے مگر ملا جعفر کے متعلق کچھ خبر نہیں اور میرا گمان یہ ہے کہ اس پر یہ عذاب لوگوں کے اموال کی تقصیر کے باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل و کرم سے خانہ کعبہ کی زیارت اور حج سے فارغ کیا اور میں مدینہ کی طرف واپس ہوا۔ مجھے اسی دوران اس قدر عارضہ ہوا کہ میں چلنے پھرنے سے معذور ہو گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے التجا کی کہ مجھے غسل دے کر لباس تبدیل کریں اور کندھوں کا سہارا دے کر رسولِ اکرمؐ کے روضہ مبارکہ میں لے جائیں۔ میرے مرنے سے قبل میرے دوستوں نے میرے کہنے کے مطابق عمل کیا۔ جب میں روضۂ مطہر میں داخل ہوا تو بے ہوش ہو گیا۔ میرے ساتھی مجھے چھوڑ کر اپنے کاموں میں لگ گئے۔ جب مجھے ہوش آیا تو مجھے کندھوں پر اٹھا کر ضریحِ مقدس کے پاس لے گئے۔ میں نے زیارت کی پھر وہ مجھے روضہ کے عقب میں جنابِ سیّدہ کے مکان تک لے گئے جو جناب سیّدہ کی زیارت گاہ ہے۔ میں وہاں بیٹھ گیا اور زیارت کرنے کے بعد اپنی شفا کے لیے دعا کی اور جناب سیدہ سے مخاطب ہو کر عرض کی کہ ہم تک ایسی روایات پہنچی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے فرزند حضرت امام حسینؑ سے زیادہ محبت ہے۔ میں ان کی قبر کا مجاور رہوں۔ آپ ان کے واسطہ سے خدا تعالیٰ سے میرے

لیے شفاعت طلب کریں۔ پھر رسول اکرمؐ کی طرف متوجہ ہوا اور اپنی حاجات طلب کیں اور اپنے تمام مردہ دوستوں کے لیے آنحضرتؐ سے شفاعت کی التجا کی اور ہر ایک کا نام لے کر دعا کی حتیٰ کہ ملا جعفر کے نام پر پہنچا، اس وقت مجھے پرانا خواب یاد آیا۔ میرا حال متغیر ہو گیا اور میں نے گڑگڑا کر اس کے لیے مغفرت اور شفاعت کی، دعا مانگی اور عرض کیا میں نے ملا جعفر کو آج سے بیس سال قبل برے حال میں دیکھا تھا۔ میں اپنے خواب کے سچا اور شیطانی ہونے کے متعلق کچھ نہیں سمجھتا۔ بہرصورت جہاں تک ممکن تھا میں نے خضوع و خشوع کے ساتھ اس کے حق میں بخشش کی دعا کی۔ میں نے اپنی بیماری میں کمی محسوس کی۔ اٹھا اور بغیر دوستوں کے سہارے کے مقام پر آیا اور میرا مرض جناب سیدہ کی برکت سے دور ہو گیا۔

جب ہم مدینہ سے چلے تو اُحد کے مقام پر ٹھہرنے کا ارادہ کیا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہاں پر شہدائے احد کی زیارت کی۔ وہاں پر خواب میں میں نے اپنے دوست ملا جعفر کو دیکھا وہ سفید لباس میں ملبوس سر پر معطر دستار سجائے ہاتھ میں عصا لیے ہوئے میری طرف بڑھے مجھے سلام کیا اور کہا مرحبًا بالاخوۃ وَالصداقۃ دوست کو دوست کے ساتھ ایسا ہی اچھا سلوک کرنا چاہیے جیسا تو نے میرے ساتھ کیا ہے۔ میں اس وقت بڑی تنگی اور مصیبت میں تھا تو ابھی روضہ مطہرہ سے باہر نہیں نکلا تھا کہ انھوں نے مجھے رہا کر دیا۔ ابھی دو یا تین روز ہوئے کہ مجھے حمام میں بھیج کر کثافت کو دور کیا اور رسول اکرمؐ نے میرے لیے یہ لباس بھیجا اور یہ عبا جناب سیدہ نے عطا فرمائی اور اب بحمداللہ میرا حال بہتر ہے اور اب تیری پیشوائی کو آیا ہوں تاکہ تجھے بشارت دوں۔ اب خوش ہو کہ تو تندرست ہو کر اپنے خاندان کی طرف جا رہا ہے اور وہ تمام سلامتی سے ہیں اسی طرح اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے میں خوش و خرم بیدار ہوا۔

شیخ مرحوم فرماتے ہیں عقل مند شخص کے لیے بہتر ہے کہ وہ اس خواب کے دقائق میں غور و فکر کرے کیونکہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جو دل کی سیاہی اور آنکھوں کی دھول

کو صاف کر دیتی ہے

حکایت

دار السلام میں ہے شیخ اجل جناب حاجی ملا علی اپنے والد ماجد جناب حاجی مرزا خلیل طہرانی سے نقل کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ میں کربلائے معلّٰی میں تھا اور میری والدہ تہران میں۔ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا میری والدہ نے میرے پاس آکر کہا بیٹا! میں مرچکی ہوں اور مجھے تیرے پاس لایا جا رہا ہے اور میری ناک توڑ دی گئی ہے۔ میں ڈر کر خواب سے بیدار ہوا۔ اس واقعہ کے چند روز بعد مجھے اپنے بھائی کی طرف سے والدہ کی وفات کا خط ملا اور تحریر تھا کہ آپ کی والدہ کا جنازہ آپ کے پاس بھیج دیا ہے۔ جب جنازہ والے پہنچے تو انھوں نے فرمایا کہ تمھاری والدہ کا جنازہ کارواں سرائے میں ذوالکفل کے نزدیک چھوڑا ہے کیونکہ ہمارا گمان تھا تم نجف اشرف میں ہو گے۔ میں خواب کی سچائی کو سمجھ گیا لیکن میں مرحومہ کے اس کلام پر حیران تھا کہ میری ناک توڑ دی گئی ہے۔ میں نے کفن کو چہرہ سے ہٹا کر دیکھا تو ناک ٹوٹی ہوئی تھی۔ میں نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا۔ انھوں نے کہا ہم اس کے سوا اور کوئی سبب نہیں جانتے کہ ہم نے کارواں سرائے میں مرحومہ کا جنازہ دوسرے جنازوں کے آگے رکھ دیا۔ ہم ایک دوسرے سے جھگڑ پڑے، باہم مار کٹائی میں جنازہ زمین پر گر پڑا شاید اسی وقت مرحومہ کو یہ نقصان اور تکلیف پہنچی۔ میں اپنی والدہ کے جنازہ کو حضرت ابوالفضل العباسؑ کے حرم میں لایا اور ان کی قبر کے بالمقابل رکھ دیا اور آنجناب سے مخاطب ہو کر عرض کی کہ اے ابوالفضل العباسؑ! میری والدہ نماز روزہ کو اچھی طرح ادا نہ کرتی تھی، اب آپ کے پاس موجود ہے، اس کا عذاب اور تکلیف دور فرمائیں۔ اے میرے آقا! میں آپ کے سامنے اس کے پچاس سالہ نماز، روزہ کی ضمانت دیتا ہوں۔ پھر اس کو دفن کر دیا اور اس کے نماز روزہ کو ادا کرنا بھول گیا۔

کچھ مدت کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے دروازے کے سامنے بہت شور و غل ہو رہا ہے۔ باہر نکل کر دیکھا تو میری والدہ کو ایک درخت کے ساتھ باندھ کر کوڑے لگائے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا تم اسے کس گناہ کی سزا میں کوڑے لگا رہے ہو۔ انھوں نے کہا ہمیں ابوالفضل العباسؑ نے اس کام پر مامور فرمایا ہے حتّٰی کہ فلاں رقم ادا کرے۔ میں کمرہ میں داخل ہوا اور جس قدر رقم انھوں نے مانگی تھی، ان کو ادا کر دی اور اپنی والدہ کو درخت سے آزاد کرایا اور مکان پر لایا اور ان کی خدمت میں مشغول ہو گیا۔ جب بیدار ہوا تو میں نے رقم کا حساب کیا تو پتہ چلا کہ وہ رقم جو انھوں نے وصول کی تھی پچاس سال کی عبادت کے مطابق تھی۔ میں نے اس رقم کو اٹھایا اور سید اجل آقا میرزا سید علی رضوان اللہ علیہ صاحبِ کتاب ریاض کے پاس لایا اور عرض کیا، یہ رقم پچاس سال کی عبادت کی ہے مہربانی فرما کر یہ ہدیہ میری والدہ کو پہنچائیں۔

ہمارے استاد صاحب دار السلام نے اس خواب کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ خواب امور اور عاقبت کے خطرات، عہد خداوندی میں سستی کے عدم کو ظاہر کرتا ہے اور اپنے پسندیدہ اولیاء کے مقامات و مراتب کی بلندی پر دلالت کرتا ہے جس میں بصیرت کی آنکھوں کے ساتھ غور و فکر کرنے والے پر کوئی امر پوشیدہ نہیں رہتا۔

حکایت

یہی بزرگوار اپنے والد صالح سے نقل فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ تہران میں ایک حمام کا خادم تھا جسے ہم پادو کہا کرتے تھے اور وہ نماز روزہ ادا نہیں کرتا تھا۔ ایک دن وہ ایک معمار کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میرے لیے ایک حمام بنا دو۔ معمار نے پوچھا تو رقم کہاں سے لایا ہے؟ پادو نے کہا تجھے اس سے کیا غرض تو رقم لے اور حمام بنا دے اس معمار نے اس کے لیے حمام بنایا جو اس کے نام سے مشہور ہوا اور اس کا نام

علی طالب تھا۔ مرحوم حاجی ملاّ خلیل کہتے ہیں، جب میں نجف اشرف میں تھا میں نے خواب میں علی طالب کو نجف اشرف وادی السلام میں دیکھا۔ میں حیران ہوا اور اس سے پوچھا کہ تو اس مقام پر کیسے پہنچا جبکہ تو نہ نماز پڑھتا تھا اور نہ روزہ رکھتا تھا۔ اُس نے جواب دیا اے فلاں! جب میں مرا تو مجھے طوق و زنجیر میں جکڑ دیا گیا تا کہ مجھے عذاب کی طرف لے جایا جائے کہ حاجی مُلاّ محمد کرمان شاہی نے، خدا ان کو جزائے خیر دے، فلاں آدمی کو میرے لیے حج کرنے کے لیے نائب مقرر کیا اور فلاں کو میرے نماز و روزہ کا نائب مقرر کیا اور میری طرف سے فلاں فلاں کو زکوٰۃ اور ردِّ مظالم کے لیے مقرر فرمایا اور اب میرے ذمہ کوئی چیز نہیں چھوڑی جو ادا نہ کی ہو اور مجھے عذاب سے نجات دلائی۔ خداوندِ تعالیٰ اُنھیں جزائے خیر دے۔ میں ڈر کر خواب سے بیدار ہوا اور حیران تھا۔ کچھ مدت کے بعد ایک جماعت تہران سے یہاں پہنچی۔ میں نے ان سے علی طالب کا حال دریافت کیا۔ انھوں نے مجھے ایسی ہی خبر دی جیسا میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ یہاں تک کہ حج و نماز و روزہ کے نائبین کے نام ان ناموں کے مطابق تھے جو مجھے خواب میں بتائے گئے تھے۔

اب یہ بات مخفی نہیں کہ یہ خواب ان وارد شدہ احادیث کی تصدیق کرتا ہے جو نماز، روزہ، حج اور باقی صدقات کے ثواب کے میت تک پہنچنے پر دلالت کرتی ہیں۔ کیونکہ میت کبھی تنگی اور سختی میں مبتلا ہوتا ہے۔ مگر وہ ان اعمال کی وجہ سے جن کا ثواب اسے ملتا ہے، آرام و راحت پاتا ہے نیز اس بات کی بھی تصدیق ہوتی ہے کہ کوئی مومن اگر مشرق و مغرب میں کسی جگہ بھی مرے اس کی روح وادی السّلام نجف اشرف میں لائی جاتی ہے اور بعض روایات میں ہے گویا میں انھیں گروہ در گروہ باتیں کرتے دیکھ رہا ہوں۔ حاجی ملا محمد کرمان شاہی مذکورؒ علمائے صالحین میں سے تھے جو تہران میں رہتے تھے۔

حکایت

عارف کامل قاضی سعید قمیؒ اربعینات سے نقل کرتے ہیں کہ مجھ سے ایک ثقہ

شخص نے بیان کیا کہ شیخ بہار الدین عاملی قدس سرہٗ ایک دن ایک عارف سے جو اصفہان میں ایک مقبرہ کے پاس پناہ گزیں تھا، ملنے کے لیے گئے۔ اس عارف نے شیخ سے کہا، میں نے آج سے کچھ روز قبل ایک عجیب و غریب منظر دیکھا اور وہ یہ کہ کچھ لوگ ایک جنازہ کو لائے اور اُسے فلاں جگہ دفن کر کے چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایسی خوشبو پہنچی کہ اس سے قبل ایسی خوش کُن خوشبو نہ سونگھی تھی۔ میں نے حیران ہو کر دائیں بائیں دیکھا تا کہ معلوم کر سکوں کہ یہ خوشبو کہاں سے آرہی ہے، ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان شاہی لباس پہنے قبر کی طرف جا رہا ہے، وہاں پہنچ کر قبر کے نزدیک بیٹھ گیا۔ میں اس واقعہ سے بہت حیران ہوا۔ میں نے دیکھا کہ وہ شخص اچانک غائب ہو گیا گویا وہ قبر میں داخل ہو گیا۔ اس واقعہ کو ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ مجھے اس قدر گندی بدبو پہنچی کہ اس سے زیادہ بدبو کبھی نہ سونگھی ہو گی۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ اس نوجوان کے پیچھے ایک کتا جا رہا ہے حتّٰی کہ قبر پہ پہنچ کر دونوں غائب ہو گئے۔ مجھے تعجب ہوا۔ میں ابھی حیرانگی میں تھا کہ ناگاہ نوجوان باہر نکلا، اس کا حال بُرا اور جسم زخمی تھا۔ جس راستہ سے آیا تھا اسی راستہ سے چلا گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے چل دیا تا کہ میں اس کی حقیقت حال سے واقفیت حاصل کروں۔ اس نے مجھ سے بیان کیا کہ میں میّت کے اعمال صالح ہوں اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں اس کے ساتھ قبر میں رہوں۔ اچانک یہ کتا جسے تم آتا دیکھ رہے ہو، اس کے برے اعمال تھے۔ میں نے چاہا کہ اسے قبر سے باہر نکال کر اس کا حق دوستی ادا کروں مگر اس نے دانتوں سے کاٹ کر میرا گوشت نوچ لیا اور مجھے زخمی کر دیا جیسا تم دیکھ رہے ہو۔ اس نے مجھے اس قابل نہیں چھوڑا کہ میں اس کے ساتھ رہ سکوں۔ میں باہر آگیا اور اسے چھوڑ دیا۔ جوں ہی عارفِ مکاشفہ نے اس حکایت کو شیخ صاحب سے بیان کیا تو شیخ بہار الدین عاملی نے فرمایا، درست فرمایا۔ ہم قائل ہیں کہ اعمال، حالات کی مناسبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مثالی صورتیں اختیار کرتے ہیں۔

اس حکایت کی تصدیق شیخ صدوق کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو انھوں نے امالی کی ابتدا میں درج فرمایا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیس بن عاصم منقری بنی تمیم کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اکرمؐ کی خدمت میں پہنچا اور آنحضرت صلعم سے مفید نصیحت کی خواہش کی۔ حضورؐ نے انھیں نصیحت کرتے ہوئے اپنے موعظہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا، اے قیس جب تو دفن ہوگا تیرے ساتھ ایک ساتھی ضرور ہوگا جو زندہ ہوگا اور اس وقت تو مردہ ہوگا۔ اگر وہ باعزت ہوگا تو اس کی وجہ سے تو بھی عزت پائے گا اور اگر وہ لعیم ہوا تو تو بھی بدبخت ہوگا۔ تو اسی کے ساتھ محشور ہوگا اور اسی کے ساتھ مبعوث ہوگا اور اسی سے سوال ہوگا۔ اس ساتھی کو نیک بناؤ کیونکہ اگر تو صالح ہوگا تو تو اس سے انس و محبت کرے گا اور اگر برا ہوا تو تو اس سے ڈرتا رہے گا اور یہ تیرے اعمال ہوں گے۔ قیس نے عرض کیا یا حضرت! میں چاہتا ہوں کہ اس موعظہ کو نظم کیا جائے تاکہ ہم اس پر فخر کر سکیں جو کچھ ہم نے عربوں سے حاصل کیا ہے، ہم اسے ذخیرہ کر لیں۔

آنحضرتؐ نے حسان بن ثابت شاعر کو بلانے کے لیے کسی شخص کو بھیجا تاکہ وہ آکر اس کو نظم کرے۔ صلصال بن دلہمس اس وقت حاضر تھا اُس نے حسان بن ثابت کے آنے سے پہلے ہی نظم بناتے ہوئے کہا:

تَخَيَّرْ خَلِيْطًا مِنْ فِعَالِكَ اِنَّمَا — قَرِيْنُ الْفَتٰى فِيْ قَبْرِهٖ مَا كَانَ يَفْعَلُ
وَلَا بُدَّ بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ اَنْ تُعِدَّهٗ — لِيَوْمٍ يُنَادَى الْمَرْءُ فِيْهِ وَيُقْبَلُ
فَاِنْ كُنْتَ مَشْغُوْلًا بِشَيْءٍ فَلَا تَكُنْ — بِغَيْرِ الَّذِيْ يَرْضٰى بِهِ اللّٰهُ تُشْغَلُ
فَلَنْ يَصْحَبَ الْاِنْسَانُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهٖ — وَمِنْ قَبْلِهٖ اِلَّا الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُ
اَلَا اِنَّمَا الْاِنْسَانُ ضَيْفٌ لِاَهْلِهٖ — يُقِيْمُ قَلِيْلًا بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَرْحَلُ

ترجمہ اشعار

شعر نمبر۱: اعمال صالح کو اپنا ساتھی بنا۔ کیونکہ اعمال ہی انسان کے ساتھی ہوں گے۔

شعر نمبر۲: مرنے کے بعد بروز قیامت جب منادی کی ندا سنائی دے گی تو تو بھی ان ہی مردوں میں سے اٹھے گا۔

شعر نمبر۳: اور سوائے ایسے اعمال کے جن کے ذریعہ خدا راضی ہوتا ہے تجھے اور کسی کام میں مشغول نہیں رہنا چاہیے۔

شعر نمبر۴: موت کے بعد انسان کے وہی اعمال ساتھی ہوتے ہیں جو اس سے قبل دنیا میں کیا کرتا تھا۔

شعر نمبر۵: خبردار! انسان دنیا میں اہل و عیال کے پاس مہمان ہے۔ جو چند روزہ قیام کے بعد کوچ کر جائے گا۔

شیخ صدوقؒ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ حضرت عیسٰی بن مریمؑ ایک ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کی میت پر عذاب ہو رہا تھا۔ پھر ایک سال بعد دوبارہ حضرت عیسٰیؑ اسی قبر کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ اس میت سے عذاب قبر اُٹھ چکا تھا۔ عرض کی اے پروردگار! میں گزشتہ سال اسی قبر کے پاس سے گزرا تھا جبکہ اس پر عذاب ہو رہا تھا اور اب اس سے وہ عذاب اٹھ چکا ہے۔ حضرت عیسٰیؑ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی، اے روح اللہ! صاحبِ قبر کا ایک نیک لڑکا تھا جس نے بالغ ہو کر گذرگاہ کی اصلاح کی، یتیم کو پناہ دی اور رہنے کے لیے جگہ دی۔ لہٰذا میں نے اس کے فرزند کے اعمال صالح کی وجہ سے اس کے گناہ بخش دیے۔

فصل چہارم

قیامت

آخرت کی ہولناک منازل میں سے ایک قیامت ہے جس کی ہولناکی اور خوف ہر خوف سے سخت ہے۔ اسی کے اوصاف میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

ثَقُلَتۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ لَا تَاۡتِیۡکُمۡ اِلَّا بَغۡتَۃً ؕ (سورۂ اعراف آیت ۱۸۷)

"قیامت زمین و آسمان پر رہنے والے ملائکہ، جن و انس کے لیے اپنے شدائد اور ہولناکیوں کے اعتبار سے سنگین اور گراں ہے اور وہ اچانک آجائے گی۔"

قطب راوندی نے حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے جبرئیل سے پوچھا، قیامت کب برپا ہوگی۔ جوں ہی جبرئیل نے قیامت کا نام سنا اس کے جسم میں اس قدر لرزہ طاری ہوا کہ وہ گر کر بے ہوش ہوگیا۔ جب افاقہ ہوا تو کہنے لگا اے روح اللہ! قیامت کے بارے میں مسئول سائل سے زیادہ اعلم نہیں اور مذکورہ بالا آیت کی تلاوت کی۔

شیخ جلیل علی بن ابراہیم قمیؒ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلعم کے پاس جبرئیل تشریف فرما تھے۔ جبرئیل نے اچانک آسمان کی طرف دیکھا اور ڈر کی وجہ سے اس کا رنگ زعفران کی طرح زرد ہوگیا اور رسولِ اکرمؐ کی پناہ لینے لگا۔ رسولِ اکرمؐ نے اس جگہ نگاہ کی جہاں جبرئیل نے دیکھا تھا۔ آپ نے ایک فرشتہ کو دیکھا جو کہ مشرق و مغرب میں پر پھیلائے ہوئے ہے گویا کہ وہ زمین

کا غلاف ہے۔ وہ فرشتہ رسول اکرم صلعم کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے محمد صلعم! میں اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آیا ہوں کہ تجھے اختیار ہے تو بادشاہی اور رسالت پسند کرے یا بندگی اور رسالت۔ حضرتؐ جبرئیل کی طرف متوجہ ہوئے، دیکھا تو اس کی رنگت بحال تھی اور باہوش تھا۔ جبرئیل نے بندگی اور رسالت پسند کرنے کو کہا۔ پس حضرت نے بندگی اور رسالت پسند فرمائی۔ اس فرشتہ نے اپنا دایاں پاؤں اٹھا کر آسمان اول پر رکھا، پھر بایاں اٹھا کر آسمان دوم پر، اسی طرح آسمان ہفتم تک گیا اور ہر آسمان کو ایک قدم بنایا اور جتنا بلند ہوتا گیا، چھوٹا ہوتا گیا یہاں تک کہ چھوٹے پرندہ کی طرح ہوگیا۔ پھر آنحضرت صلعم جبرئیل کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، میں نے تیرے خوف اور تبدیلیٔ رنگ سے زیادہ خوفناک چیز کبھی نہیں دیکھی۔ جبرئیل نے عرض کی آپ مجھے ملامت نہ کریں کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ فرشتہ کون ہے؟ یہ حاجب رب العالمین اسرافیل تھا۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو خلق فرمایا یہ فرشتہ اس ہیئت میں نیچے نہیں اترا جب میں نے اسے زمین کی طرف آتے دیکھا تو میں نے گمان کیا کہ یہ قیامت برپا کرنے کے لیے آیا ہے اور قیامت کے خوف سے میرا رنگ متغیر ہوگیا جیسا کہ آپ نے مشاہدہ فرمایا۔ جوں ہی مجھے یقین ہوا کہ یہ قیامت برپا کرنے کے لیے نہیں آیا بلکہ آپ کو برگزیدہ ہونے کی خوشخبری سنانے کے لیے آیا ہے تو میرا رنگ اصلی حالت پر آگیا اور میرے حواس درست ہوگئے۔

ایک روایت میں ہے کہ کوئی فرشتہ آسمان و زمین، فضا و پہاڑ، صحرا و دریا میں سے ایسا نہیں جو ہر جمعہ سے اس لیے نہ ڈرتا ہو کہ کہیں اس جمعہ کو قیامت نہ برپا ہو جائے۔

شاید آسمان، زمین اور تمام چیزوں کے ڈرنے سے مراد ان میں رہنے والوں اور ان کے موکلین کا خوف ہو۔ چنانچہ مفسرین نے آیت ثَقُلَتۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

کی تفسیر میں یہی ذکر فرمایا ہے۔

مروی ہے کہ رسول اکرمؐ جس وقت قیامت کا تذکرہ فرماتے تو آپ کی آواز میں سختی اور رخساروں پر سرخی آجاتی تھی۔

شیخ مفید ارشاد میں نقل فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرمؐ نے غزوۂ تبوک سے مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی تو عمرو بن معدی کرب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت صلعم نے اس سے فرمایا، اے عمرو! اسلام قبول کر تاکہ حق تعالیٰ تجھے قیامت کے خوف سے محفوظ رکھے۔ عمرو نے کہا، اے محمدؐ! قیامت کیا ہے؟ میں ایسا شخص ہوں کہ مجھے خوف آتا ہی نہیں۔

اس روایت سے عمرو کی شجاعت و بہادری اور قوتِ قلب کا اندازہ ہوتا ہے۔ منقول ہے کہ وہ اپنے زمانے کے مشہور بہادروں میں سے تھا اور بہت سے عجمی علاقوں کی فتوحات اسی کے ہاتھ سے ہوئیں اور اس کی شمشیر صمصام مشہور تھی۔ بیک وقت اس کی ایک ضربت اونٹ کے قوائم کو جدا کر دیتی تھی۔ عمر بن خطاب نے اپنے دور میں اس سے خواہش کی کہ وہ اپنی تلوار اسے بطور ہدیہ دے دے۔ عمرو نے تلوار پیش کی۔ عمر نے اسے اس زور کے ساتھ ایک جگہ پر مارا تاکہ اس کا امتحان لے۔ اس تلوار نے قطعاً کوئی اثر نہ کیا۔ عمر نے اُسے دور پھینک دیا اور کہا کہ یہ تو کوئی چیز نہیں۔ عمرو نے کہا اے بادشاہ! تو نے مجھ سے تلوار طلب کی تھی نہ کہ شمشیر زنی کے لیے بازو۔ عمر بن خطاب عمرو کے کلام سے غصہ میں آگیا اور اس سے ناراض ہوا اور بقولے اسے قتل کرا دیا۔

جب عمرو نے کہا کہ میں قیامت سے خوف نہیں کھاتا تو حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا، اے عمرو! وہ خوف ایسا نہیں جیسا کہ تو اسے گمان کرتا ہے۔ مُردوں کے لیے ایک صور پھونکا جائے گا کہ تمام مُردے زندہ ہو جائیں گے اور کوئی زندہ ایسا نہ ہوگا جو کہ مر نہ جائے گا (سوائے ان لوگوں کے جسے خدا نہ مارنا چاہے گا)۔ پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا جس سے تمام مردے زندہ ہو جائیں گے اور صف باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے۔ جہنم کے شعلے پہاڑوں کی مانند ہوں گے اور زمین پر گر رہے ہوں گے۔ ہر ذی روح کا دل بستہ ہو جائے گا اور اپنے اپنے معبود کو یاد کرے گا۔ نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ سوائے ان لوگوں کے جنھیں خدا چاہے گا محفوظ رکھے گا۔ اے عمرو تو کہاں بھٹک رہا ہے؟ عمرو نے عرض کیا میں اس امرِ عظیم کے متعلق تمام باتیں سن رہا ہوں اور وہ اسی وقت مع اپنی قوم کے خدا اور رسولؐ پر ایمان لایا۔

اس باب میں بے شمار روایات وارد ہیں جو قیامت کے عظیم خوف پر دلالت کرتی ہیں۔ قیامت کی گھڑی اس قدر خوفناک اور ہولناک ہے کہ عالم برزخ اور قبر میں بھی مردے کانپتے اور ڈرتے ہیں۔ کیونکہ جب بعض مردے اولیاء اللہ کی دعاؤں سے زندہ ہوئے تو اُن کے بال سفید تھے۔ جب قیامت کے متعلق ان سے دریافت کیا گیا تو کہنے لگے کہ جب ہمیں زندہ ہونے کا حکم دیا گیا تو ہم نے گمان کیا کہ شاید قیامت برپا ہو گئی اور اس کے خوف سے ہمارے بال سفید ہو گئے۔

قیامت کی سختی سے محفوظ رکھنے والے اعمال

اب میں یہاں پر چند ایسے اعمال کا تذکرہ کرتا ہوں جو قیامت کے شدائد اور سختیوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور وہ دس امور ہیں:

اوّل: مروی ہے کہ جو شخص سورہ یوسف کو ہر روز یا ہر شب تلاوت کرے گا وہ شخص روزِ قیامت قبر سے اس طرح اٹھے گا کہ وہ حضرت یوسف کی طرح حسین ہوگا اور قیامت کے خوف سے محفوظ رہے گا۔

امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ جو شخص سورہ دُخان کو نماز نافلہ اور فریضہ میں پڑھے

وہ قیامت کے روز ہر قسم کے خوف سے محفوظ رہے گا۔

حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ جو شخص شب یا جمعہ کے دن سورہ احقاف کی تلاوت کرے گا تو وہ شخص ہر دنیوی و اُخروی خوف سے محفوظ رہے گا۔ نیز ان ہی حضرت سے منقول ہے جو شخص سورہ والعصر کو نماز نافلہ میں پڑھے گا وہ آخرت کے دن خوش و خرم ہو گا اور اس کا چہرہ نورانی اور روشن ہو گا، اس کی آنکھیں روشن ہوں گی یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو گا۔

دوم:۔ شیخ کلینیؒ امام جعفر صادقؑ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا جو شخص سفید ریش بوڑھے کا احترام کرے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے خوف سے محفوظ رکھے گا

سوم:۔ آنحضرت نے فرمایا کہ جو شخص مکہ معظمہ جاتے یا آتے ہوئے فوت ہو جائے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے خوف سے محفوظ رکھے گا۔ شیخ صدوقؒ آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص حرم مکہ یا حرم مدینہ میں فوت ہو جائے "زَادَهُمَا اللهُ شَرَفًا وَتَعْظِيمًا" اللہ تعالیٰ اسے جملہ خوفناکیوں سے محفوظ اور بے خطر اٹھائے گا۔

چہارم:۔ شیخ کلینیؒ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص حرم مکہ میں دفن ہو وہ قیامت کے خوف سے محفوظ رہے گا۔

پنجم:۔ شیخ صدوقؒ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں جو شخص کسی برائی یا غلبۂ شہوت سے صرف اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اجتناب کرے حق تعالیٰ اس پر آتشِ دوزخ حرام کر دیتا ہے اور اسے خوفِ قیامت سے محفوظ رکھتا ہے۔

ششم:۔ آنحضرت صلعم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص مرد ہوتے ہوئے خواہشات نفسانی کی مخالفت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے خوف سے محفوظ رکھتا ہے۔

ہفتم:۔ شیخ اجل علی بن ابراہیم قمی حضرت امام باقرؑ سے روایت کرتے ہیں جو شخص باوجود قدرت کے اپنے غصہ کو پی جائے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ایمان سے پُر کرتا ہے

اور خوفِ قیامت سے محفوظ رکھتا ہے۔

ہشتم:۔ امن مطلق جس کے ہوتے ہوئے کوئی خوف نہیں وہ ولایت علی علیہ السلام کا اقرار ہے یہ وہ حسنیٰ ہے کہ بنص قرآن کوئی نیکی اس سے بڑی نہیں ہے اور اس کا حامل خوف قیامت سے محفوظ رہے گا

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۝ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنْفُسُهُمْ خَالِدُونَ ۝ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ هَٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝

(سورۂ انبیاء آیات ۱۰۱ تا ۱۰۳)

"البتہ جن لوگوں کے واسطے ہماری طرف سے پہلے ہی سے بھلائی (لکھی گئی) ہے وہ لوگ اس سے دور رکھے جائیں گے یہ لوگ اس کی بھنک بھی نہیں سنیں گے اور یہ لوگ ہمیشہ اپنی من مانی داروں میں چین سے رہیں گے اور انھیں قیامت کا بڑے سے بڑا خوف بھی دہشت میں نہ لائے گا اور فرشتے ان سے کہیں گے کہ یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا"۔

رسول اکرمؐ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا یا علیؑ! تو اور تیرے شیعہ فزع اکبر کے دن امان میں ہوں گے اور یہ آیت تمھاری طرف راجع ہے اور حسنیٰ سے مراد ولایت علیؑ و آل علی علیہ السلام ہے اور قرآن میں جیسا کہ وعدہ کیا گیا ہے

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا ۚ وَهُمْ مِنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ ۝ (سورۂ نمل آیت ۸۹)

"جو شخص نیک کام کرے گا اس کے لیے اس کی جزا اس سے کہیں بہتر ہے۔ اور یہ لوگ اس دن خوف و خطر سے محفوظ رہیں گے"۔

تفاسیر عامہ کشاف، ثعلبی اور کبیر میں ہے کہ جو شخص حسنہ کے ساتھ وارد ہوگا وہ بروزِ قیامت امن میں ہوگا اور حسنہ سے مراد علی علیہ السلام ہیں۔ جو شخص آل محمدؐ کی محبت کے ساتھ مر گیا اور توبہ کے ذریعہ پاک ہوگیا تو جب وہ قبر سے نکلے گا تو اس کے سر پر بادل کا سایہ ہوگا اور قیامت کے خوف سے محفوظ رہے گا اور جنت میں داخل ہوگا۔

نہم :- شیخ صدوقؒ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص پریشان اور پیاسے مومن بھائی کی اپنی قوت وطاقت کے ذریعہ اعانت کرے اور اُسے غم سے آسائش مہیا کرے یا اس کی حاجت پوری کرنے کے لیے کوشش کرے تو حق تعالیٰ اسے بہتّر قسم کی نعمتیں عطا کرے گا۔ ان میں سے ایک تو یہ کہ دنیا میں اس کے امر معاش کی اپنی رحمت کے ذریعہ اصلاح فرمائے گا اور باقی اکہتّر رحمتیں قیامت کی ہولناکیوں اور خوف کے لیے ذخیرہ رکھے گا۔

برادرانِ مومنین کے قضائے حوائج کے بارے میں بہت سی روایات منقول ہیں۔ ازاں جملہ حضرت امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مومن بھائی کی حاجت پوری کرنے کے لیے نکلے تو حق تعالیٰ اس کے لیے پانچ ہزار ستر فرشتوں کو اس پر سایہ کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس کے باہر قدم رکھنے سے قبل ہی اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں درج فرماتا ہے۔ حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ مومن بھائی کی حاجت پوری کرنا افضل ہے حج، حج، حج سے یہاں تک کہ آپ نے دس تک شمار فرمایا (یعنی دس حج سے افضل ہے۔)

منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عبادت گذار عابد تھا جس نے دوسروں کی حاجات میں کوشش کرنا اپنا فریضہ سمجھ رکھا تھا۔ شیخ جلیل شاذان بن جبرئیل قمیؒ نے حضرت رسولِ اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے بہشت دوم کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰهِ۔ ہر چیز کا

حلیہ ہوتا ہے اور سرورِ کائنات کا قیامت کا حلیہ چار خصلتیں ہیں:

۱۔ یتیموں کے سروں پر دست شفقت پھیرنا۔

۲۔ بیوہ عورتوں پر مہربانی کرنا۔

۳۔ مومن کی حاجت پوری کرنے کے لیے جانا۔

۴۔ فقرار و مساکین کی خبر گیری وغیرہ۔

علمار و بزرگانِ دین مومنین کے قضائے حاجات کے بارے میں بہت اہتمام کیا کرتے تھے اور اس باب میں ان سے بہت سی حکایات منقول ہیں جن کے نقل کرنے کی یہاں چنداں ضرورت نہیں ہے۔

دھم :- شیخ کلینیؒ حضرت امام رضاؑ سے نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر پر جائے اور اس پر ہاتھ رکھ کر سات مرتبہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ پڑھے حق تعالیٰ اسے محشر کی سختی سے محفوظ رکھے گا۔

دوسری روایت میں ہے کہ روبقبلہ ہو کر ہاتھوں کو قبر پر گاڑنا روزِ قیامت کی ہولناکیوں کے خوف سے محفوظ رکھتا ہے۔ ممکن ہے کہ پڑھنے والے کے لیے ہو، چنانچہ روایت سے ظاہر ہے اور میت کے لیے متحمل ہے اور بعض روایات سے اسی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ بندہ نے خود مجموعہ میں دیکھا ہے کہ شیخ ابو عبداللہ محمد بن مکی عاملی جو شیخ شہید مشہور ہیں، اپنے استاد فخر المحققین آیۃ اللہ علامہ حلی کی قبر کی زیارت کو گئے اور فرمایا کہ میں نے اس قبر والے سے اور انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور سورۂ قدر پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جُنُوْبِهِمْ وَ صَاعِدْ اِلَیْكَ اَرْوَاحَهُمْ وَ زِدْهُمْ مِنْكَ رِضْوَانًا وَ اَسْكِنْ اِلَیْهِمْ مِنْ

رَحْمَتِكَ مَا تَصِلُ بِهٖ وَحْدَتَهُمْ وَ تُؤْنِسُ وَحْشَتَهُمْ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

وہ شخص اور میت دونوں فزع اکبر سے محفوظ رہیں گے۔

علامہ مجلسی کی شرح فقیہ میں تحریر کردہ بیان کے مطابق فخر المحققین کی قبر نجف اشرف میں ہے اور شاید ان کے والد کی قبر کے نزدیک ریوان مطہر میں ہے۔

صورِ اسرافیل

خلّاق عالم جب دنیا کو ختم کر کے قیامت برپا کرنے کا ارادہ کرے گا تو اسرافیل کو حکم دے گا کہ وہ صور پھونکے۔ صور بہت بڑا اور نورانی ہے جس کا ایک سرا اور دو شاخیں ہیں چنانچہ اسرافیل بیت المقدس میں پہنچ کر قبلہ رو ہو کر صور پھونکیں گے۔ جب زمین کی طرف والی شاخ سے آواز برآمد ہوگی تو زمین والے مر جائیں گے اور جب آسمان کی طرف والی شاخ سے آواز نکلے گی تو آسمان کی مخلوق فنا ہو جائے گی۔ پھر ارشادِ قدرت سے اسرافیل کو حکم ہوگا مُوْتُوْا تو وہ بھی مر جائے گا۔ نفخ صور کے وقت اس دنیا کی تباہی کا جو نقشہ قرآن مجید نے پیش کیا ہے وہ یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ لَیْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۝ وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝ (سورۂ واقعہ آیات ۱ تا ۶)

"رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں جبکہ قیامت واقع ہو جائے جس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں وہ پست کرنے والی بھی ہے اور بلند کرنے والی بھی جس وقت زمین ہلائی جائے گی جیسا کہ ہلانے کا حق ہے اور پہاڑ ایسے اکھاڑ دیے جائیں جیسا کہ اکھاڑنے کا حق ہے اور وہ اس طرح

ہو جائیں گے جیسا کہ بکھرے ہوئے خاکی ذرات۔"

یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ (سورہ ابراہیم آیت ۴۸)

"جس روز زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان (دوسرے آسمانوں سے) اور سب زبردست و یکتا خدا کے حضور کھڑے ہونگے۔"

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝ (سورۂ انفطار آیات ۱ تا ۵)

"جبکہ آسمان پھٹ جائیں گے اور تارے گر کر تتر بتر ہو جائیں گے اور جب کہ دریا بہہ کر مل جائیں گے اور جب کہ قبریں الٹ پلٹ کر دی جائیں گی اور ہر نفس جان لے گا کہ اس نے آگے کیا بھیجا ہے اور پیچھے کیا چھوڑا ہے۔"

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ سُیِّرَتْ ۝ (سورہ تکویر آیات ۱ تا ۳)

"جب کہ سورج کی روشنی لپیٹ لی جائے گی اور تاروں کی روشنی جاتی رہے گی اور جبکہ پہاڑ چلائے جائیں گے۔"

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝ (سورہ قیامہ آیات ۷ تا ۹)

"پس جب آنکھیں چندھیا جائیں گی اور چاند کو گہن لگ جائے گا اور سورج اور چاند جمع کر دیے جائیں گے۔"

لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۝ (اعراف آیت ۱۸۷)

"یعنی قیامت اچانک آجائے گی۔"

لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوں گے، کوئی مویشیوں کو پانی پلا رہا ہوگا، کوئی
فیکٹری میں مصروفِ کار ہوگا، کوئی ترازو کو اونچا نیچا کر رہا ہوگا اور کوئی گناہوں کا ارتکاب
کر رہا ہوگا۔ صور پھونکے جانے سے سب مر جائیں گے

فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَّلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ○

(سورہ یٰسین آیت ۵۰)

"وصیت کرنے کی بھی مہلت نہ ملے گی اور نہ ہی اپنے گھروں کی طرف پلٹ کر
جا سکیں گے۔"

پھر ندا قہرِ الٰہی بلند ہوگی اے اکڑ کر چلنے والو اور سلطنت و حکومت پر غرور کرنے والو،
اے خدائی کے دعوے دارو! آج وہ تمھاری حکومتیں اور سلطنتیں کہاں ہیں؟ لِمَنِ الْمُلْكُ
الْيَوْمَ "آج کس کی حکومت ہے"۔ کسی کو جواب کی طاقت کہاں۔ آوازِ قدرت آئے گی لِلّٰهِ
الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ "آج قہار و جبار کی حکومت ہے"۔ (احسن الفوائد)

دوبارہ زندگی

تمام دنیا جب تک خدا چاہے گا اسی طرح تباہ رہے گی۔ کسی نے معصوم علیہ السلام
سے سوال کیا کہ ان دو نفخات میں کتنی مدت کا فاصلہ ہوگا تو معصوم نے فرمایا چالیس سال
اور دوسری روایت کے مطابق چار سو سال کا عرصہ۔ یہی حالت رہے گی۔ اس کے بعد
چالیس دن تک بارش ہوتی رہے گی اور ہر ذی نفس کے ذرات جمع ہو جائیں گے اور
سب سے پہلے اسرافیل اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہوگا اور اسے حکم ہوگا وہ صور
پھونکے گا اور مردے زندہ ہوں گے، ندا آئے گی

اَيَّتُهَا الْاَرْوَاحُ الْخَارِجَةُ وَاللُّحُوْمُ الْمُمَزَّقَةُ وَالْعِظَامُ
الْبَالِيَةُ وَالشُّعُوْرُ الْمُتَفَرِّقَةُ هَلُمُّوْا لِلْحِسَابِ۔

"اے بدنوں سے نکلی ہوئی روحو اور بکھرے ہوئے گوشتو اور بوسیدہ
ہڈیو اور بکھرے ہوئے بالو واپس آ کر جمع ہو جاؤ اور حساب دینے کے لیے بڑھو۔"

زمین بحکم خدا اپنے اندر کی چیزوں کو اُگل دے گی وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا
اور جو کچھ زمین کے اندر ابدان واشیار ہوں گی زلزلۂ شدیدہ کے ذریعہ باہر آ جائیں گی اور
ایک ہی دفعہ تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے لیکن تمام لوگوں کا منظر جدا اور کلام جدا ہوگا
نیک لوگ خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے نکلیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ
"تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا" اور کچھ واحسرتاہ
کی فریاد کرتے ہوئے قبروں سے نکلیں گے یَا وَیْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا۔ "ہائے
افسوس! ہمیں کس نے قبروں سے اٹھا دیا۔"

ایک روایت میں ہے کہ ایک پاؤں قبر سے باہر اور ایک اندر ہوگا اور اسی طرح
حیرت میں کھڑے ہوئے تیس سو سال گذر جائیں گے۔ اور یہ قیامت کے عذاب کا
مقدمہ ہوگا۔ مومنین کہیں گے پروردگارا جلد اصل جگہ تک پہنچا تاکہ جنت کی لذتوں سے
لطف اندوز ہوں اور کفار کہیں گے پروردگارا ہمیں رہنے دے کیوں کہ یہاں عذاب
کچھ کم ہے۔ (معاد)

فصل پنجم

قبور سے نکلنا

وہ ہولناک ساعت جب انسان اپنی قبر سے باہر آئے گا اور یہ سخت ترین اور وحشتناک گھڑیوں میں سے ہے۔ حق تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۝ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلٰى نُصُبٍ يُوفِضُونَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۝ (سورہ معارج آیات ۴۲ تا ۴۴)

"پس تو ان کو چھوڑ دے کہ وہ جھگڑتے اور کھیلتے رہیں یہاں تک کہ وہ اس دن سے ملاقات کریں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اس دن وہ قبروں سے اس طرح جلدی نکل پڑیں گے گویا وہ جھنڈوں کی طرف دوڑتے جاتے ہیں۔ اُن کی آنکھیں عاجزی کرنے والی ہوں گی، ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی، یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔"

ابن مسعود سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں حضرت امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہر شخص کے لیے قیامت میں پچاس موقف ہیں اور ہر موقف ہزار سال کا ہے۔

یہاں پہلا موقف قبر سے خروج کا ہے اس میں انسان ہزار سال ننگے پاؤں

عریاں رکا رہے گا، بھوک اور پیاس کی شدت ہوگی، جو شخص وحدانیت، جنت و دوزخ، بعثت، حساب اور قیامت کا اقرار کرتا ہوگا اور اپنے پیغمبر کا مصدق ہوگا اور ان پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل کیے ہوئے احکامات پر ایمان رکھتا ہوگا وہ بھوک اور پیاس سے محفوظ رہے گا۔ حضرت امیرالمومنین نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَذٰلِكَ يَوْمٌ يَجْمَعُ اللّٰهُ فِيهِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ لِنِقَاشِ الْحِسَابِ وَجَزَاءِ الْأَعْمَالِ خُضُوعًا قِيَامًا قَدْ أَلْجَمَهُمُ الْعَرَقُ وَرَجَفَتْ بِهِمُ الْأَرْضُ وَأَحْسَنُهُمْ حَالًا مَنْ وَجَدَ لِقَدَمَيْهِ مَوْضِعًا وَلِنَفْسِهِ مُتَّسَعًا۔

"قیامت کا دن وہ دن ہے جب خدا حساب وجزائے اعمال کے لیے گزشتہ و آئندہ میں سے تمام خلائق کو جمع کرے گا۔ یہ سب لوگ نہایت عاجز وخاکسار بن کر حاضر ہوں گے اور پسینہ ان کے منہ تک پہنچ گیا ہوگا اور زلزلہ زمین نے ان میں تھرتھری پیدا کر دی ہوگی۔ ان میں سے نیک ترین اور خوشحال ترین وہ شخص ہوگا جس نے (دنیا میں کردار پسندیدہ کے باعث) قدم جمانے کے لیے کوئی جگہ بنالی ہوگی اور اپنی آسائش کے لیے کوئی فراخ مقام بنالیا ہوگا۔"

شیخ کلینیؒ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ روزِ قیامت لوگ پروردگار عالم کے حضور میں اس طرح کھڑے ہوں گے جیسے ترکش کا تیر یعنی جیسا کہ تیر کو ترکش میں رکھ دینے سے اس میں کوئی جگہ باقی نہیں رہتی اسی طرح آدمی کے کھڑا ہونے میں اس دن جگہ تنگ ہوگی کہ سوائے قدم رکھنے کے کوئی جگہ نہ ہوگی اور وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکے گا۔ مجرم شکلوں سے پہچانے جائیں گے۔ بالجملہ یہ مقام زیادہ موزوں اور مناسب ہے کہ یہاں پر بعض لوگوں کے ان حالات کا تذکرہ کیا

جائے جن حالات میں وہ قبروں سے باہر آئیں گے۔

اوّل :۔ شیخ صدوقؒ روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے حضرت رسولِ اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی فضیلت میں شک کرنے والا قیامت کے روز اپنی قبر سے اس طرح باہر نکلے گا کہ اس کی گردن میں تین سو شعبے (کانٹے) والا طوق ہو گا جس کے ہر حصے پہ ایک شیطان ہو گا جس کے چہرے سے غصے کی علامات ظاہر ہوں گی اور وہ اس کے چہرے پر تھوک رہا ہو گا۔

دوم :۔ شیخ کلینیؒ حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ بعض لوگوں کو ان کی قبروں سے اس طرح برآمد کرے گا کہ ان کے ہاتھ اور گردن اس قدر سخت بندھے ہوں گے کہ وہ ان کو ذرہ برابر بھی حرکت نہ دے سکیں گے اور ان پر فرشتے مقرر ہوں گے جو ان کو زجر و توبیخ کرتے ہوں گے اور ان کو جھڑک کر یہ کہتے ہوں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا اور اس میں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرتے۔

سوم :۔ شیخ صدوقؒ حضرت رسول اکرمؐ سے ایک طولانی حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ جو شخص دو آدمیوں کے درمیان چغل خوری اور نکتہ چینی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر قبر میں آگ کا عذاب مسلط کرتا ہے جو اسے قیامت تک جلاتا رہے گا۔ جوں ہی وہ قبر سے باہر آئے گا اللہ تعالیٰ اس پر بہت بڑا سانپ مسلط کرے گا جو اس کے گوشت کو جہنم میں داخل ہونے تک دانتوں سے کاٹتا رہے گا۔

چہارم :۔ آنحضرت سے مروی ہے کہ جو شخص غیر محرم عورت کو دیکھ کر لطف اندوز ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت آتشیں سلاخوں میں جکڑا ہوا اٹھائے گا اور اہل محشر کے درمیان لاکر اسے دوزخ میں داخل کرنے کا حکم دے گا۔

پنجم :۔ آنحضرتؐ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا، شراب خور روزِ قیامت

اس طرح اٹھیں گے کہ ان کے چہرے سیاہ، آنکھیں دبی ہوئی، منہ سکڑے اور ان سے پانی بہتا ہو گا، ان کی زبان کو گدی سے نکالا جائے گا۔ علم الیقین میں محدث فیض سے معتبر حدیث میں وارد ہے کہ شراب خور روزِ قیامت اس طرح اٹھائے جائیں گے کہ شراب کا کوزہ اُن کی گردن میں اور پیالہ ہاتھ میں اور زمین پر پڑے مردار سے بھی زیادہ گندی بدبو آتی ہو گی اور ان کے پاس سے ہر گزرنے والا ان پر لعنت کرے گا۔

ششم :۔ شیخ صدوقؒ آنحضرت صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ دو زبانوں والا شخص بروزِ قیامت اس طرح محشور ہو گا کہ اس کی ایک زبان گدی سے اور دوسری زبان سامنے سے کھینچی گئی ہو گی درآں حالیکہ اس سے آگ کا شعلہ بھڑک کر اس کے تمام جسم کو جلا رہا ہو گا اور کہا جائے گا کہ یہ وہ شخص ہے جو دنیا میں دو زبانیں رکھتا تھا اور وہ روزِ قیامت اسی ذریعہ سے پہچانا جائے گا۔

ہفتم :۔ مروی ہے کہ جب سود خوار قبر سے نکلے گا تو اس کا پیٹ اتنا بڑا ہو گا کہ زمین پر بڑا ہوا ہو گا وہ اس کو اٹھانے کے لیے نیچے جھکنا چاہے گا مگر نہ جھک سکے گا۔ اس نشانی کو دیکھ کر اہل محشر سمجھ لیں گے کہ یہ سود کھانے والا ہے۔

ہشتم :۔ انوار نعمانیہ میں رسول خدا صلعم سے روایت ہے، طنبورہ (بین وغیرہ) بجانے والے کا چہرہ سیاہ ہو گا اور اس کے ہاتھ میں آگ کا طنبورہ ہو گا جو سر میں مار رہا ہو گا اور ستر ہزار عذاب دینے والے فرشتے اس کے سر اور چہرے پر آگ کے حربے مار رہے ہوں گے اور صاحبِ غنا (آواز خواں) اور گویا اور ڈھول باجے والے اندھے اور گونگے محشور ہوں گے۔

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِىْ وَالْاَقْدَامِ

(سورہ رحمٰن آیت ۴۱)

"گناہگار لوگ تو اپنے چہروں ہی سے پہچان لیے جائیں گے تو پیشانی کے پٹے اور پاؤں پکڑے (جہنم میں) ڈال دیے جائیں گے۔" (معاد)

احوالِ قیامت کے لیے مفید اعمال

اس موقف کے لیے بے شمار مفید چیزیں ہیں، میں یہاں پر چند چیزوں کی طرف اشارہ کروں گا۔

اوّل:۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص جنازہ کے ساتھ چلتا ہے حق تعالیٰ اس کے لیے کئی فرشتے مؤکل فرماتا ہے جو قبر سے لے کر محشر تک اس کا ساتھ دیتے ہیں۔

دوم:۔ شیخ صدوقؒ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص کسی مومن کے دُکھ یا درد کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے آخرت کے غموں کو دور کرے گا اور وہ قبر سے خوش و خرم اٹھے گا۔

سوم:۔ شیخ کلینیؒ اور شیخ صدوقؒ سدیر صیرفی سے طولانی روایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ کسی مومن کو اس کی قبر سے اٹھائے گا تو اس کے آگے آگے ایک جسم مثالی بھی ہوگا جب بھی وہ کوئی تکلیف یا رنج دیکھے گا تو وہ مثالی جسم کہے گا کہ تو غمگین و رنجیدہ نہ ہو، تجھے اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی کی بشارت ہو اور مقام حساب تک وہ مثالی جسم اسے مسلسل خوش خبری سناتا رہے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اس کا حساب آسان فرمائے گا اور اسے جنت میں داخل کیے جانے کا حکم سنایا جائے گا۔ وہ مثالی جسم اس کے آگے آگے ہوگا۔ وہ مومن اس سے کہے گا، خدا تجھ پر رحمت کرے، تو مجھے میری قبر سے باہر لایا اور مسلسل اللہ تعالیٰ کی رحمت و خوشنودی کی بشارت دیتا رہا، تو کتنا ہی اچھا رفیق ہے اور اب میں ان بشارتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ مجھے اتنا تو بتادے کہ تو کون ہے؟ وہ کہے گا میں وہ خوشی اور سرور ہوں جو دنیا میں تو اپنے مومن بھائی کے دل کے لیے مہیا کرتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے مجھے پیدا کیا تاکہ میں تجھے اس مشکل وقت میں بشارت اور خوشخبری سناتا رہوں۔

چہارم:۔ شیخ کلینیؒ حضرت صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص سردی یا گرمی میں اپنے مومن بھائی کو لباس پہناتا ہے حق تعالیٰ پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ اسے جنت کا لباس پہنائے اور اس کی موت اور قبر کی تکالیف کو دور کرے اور جب وہ قبر سے باہر آئے گا تو اس سے فرشتے ملاقات کریں گے اور اسے خوشنودیٔ خدا کی بشارت دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیۂ شریفہ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ (سورہ انبیاء آیت ۱۰۳)

"اور فرشتے ان سے ملاقات کریں گے (اور کہیں گے) یہی وہ تمہارا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا"

پنجم:۔ سید ابن طاؤس کتابِ اقبال میں رسول اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص ماہِ شعبان میں ایک ہزار مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ پڑھے، حق تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ہزار سال کی عبادت درج فرماتا ہے اور اس کے ہزار سال کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور جب وہ روزِ قیامت اپنی قبر سے باہر آئے گا تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن اور اس کا نام صدیقین میں ہوگا۔

ششم:۔ دعائے جوشن کبیرہ کا ماہِ رمضان کے اوّل میں پڑھنا بھی مفید ہے۔

ہفتم:۔ تقویٰ اور پرہیزگاری قیامت کا لباس ہے وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ۔ متقی اور پرہیزگار خدائی لباس کے ساتھ وارد محشر ہوں گے اور یہ وہی لوگ ہیں جن سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ وہ بروز قیامت ننگے محشور نہ ہوں گے۔

کیفیتِ حشر و نشر

میں اس مقام پر ایک روایت نقل کرتا ہوں جو زیادہ مناسب اور موزوں ہے

شیخ امین الدین طبرسی مجمع البیان میں براء بن عازب سے نقل فرماتے ہیں انھوں نے کہا کہ ایک روز معاذ بن جبل رسول اکرمؐ کے پاس ابو ایوب انصاری کے گھر بیٹھا ہوا تھا کہ معاذ نے رسول اکرم صلعم سے سورہ نبا کی اس آیہ یُنۡفَخُ فِی الصُّوۡرِ فَتَاۡتُوۡنَ اَفۡوَاجًا کے متعلق دریافت کیا۔ یعنی جس دن صور پھونکا جائے گا لوگ گروہ در گروہ اکٹھے ہوں گے۔ آنحضرت نے فرمایا اے معاذ تو نے مجھ سے ایک سخت سوال کیا ہے۔ پس آنحضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا میری امت کے لوگ دس اقسام پر مشتمل مختلف اشکال میں اٹھیں گے:

۱۔ کچھ بندر کی شکل میں۔

۲۔ کچھ خنزیر کی شکل میں۔

۳۔ بعض سر کے بل چلتے ہوئے محشر میں آئیں گے۔

۴۔ بعض اندھے ہوں گے جو چل پھر نہ سکیں گے۔

۵۔ بعض بہرے اور گونگے ہوں گے جو کوئی چیز سمجھ نہ سکیں گے۔

۶۔ بعض کی زبانیں باہر نکلی ہوئی ہوں گی اور منہ سے ناپاک پانی بہہ رہا ہوگا جس کو چوستے ہونگے

۷۔ قیامت کے روز جمع ہونے والے بعض اشخاص کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے۔

۸۔ بعض آتشی درختوں کی ٹہنیوں کے ساتھ لٹک رہے ہوں گے۔

۹۔ بعض مردار سے بھی زیادہ گندے اور بدبودار ہوں گے۔

۱۰۔ بعض قطران کے لمبے لمبے چوغے پہنے ہوں گے جو تمام جسم اور کھال کے ساتھ چسپاں ہوں گے۔

وہ لوگ جو خنزیر کی شکل میں ہونگے حرام خور ہوں گے جیسے رشوت وغیرہ۔ جو لوگ سر کے بل کھڑے ہوں گے اور جو لوگ اندھے ہوں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو سختی اور ظلم کے ساتھ حکمرانی کیا کرتے تھے۔ بہرے اور گونگے وہ لوگ ہوں گے جو اپنے علم و فضل اور اعمال پر تکبر کیا کرتے تھے۔ اپنی زبانوں کو چوسنے والے علماء اور قاضی ہوں گے جن

کے اعمال اقوال کے مخالف تھے۔ جن کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے دنیا میں اپنے ہمسایوں کو تکالیف دی تھیں۔ جو لوگ آتشی تختہ دار پر لٹکائے جائیں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو بادشاہوں اور حاکموں کے پاس نکتہ چینی اور چغل خوری کیا کرتے تھے۔ جو لوگ مردار سے زیادہ بدبودار ہوں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو شہوت و لذت سے لطف اندوز ہوتے تھے اور حقوق اللہ ادا نہ کرتے تھے۔ جو لوگ قطران کے جُبّوں میں جکڑے ہوئے ہوں گے یہ وہی لوگ ہیں جو دنیا میں فخر و تکبر کیا کرتے تھے۔

محدث فیض عین الیقین میں نقل فرماتے ہیں کہ بعض لوگ ایسی شکلوں میں محشور ہوں گے کہ بندر اور خنزیر کی شکلیں ان سے اچھی ہوں گی۔

نیز رسولِ خدا صلعم سے روایت ہے، آپ نے فرمایا:

یُحۡشَرُ النَّاسُ یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ ثَلٰثَةَ اَصۡنَافٍ رُکۡبَانًا وَّ مُشَاةً وَّ عَلٰی وُجُوۡهِهِمۡ فَقِیۡلَ یَارَسُوۡلَ اللّٰهِ کَیۡفَ یَمۡشُوۡنَ عَلٰی وُجُوۡهِهِمۡ قَالَ اَلَّذِیۡ اَمۡشَاهُمۡ عَلٰی اَقۡدَامِهِمۡ قَادِرٌ عَلٰی اَنۡ یُّمۡشِیَهُمۡ عَلٰی وُجُوۡهِهِمۡ۔

"بروز محشر لوگ تین قسموں میں محشور ہوں گے۔ بعض سوار ہوں گے بعض پیدل چل رہے ہوں گے اور بعض چہروں کے بل۔ راوی نے پوچھا یا رسول اللہؐ وہ چہروں کے بل کیسے چلیں گے تو آپؐ نے فرمایا جس خدا نے ان کو پاؤں پر چلنا سکھایا وہی ان کو چہرے کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔"

وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا

کَانَ مِقۡدَارُهٗ خَمۡسِیۡنَ اَلۡفَ سَنَةٍ (سورہ معارج آیت ۵)

"(وہ ایک دن) جس کا اندازہ پچاس ہزار برس کا ہوگا"۔

بحار الانوار جلد سوم میں چند روایت میں معصومؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا
قیامت کے پچاس موقف ہیں جن میں سے ہر ایک ہزار سال کا ہے اور ہر ایک میں
مجرموں کو ایک ہزار سال تک روکا جائے گا۔ اس مقدار سے مراد زمانے کا حصہ ہے
ورنہ وہ دن ایسا ہے جس دن نہ سورج ہوگا نہ چاند۔ یہاں صرف دنیا کے دن کے برابر مقدار
ظاہر کی گئی ہے اور انسان کی آنکھ ہر وہ چیز دیکھ لے گی جو وہ رات کی تاریکی میں نہیں دیکھ
سکتی۔ جو اعمال دنیا میں ایک دوسرے سے پوشیدہ تھے وہ تمام ظاہر اور آشکارا ہو جائیں گے
یَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ اور ایک دوسری جگہ ارشاد قدرت ہے:

وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ٥

"اور ہر وہ چیز ظاہر ہو جائے گی جس کا انھیں گمان بھی نہ تھا"

دنیا ظلمت کدہ ہے کسی کو دوسرے کے باطن کی خبر نہیں ہے بلکہ اپنے باطن سے
بھی بے خبر ہے لیکن قیامت حقیقی دن ہے۔ اس میں آفتاب حقیقت روز قیامت پچاس
ہزار سال کے برابر چمکتا رہے گا تاکہ ہم سمجھ لیں کہ میں کیا تھا اور میرے دوسرے ساتھی
کیا تھے۔ اس میں پہلا موقف حیرت ہے جیسا گذرا ہے کہ انسان کئی سال تک قبر کے
کنارے حیران کھڑا رہے گا۔ اس حالت میں خوف کی وجہ سے سوائے ہمہمہ کے کوئی
آواز نہیں سنیں گے۔ وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا۔
اور آواز دینا چاہیں گے مگر ان کے دل خوف کے مارے گلے کو آچکے ہوں گے إِذِ
الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ کسی کے گلے سے آواز نہ نکل سکے گی۔ پھر موقف
صحبت ہوگا کہ ایک دوسرے سے احوال پرسی کریں گے وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ
يَتَسَاءَلُونَ ٥ اسی طرح ایک کے بعد دوسرا موقف گذرتا رہے گا۔ تمام لوگ پتنگوں
کی طرح بکھرے ہوئے ہوں گے يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ٥ اس
کے بھائی بھائی سے ماں باپ اور اہل و عیال سے بھاگے گا يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ

أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ٥ یہ وہ دن ہے کہ کوئی شخص بھاگ نہیں
سکے گا اور فرشتے ہر طرف سے اس کا احاطہ کیے ہوں گے يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ
إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا "اے
جن و انس اگر تم طاقت رکھتے ہو بھاگنے کی تو بھاگ جاؤ آسمان و زمین سے"۔ انسان
کہے گا أَيْنَ الْمَفَرُّ کہاں بھاگ سکتا ہوں۔ كَلَّا لَا وَزَرَ ٥ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ
ہرگز کوئی نہیں بھاگ سکتا، سوائے پروردگار عالم کے حضور کھڑا ہونے کے کوئی ٹھکانہ
نہیں۔ پھر سوال کا موقف آئے گا، ہر شخص اپنے دوستوں، رشتہ داروں سے سوال کرے گا
کہ کچھ نیکیاں مجھے دے دو۔ باپ اولاد پر احسان جتائے گا کہ تیرے لیے کتنی تکلیفوں کے
ساتھ سہولتیں مہیا کیں خود نہ کھاتا تھا تجھے دیتا تھا اب ایک نیکی تو دے دو۔ بیٹا
کہے گا بابا! میں اس وقت آپ سے زیادہ محتاج ہوں۔ کوئی کسی کی فریاد کی طرف
دھیان نہ دے گا۔ (معاد)

فصل ششم

نامۂ اعمال

قیامت کی ہولناک منازل میں سے ایک منزل نامۂ اعمال دیے جانے کا ہے چنانچہ حق تعالیٰ اوصاف قیامت میں فرماتے ہیں : وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (سورہ تکویر) "اور جس وقت نامۂ اعمال کھولے جائیں گے۔" یہ ان چیزوں میں سے ایک ہے جن کا اعتقاد رکھنا ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ کراماً کاتبین اعمال کو لکھتے ہیں اور وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ ایک دوسری جگہ ان دونوں فرشتوں کو رقیب اور عتید کے نام سے یاد کیا گیا ہے : مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝

انسان جو کچھ کرتا، دیکھتا ہے حتیٰ کہ وہ نیکی کے ارادہ کو بھی تحریر کرتے ہیں۔ راوی نے امام علیہ السّلام سے پوچھا کہ وہ نیکی کی نیت کیسے معلوم کرتے ہیں تاکہ وہ تحریر کریں، حضرت نے ارشاد فرمایا، انسان جس وقت نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے منہ سے خوشبو بلند ہوتی ہے جس سے فرشتہ سمجھ لیتا ہے کہ اس نے نیکی کا ارادہ کیا ہے اور جب وہ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے منہ سے بدبو نکلتی ہے جس کی وجہ سے فرشتہ کو تکلیف ہوتی ہے جس سے وہ واقف ہو جاتا ہے۔ انسان جب نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھ دیتے ہیں اور اگر وہ ارادہ کے مطابق کام بھی کرے تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور گناہ اس وقت تک درج نہیں ہوتا جب تک عملی

طور پر نہ کیا جائے جیسا کہ اس آیہ سے ظاہر ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ (سورہ انعام آیت ۱۶۰)

"جو شخص نیکی کرے گا تو اس کو اس کا دس گنا ثواب عطا ہوگا اور جو شخص بدی کرے گا تو اس کی سزا اس کو بس اتنی ہی دی جائے گی اور وہ لوگ (کسی طرح) ستائے نہ جائیں گے۔"

لطفِ خداوندی یہ ہے کہ جب کوئی انسان گناہ کرتا ہے اور عتید اسے لکھنا چاہتا ہے تو رقیب اس سے کہتا ہے اس کو مہلت دو شاید پشیمان ہو کر توبہ کر لے۔ وہ اس کو پانچ یا سات گھنٹے تک درج نہیں کرتا۔ اگر توبہ نہ کرے تو وہ کہتے ہیں یہ بندہ کتنا بے حیا ہے اور اس کے نامۂ اعمال میں ایک گناہ لکھ دیتا ہے۔

ظاہر روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ہر انسان کے دو اعمال نامے ہیں۔ (۱) وہ جس میں نیکیاں درج ہیں (۲) وہ جس میں گناہ درج ہیں۔ اور ان میں انسان کا ہر فعل درج ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ پھونک بھی جو آگ جلانے کے لیے نکالا جاتا ہے۔ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝ كُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝

شیخ صدوق اعتقادیہ میں نقل فرماتے ہیں کہ ایک روز امیر المومنین علیہ السّلام ایک جگہ سے گزر رہے تھے کہ چند نوجوانوں پر نظر پڑی جو لغویات میں مصروف تھے اور ہنس رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا تم اپنے نامۂ اعمال کو ان چیزوں سے کیوں سیاہ کر رہے ہو۔ انھوں نے عرض کی یا امیر المومنینؑ کیا یہ باتیں بھی تحریر ہوتی ہیں آپ نے فرمایا ہاں، حتیٰ کہ وہ سانس بھی لکھا جاتا ہے جو باہر نکالا جاتا ہے۔ اس کانٹے کا ثواب بھی جو راستہ سے ہٹایا اور وہ پتھر اور چھلکا جو لوگوں کے آرام کے لیے راستہ سے ہٹایا جاتا ہے۔ یہ معمولی عمل بھی ضائع نہیں ہوتے۔ (معاد)

آؤ میرے اعمال نامہ کو پڑھو

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَهْ ۞ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ۞ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ۞ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۞ (سورہ الحاقہ آیات ۱۹ تا ۲۱)

وہ بچہ جو مدرسہ یا اسکول میں فرسٹ آتا ہے وہ اتنا خوش ہوتا ہے کہ اپنے دوستوں کو آواز دے کر کہتا ہے آؤ میرے کارنامہ کو دیکھو کہ میں فرسٹ آیا ہوں۔ اسی طرح بروز قیامت مومن اپنے نامۂ اعمال کو دائیں ہاتھ میں لے کر خوشی سے اپنے دوستوں کو آواز دے گا هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَهْ ۞ "آؤ میرے نامۂ اعمال کو پڑھو" میرا نماز، روزہ اور دوسرے اعمال قبول ہو گئے۔ میری طرف دیکھو اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ۞ میں دنیا میں اس روز حساب کی ملاقات سے فکر مند تھا آج میرا حساب پورا ہو گیا فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ پس وہ شخص خوش بخت ہے اور بہشت میں ہمیشہ آسودہ زندگی میں رہے گا۔

لیکن وہ بدبخت بچہ جو ناکام ہو جائے وہ گلی کوچوں میں سر جھکائے برے حال میں اپنے مکان کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔ کبھی یہ آرزو کرتا ہے کاش میں مر گیا ہوتا اور کبھی اپنے آپ کو حوصلہ دیتا ہے کہ:

ع گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں

بس یہی حال اس وقت گناہ گاروں کا ہو گا۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۞ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتٰبِیَهْ ۞ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ۞ یٰلَیْتَهَا کَانَتِ الْقَاضِیَةَ ۞ مَا اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ ۞ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ۞ (سورہ حاقہ آیات ۲۵ تا ۲۹)

کاش مجھے میرا نامۂ اعمال نہ دیا جاتا اور میں اس کی وجہ سے رسوا نہ ہوتا اور کاش اپنے حساب سے واقف نہ ہوتا کیونکہ اس میں سوائے عذاب اور حسرت کے کچھ بھی نہیں۔ کاش وہ موت جس سے میں دنیا میں ڈرتا تھا ہمیشہ کی موت ہوتی اور اس کے بعد یہ زندگی نہ ہوتی۔ یہ تلخی اس موت کی تلخی سے بھی زیادہ سخت ہے اور مجھے میرے مال نے جس کو میں نے دنیا میں جمع کیا تھا بے پرواہ نہ کیا۔ میرا وہ غلبہ اور حکمرانی ختم ہو گئی اور اب میں ذلیل و رسوا ہو گیا ہوں۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۞ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۞ وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا ۞ جس شخص کو اس کا اعمال نامہ پشت کے پیچھے سے دیا جائے گا (وہ اس طرح کہ دائیں ہاتھ کو گردن سے باندھ دیا جائے گا اور بائیں ہاتھ کو پشت کے پیچھے سے کر کے نامۂ اعمال پس پشت بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا پڑھ اپنے نامۂ اعمال کو، وہ کہے گا کہ میں پشت کے پیچھے سے کیسے پڑھ سکتا ہوں۔ پھر اس کی گردن مروڑ دی جائے گی یا بروایت دیگر داڑھی سے اس کے سر کو پیچھے کی طرف کر دیا جائے گا اور پڑھنے کو کہا جائے گا اِقْرَاْ کِتٰبَكَ وَکَفٰی بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ حَسِیْبًا اور وہ تمام گناہوں کی تفصیل جو کیے ہوں گے پڑھ کر "ثبورا" کی صدا بلند کرے گا۔

یٰوَیْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّلَا کَبِیْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۞

"وائے ہم پر، اس کتاب کو کیا ہو گیا کہ اس نے کوئی چھوٹی بڑی چیز نہیں چھوڑی جس کو نہ گنا ہو اور وہ اپنے ہر عمل کو سامنے حاضر دیکھیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔"

(معاد)

اعمال ناموں سے انکار

بعض روایات سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ اس وقت کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ایسے وقت میں صاف صاف انکار کر دیں گے اور کہیں گے بارالہا! جو اعمال و افعال اس نامہ میں درج ہیں یہ ہمارے نہیں ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس وقت خلاق عالم کاتبانِ اعمال کو بطور گواہ پیش کرے گا۔ اس وقت وہ کہیں گے بارالہا! یہ تیرے فرشتے ہیں تیرے ہی حق میں گواہی دے رہے ہیں ورنہ یہ حقیقت ہے کہ ہم نے یہ کام ہرگز نہیں کیے اور وہ اپنے دعویٰ پر قسمیں کھائیں گے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ

(سورہ مجادلہ آیت ۱۸)

"جس دن کہ خلاق عالم انھیں مبعوث فرمائے گا تو (وہ اعمال بد نہ کرنے) پر اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح تمھارے لیے کھاتے ہیں۔"

جب ان کی بے حیائی اس حد تک بڑھ جائے گی تو اُس وقت خلاق عالم ان کے منھ پر مہریں لگا دے گا اور ان کے اعضاء و جوارح پکار پکار کر گواہی دیں گے۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (سورہ یٰسین آیت ۶۵)

"آج ہم ان کے مُنھوں پر مُہر لگا دیں گے اور جو (جو) کارستانیاں یہ لوگ (دنیا میں) کر رہے تھے خود ان کے ہاتھ ہم کو بتا دیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے۔"

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَاۗءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝

حَتّٰٓى اِذَا مَا جَاۗءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (حم سجدہ آیات ۱۹-۲۰)

"اور جس دن اللہ کے دشمن جہنم کے پاس جمع کیے جائیں گے پھر وہ روکے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہ جہنم میں پہنچ جائیں گے تو ان کے کان اور آنکھیں اور ان کی کھالیں ان بدعملیوں کی گواہی دیں گے۔"

اور وہ اپنے اعضاء سے کہیں گے وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا تم ہم پر کیوں گواہی دے رہے ہو؟ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ ہمیں اسی قادر قیوم نے گویا کیا جو ہر شے کو گویا کرتا ہے۔ اس وقت وہ لاجواب ہو جائیں گے قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ۔ ان کا یہ انکار اور اصرار ان کی انتہائی حماقت کی دلیل ہے۔ ورنہ اگر وہ اقرار کر لیتے تو بعید نہ تھا کہ رحیم و کریم کی رحمت واسعہ ان کے شامل حال ہوتی۔

انوار نعمانیہ میں ایک روایت میں ہے کہ جب اعمال تولے جائیں گے اور آدمی کی برائیاں زیادہ ہوں گی، ملائکہ کو حکم ہوگا اسے جہنم میں ڈال دو۔ جب ملائکہ اسے لے کر چلیں گے تو وہ پیچھے مڑ کر دیکھے گا۔ ارشادِ قدرت ہوگا پیچھے کیوں دیکھتا ہے؟ عرض کرے گا پالنے والے! مجھے تیرے متعلق یہ حُسنِ ظن تو نہ تھا کہ تو آتش میں جھونک دے گا۔ ارشاد قدرت ہوگا اے میرے ملائکہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم، گو اس نے دنیا میں ایک دن بھی حسن ظن قائم نہیں کیا تھا مگر اب دعویٰ کرتا ہے، اسے جنت میں داخل کر دو۔ (احسن الفوائد)

عیاشی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ بروز قیامت ہر شخص کو اس کا نامۂ اعمال پکڑایا جائے گا اور اسے پڑھنے کو کہا جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اس کے دیکھنے، بولنے، چلنے کے جملہ قویٰ کو جمع کرے گا پس وہ شخص کہے گا

ہائے افسوس! میرے نامۂ اعمال کو کیا ہو گیا ہے کہ اس میں میرا کوئی صغیرہ کبیرہ گناہ نہیں چھوڑا گیا مگر اس کا احصار کر لیا گیا ہے۔

ابن قولویہ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتا ہے کہ جو شخص ماہِ رمضان میں حضرت امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کرے یا زیارت کے سفر میں فوت ہو جائے تو اس کے لیے بروز قیامت کوئی حساب و کتاب نہ ہو گا اور وہ بے خوف و خطر داخلِ جنت ہو گا۔

علامہ مجلسی تحفہ میں دو معتبر اسناد کے حوالہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا، جو شخص دور دراز سے میری قبر کی زیارت کرے گا ہم اسے بروزِ قیامت تین چیزوں سے محفوظ رکھیں گے؛

۱۔ اسے قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھیں گے جبکہ نیکو کار کو نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور برے اعمال والوں کو بائیں ہاتھ میں دے گا۔

۲۔ پُل صراط کے عذاب سے نجات ملے گی۔

۳۔ میزانِ اعمال کے وقت وہ محفوظ رہے گا۔

حق الیقین میں لکھا ہے کہ حسین بن سعید کتاب زہد میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی مومن کے حساب کا ارادہ کرے گا تو اس کے نامۂ اعمال کو اس کے دائیں ہاتھ میں دے گا اور اللہ تعالیٰ اس کا خود حساب لے گا تاکہ کوئی دوسرا شخص اس کے حساب سے مطلع نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندہ سے کہے گا اے میرے خاص بندے کیا تو نے فلاں کام بھی کیا تھا تو وہ مومن کہے گا پروردگارا! میں نے کیے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے ان گناہوں کو تیری خاطر بخش دیا ہے اور ان کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ يَوْمَ تُبَدَّلُ السَّيِّئَاتُ بِالْحَسَنَاتِ۔ لوگ اس کو جنت میں دیکھ کر کہیں گے سبحان اللہ! یہ آدمی کوئی گناہ نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان "جس کسی کو اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ خوش و خرم اپنے اہل خانہ کے پاس جائے گا" کا یہ مطلب ہے۔ راوی نے پوچھا کہ یا حضرت جنت میں اس کے گھر والے کون ہوں گے تو امام علیہ السلام نے فرمایا بروز قیامت اس کے اہل خانہ وہی ہوں گے جو دنیا میں تھے بشرطیکہ وہ مومن ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی برے شخص کا حساب لے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب علانیہ اور اہل محشر کے سامنے لے گا اور اس پر اتمامِ حجت کرے گا اور اس کے نامۂ اعمال کو بائیں ہاتھ میں پس پشت دے گا اور وہ ہائے ہلاکت ہائے ہلاکت پکارتا ہوا واصل جہنم ہو گا اور وہ ایسا شخص ہو گا جو اس دنیائے فانی کے اندر اپنے اہل خانہ کے ساتھ عیش و عشرت کی زندگی گذارتا تھا اور آخرت پر ایمان نہ رکھتا تھا اور اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت منافقوں اور کافروں کے ہاتھوں کو پس گردن باندھ دے گا اور وضو کے وقت ہاتھ دھونے کی دُعا میں ان دونوں حالتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَالْخُلْدَ فِی الْجِنَانِ بِیَسَارِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ وَلَا تَجْعَلْهَا مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِیْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ مُقَطَّعَاتِ النِّیْرَانِ۔

"اے میرے اللہ میرا نامہ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں دینا۔ ہمیشہ جنت میں جگہ دینا اور مجھ سے میرا حساب جلدی فرمانا۔ اے اللہ میرا نامہ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں پسِ پشت نہ دینا اور بروز قیامت میری گردن میں نہ لٹکانا اور میں آگ کے شعلوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

میں اس مقام پر سید بن طاؤس کی روایت کو تبرکاً بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا تو امام زین العابدینؑ

اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو ان کے جرائم کی سزا نہیں دیتے تھے بلکہ ان غلاموں اور کنیزوں کے نام مع اس جرم کی سزا کے ایک رجسٹر میں درج کر دیتے تھے بجائے اس کے کہ وہ ان کی غلطی کی سزا اسی وقت دیں، یہاں تک کہ رمضان کے مہینہ کی آخری رات کو ان مجرموں کو بلاتے۔ پھر وہ کتاب جس میں ان کے تمام گناہ درج ہوتے اٹھالاتے اور فرماتے کیا تجھے یاد ہے کہ فلاں دن تو نے فلاں جرم کیا تھا اور میں نے تجھے سزا نہیں دی تھی، وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کرتے یا ابن رسولؐ اللہ واقعی ہم سے یہ غلطی ہوئی حتیٰ کہ ہر ایک کو بلا کر غلطیوں کی تصدیق کرواتے۔ پھر ان کے درمیان کھڑے ہو جاتے اور پکار کر کہتے تم اپنی آوازیں بلند کر کے کہو' اے علیؑ ابن حسینؑ تیرے پروردگار نے بھی اسی طرح تیرے اعمال گن رکھے ہیں جس طرح تو نے ہمارے اعمال گن رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ایسی ہی کتاب موجود ہے جو خود بولتی ہے اور اللہ تعالیٰ تمھارا کوئی چھوٹا بڑا عمل نہیں چھوڑتا جو اس میں تحریر نہ ہو اور اسی طرح جس طرح تو نے ہمارے اعمال درج کر رکھے ہیں تیرے اعمال درج ہیں۔ جس طرح تو رب سے بخشش اور چشم پوشی کی امید رکھتا ہے کہ وہ تجھے معاف کر دے اسی طرح تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ اے علیؑ ابن حسین تو اپنے اس مقام کو دیکھ جو تجھے بروز قیامت اپنے پروردگار کے سامنے ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا عادل ہے اور وہ کسی پر رائی کے دانہ کے برابر بھی ظلم وستم نہیں کرتا۔ پس تم ہم سے درگزر کرو اور معاف کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن معاف کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے: وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ اور درگزر اور معاف کیجیے، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں معاف کر دے۔ اور حضرت علی بن الحسین غلاموں اور کنیزوں کو متواتر ایسے کلمات کے ذریعہ تلقین فرماتے اور ان کے غلام آپ سے یہی کلمات کہتے رہتے اور ان کے درمیان کھڑے ہو کر روتے رہتے اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہتے اور کہا

کرتے تھے اے خدایا تو نے ہمیں معاف کر دینے کا حکم دیا ہے۔ اے اللہ ہم نے ان لوگوں کے ظلم وستم معاف کر دیے ہیں اے اللہ تو بھی ہمارے قصوروں کو معاف فرما۔ کیوں کہ تو بہترین معاف کرنے والا ہے۔ اے اللہ تو نے ہمیں سوالی کو دروازے سے خالی واپس کرنے سے منع فرمایا ہے پس تو ہمیں اپنے دروازے سے خالی ہاتھ واپس نہ کر۔ اے اللہ ہم بھی سوالی بن کر تیرے دروازے پر آئے ہیں اور تیرے رحم وکرم کی امید رکھتے ہیں۔ اے اللہ تو ہمیں ناامید اور تہی دست واپس نہ لوٹا۔

حضرت زین العابدینؑ ایسے ہی کلمات کہتے ہوئے اپنے غلاموں اور کنیزوں کی طرف منہ کر کے فرماتے کہ میں نے تم سب کو معاف کیا۔ کیا تم نے بھی میرے قصوروں کو جو میں نے تمھارے ساتھ کیے، معاف کر دیا؟ کیونکہ میں ظالم حاکم ہوں اور خود ایک مہربان، عادل، حاکم کا محکوم اور رعایا ہوں۔ تو غلام اور کنیزیں عرض کرتے، اے آقا ہم نے آپ کو معاف کیا لیکن آپ نے ہم پر کوئی ظلم نہیں کیا۔ آپ فرماتے کہ تم کہو اے اللہ تو علیؑ بن الحسینؑ کو بخش دے جیسا کہ اس نے ہمیں معاف کر دیا۔ اے اللہ تو انھیں آگ سے چھٹکارا دے جس طرح انھوں نے ہمیں غلامی کی قید سے آزاد کر دیا ہے۔ آپ کے غلام اور لونڈیاں یہ الفاظ کہتے اور حضرت علیؑ ابن الحسینؑ برابر کہتے جاتے:

اَللّٰهُمَّ آمِينَ رَبَّ الْعَالَمِينَ اِذْهَبُوْا فَقَدْ عَفَوْتُ عَنْكُمْ وَاعْتَقْتُ رِقَابَكُمْ رَجَاءً لِلْعَفْوِ عَنِّي وَاعْتِقْ رَقَبَتِي۔

پس جب عید الفطر کا دن گذر جاتا تو آپ وہ تمام چیزیں جو ان غلاموں اور کنیزوں کے پاس ہوتیں بخش دیتے اور ان کو دوسروں سے بے نیاز کر دیتے اور ہر سال ماہِ رمضان کی آخری شب کو کم وبیش بیس غلاموں کو آزاد فرماتے اور آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ماہ رمضان کی ہر شب روزہ افطار کرنے کے وقت سات لاکھ آدمیوں کو جہنم کی آگ سے آزاد کرتا ہے جن میں سے ہر ایک جہنم کا سزاوار اور

حق دار ہوتا ہے اور جب رمضان کی آخری رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اتنے لوگوں کو آزاد فرماتا ہے جتنے تمام ماہ رمضان میں آزاد ہوتے ہیں اور میں اس بات کو بہت پسند کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ دیکھے کہ میں نے دنیا میں اس امید پر اپنے غلاموں کو آزاد کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے جہنم کی آگ سے آزاد فرمائے۔

فرشتے نامۂ اعمال کو رسولِ خدا اور ائمۂ ہُدیٰ کی خدمت میں لے جاتے ہیں

فرشتے انسان کے نامۂ اعمال کو رسولِ خدا کی خدمت میں پیش کرتے ہیں بعد ازاں ائمۂ طاہرین کی خدمت میں، سب سے آخر حضرت امام زمانہؑ کے حضور میں حاضر ہوتے ہیں۔ امام دونوں دفتروں کو دیکھتے ہیں اور اپنے نام لیواؤں کے صحیفۂ گناہ کو دیکھ کر ان کے لیے استغفار کرتے ہیں اور جو خطائیں قابل اصلاح ہوں ان کی اصلاح فرماتے ہیں اسی لیے اپنے شیعوں کو فرماتے ہیں جب تمھارا صحیفۂ گناہ میرے پاس آئے تو چاہیے کہ وہ قابلِ اصلاح ہو۔ مجموعۂ اغلاط ہونے کی وجہ سے ناقابل اصلاح نہ ہو۔ پھر وہ آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہی مطلب اس آیت کا ہے:

قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

"تم برابر عمل کیے جاؤ، تمھارے اعمال کو خدا دیکھ رہا ہے اور اس کا رسول بھی اور کچھ خالص مومنین (ائمۂ طاہرین) بھی دیکھ رہے ہیں۔"

فصل ہفتم

میزانِ اعمال

ہر طبقۂ فکر نے اپنے اپنے خیال کے مطابق میزان اعمال کے متعلق قیاس آرائی کی ہے۔ بعض کہتے ہیں نامۂ اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ بعض اعمال کی صورتِ جسمیہ کے وزن کے قائل ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ اعمالِ حسنہ کو ایک خوبصورت شکل میں لایا جائے گا اور اعمالِ سیئہ کو بدصورت شکل میں۔ علامہ نعمت اللہ جزائری انوارِ نعمانیہ میں فرماتے ہیں کہ اخبارِ مستفیضہ بلکہ متواترہ سے جو امر صراحۃً ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اعمال مجسم ہو جائیں گے اور خود ہی اعمال بروزِ قیامت وزن کیے جائیں گے (احسن الفوائد)

بعض روایات میں میزانِ اعلیٰ کی جو حد مقرر کی گئی ہے جس کے مطابق اعمال کو تولا جائے گا وہ انبیاء و اوصیاء کے اعمال ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ زیارت میں ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰی مِيْزَانِ الْاَعْمَالِ اور حضرت علیؑ کو میزانِ حق کہا گیا ہے۔ اولین و آخرین کی نماز کا میزان حضرت علی کی نماز ہے۔ حضرت صادق آلِ محمدؐ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

اَلْمَوَازِيْنُ هُمُ الْاَنْبِيَآءُ وَالْاَوْصِيَآءُ۔

"وہ میزان (جس پر مخلوقات کی عبادات و افعال تولے جائیں گے) وہ انبیاء و اوصیاء اور آل محمدؐ ہیں۔"

روزِ قیامت دیکھا جائے گا کہ ان کی نماز حضرت علیؑ کی نماز کے مشابہ ہے،

وہ خشوع اور خضوع اور صفات کمالیہ جو حضرت علیؑ کی نماز میں پائے جاتے ہیں، ہماری نماز میں بھی موجود ہیں یا نہیں۔ ہماری سخاوت، شجاعت، رحم و کرم، انصاف ان کے افعال کے مشابہ ہے یا نہیں۔ ہمارے افعال ان کے افعال کے مخالف نہ ہوں کہ میزانِ حق علی سے پھر کر ان کے دشمنوں، معاویہ و یزید کے کردار کو اپنا لے یا اپنے آپ کو ان کے راستہ پر چلائے جنھوں نے فدک جناب سیدہ کو غصب کیا۔ (معاد)

خلاق عالم سورۂ اعراف میں فرماتے ہیں:۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ۝ (اعراف آیات ۸-۹)

"قیامت کے دن اعمال کا تولا جانا برحق ہے، جس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے اور جس کی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہوگا یہ وہی لوگ ہوں گے جنھوں نے ہماری آیات پر ظلم کرتے ہوئے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال دیا۔"

اور سورۂ قارعہ میں فرمایا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ۝ الْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝

"شروع اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے۔ کھڑکھڑا ڈالنے والی، کیا ہے کھڑکھڑا ڈالنے والی، اور تجھے کیا علم کہ کھڑکھڑا ڈالنے والی کیا ہے۔ جس دن

لوگ بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین روئی کی طرح ہو جائیں گے۔ پس وہ شخص جس کی نیکیاں وزنی ہوں گی وہ پسندیدہ زندگی گذارے گا اور جس کی نیکیوں کا وزن کم ہو جائے گا ان کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا اور تجھے کیا علم کہ ہاویہ کیا ہے۔ وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔"

میزان اعمال کو وزنی کرنے کے لیے محمدؐ و آل محمدؐ پر صلوٰۃ اور حُسن خلق سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے۔ میں اس مقام پر صلوٰۃ کی فضیلت میں چند روایات نقل ہوں۔ تین روایات بمعہ حکایات حسن خلق لکھ کر اپنی کتاب کو فضیلت دیتا ہوں؛

اوّل:۔ شیخ کلینیؒ بسند معتبر روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ یا امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ میزان اعمال محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام پر صلوٰۃ سے بڑھ کر کوئی چیز وزنی نہیں۔ ایک شخص کے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ جب وہ ہلکے نظر آئیں گے تو صلوات لاکر رکھا جائے گا تو میزان وزنی ہو جائے گی۔

دوم:۔ رسول اکرمؐ سے مروی ہے کہ بروزِ قیامت میزانِ اعمال کے وقت میں موجود ہوں گا۔ جس شخص کا برائیوں کا پلہ وزنی ہوگا، میں اس وقت اس کی صلوٰۃ کو جو اس نے مجھ پر پڑھی ہوگی لاؤں گا حتیٰ کہ نیکیوں کا پلہ وزنی ہو جائے گا۔

سوم:۔ شیخ صدوقؒ حضرت امام رضاؑ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص اپنے گناہوں کو مٹانے کی طاقت نہ رکھتا ہو اُسے چاہیے کہ وہ محمدؐ و آل محمدؐ پر بہت زیادہ درود و صلوٰۃ پڑھا کرے تاکہ اس کے گناہ ختم ہو جائیں۔

چہارم:۔ دعواتِ راوندی سے منقول ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا، جو شخص ہر شب و روز تین تین مرتبہ میری محبّت اور شوق کے سبب مجھ پر صلوٰۃ پڑھے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہو جاتا ہے کہ وہ اس شخص کے دن اور رات کے گناہوں کو بخش دے۔

پنجم:۔ آنحضرت صلعم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا، میں نے اپنے چچا حمزہ بن

عبدالمطلب اور اپنے چچازاد بھائی جعفر بن ابی طالبؑ کو خواب میں دیکھا کہ اُن کے سامنے سدر (بیر) کا ایک طبق پڑا ہے۔ تھوڑی دیر کھانے کے بعد وہ بیر انگوروں میں تبدیل ہو گئے۔ جب تھوڑی دیر کھا چکے تو وہ انگور اعلیٰ قسم کی کھجور بن گئے۔ وہ لوگ ان کو کھاتے رہے۔ پھر میں نے ان کے قریب پہنچ کر دریافت کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، وہ کون سا عمل آپ نے کیا ہے جو سب اعمال سے بہتر ہے اور جس کی وجہ سے آپ کو یہ نعمت ملی۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، وہ افضل اعمال آپ پر صلوٰۃ اور حاجیوں کو پانی پلانا اور محبت علیؑ بن ابی طالب ہیں۔

ششم:۔ آنحضرت صلعم سے مروی ہے کہ جس شخص نے مجھ پر کتاب میں تحریر کر کے صلوٰۃ بھیجی تو جب تک اس کتاب میں میرا نام موجود رہے گا اس وقت تک فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔

ہفتم:۔ شیخ کلینیؒ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب بھی پیغمبرؐ کا ذکر خیر ہو تو تمھیں آپؐ پر صلوٰۃ پڑھنا چاہیے۔ اس طرح جو شخص ایک مرتبہ آنحضرت پر صلوٰۃ پڑھے گا اللہ تعالیٰ فرشتوں کی ہزار صفوں میں اس پر ہزار مرتبہ صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی صلوٰۃ کی وجہ سے تمام مخلوقات اس پر صلوٰۃ بھیجے گی۔ پس جو شخص اس طرف رغبت نہیں کرتا وہ جاہل اور مغرور ہے اور خدا اور رسولؐ اور اس کے اہل بیتؑ ایسے شخص سے بیزار ہیں۔

معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے آیہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ کے معانی میں روایت کی گئی ہے، انھوں نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ کا مطلب رحمت ہے اور ملائکہ کی طرف سے تزکیہ (بچاؤ) ہے اور لوگوں کی طرف سے دُعا ہے۔ اسی کتاب میں ہے کہ راوی نے کہا کہ ہم محمدؐ و آلِ محمدؐ پر

کیسے صلوٰۃ بھیجیں تو آپ نے فرمایا تم کہو:

صَلَوٰةُ اللّٰهِ وَصَلَوٰةُ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَاَنْبِيَآئِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجَمِيْعِ خَلْقِهٖ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

راوی کہتا ہے میں نے پوچھا کہ جو شخص یہ صلوٰۃ رسول اکرم صلعم پر بھیجے اس کے لیے کتنا ثواب ہے۔ آپ نے فرمایا وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

ہشتم:۔ شیخ ابوالفتوح رازی حضرت رسول اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ شبِ معراج جب میں آسمان پر پہنچا تو وہاں پر میں نے ایک فرشتہ دیکھا جس کے ہزار ہاتھ اور ہر ہاتھ کی ہزار انگلیاں تھیں اور وہ اپنی انگلیوں پر کسی چیز کا حساب کر رہا تھا۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ فرشتہ کون ہے؟ اور کس چیز کا حساب کر رہا ہے؟ جبرئیل نے کہا کہ یہ فرشتہ قطراتِ بارش کو شمار کرنے پر مامور ہے تاکہ معلوم کرے کہ آسمان سے زمین پر کتنے قطرات گرے ہیں۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تو جانتا ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا ہے اب تک کتنے قطرے آسمان سے زمین پر گرے ہیں تو اس نے کہا اے رسول صلعم مجھے اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا میں آسمان سے زمین پر نازل ہونے والے تمام قطراتِ بارش کی تفصیل بھی جانتا ہوں کہ کتنے قطرات جنگلوں میں اور کتنے آبادی میں کتنے باغوں میں، کتنے قطرات شور زمین پر اور کتنے قبرستان میں گرے ہیں: حضرت صلعم نے فرمایا مجھے اس کے حساب میں قوتِ یادداشت پر حیرانی ہوئی تو اس فرشتے نے کہا یا رسول اللہ! اس قوتِ یادداشت نیز ہاتھوں اور ان انگلیوں کے باوجود ایک چیز کا شمار میری طاقت اور قوت سے باہر ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون سا حساب ہے

اُس نے کہا کہ آپ کی امت کے لوگ جب ایک جگہ اکٹھے بیٹھ کر آپ کا نام لیتے ہیں اور پھر آپ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں تو ان کی اس صلوٰۃ کا ثواب میری طاقت اور شمار سے باہر ہوتا ہے۔

نہم: شیخ کلینی روایت کرتے ہیں کہ جو شخص اس صلوٰۃ:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدِنِ الْاَوْصِيَاءِ الْمَرْضِيِّيْنَ بِاَفْضَلِ صَلَوَاتِكَ وَبَارِكْ عَلَيْهِمْ بِاَفْضَلِ بَرَكَاتِكَ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

کو ہر جمعہ کی عصر کے وقت سات مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ ہر بندے کی تعداد کے مطابق نیکیاں جاری کرتا ہے اور اس کے اس روز کے اعمال قبول فرماتا ہے اور یہ بھی وارد ہے کہ اس قدر ثواب ہوگا جس قدر تمام لوگوں کی آنکھوں میں نور ہوگا۔

دھم: مروی ہے کہ جو شخص نماز صبح اور نماز ظہر کے بعد اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّعَجِّلْ فَرَجَهُمْ پڑھے وہ اس وقت تک نہ مرے گا جب تک وہ امامِ زمانہ علیہ السلام کو نہ دیکھ لے۔

روایاتِ حسن خلق

پہلی روایت

انس بن مالک سے منقول ہے کہ ایک دفعہ میں رسولِ اکرم صلعم کی خدمت میں موجود تھا اور آنحضرت کے جسم پر بُردی (یمنی چادر) تھی جس کے کنارے غلیظ اور پھٹے ہوئے تھے۔ اچانک ایک اعرابی نے آکر آپ کی چادر کو اس قدر سخت کھینچا کہ اس چادر کے کنارے نے آپ کی چادر پر سخت اثر کیا اور کہنے لگا اے محمد صلعم ان دونوں اونٹوں کو اس مال سے لاد دو کیونکہ یہ مالِ خدا ہے نہ کہ تیرے باپ کا۔ آنحضرتؐ

نے اس کے جواب میں خاموشی اختیار کی اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ مال مالِ خدا ہے اور میں خدا کا بندہ ہوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے اعرابی کیا میں تجھ سے قصاص نہ لے لوں، اعرابی نے انکار کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کیوں؟ اس بدّو نے عرض کیا 'یا حضرت برائی کا بدلہ برائی سے لینا آپ کا شیوہ نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے مسکرا کر حکم دیا کہ اس کے ایک اونٹ پر جَو اور دوسرے پر کھجوریں لاد دو اور اس پر رحم فرمایا۔

میں نے اس مقام پر اس روایت کو محض تیمناً اور تبرکاً ذکر کیا ہے نہ کہ آنحضرتؐ اور ائمۂ ہدیٰ کا حسن خلق بیان کرنا مقصود تھا کیونکہ خلاقِ عالم نے جس ہستی کو قرآن پاک میں خلق عظیم کے لقب سے یاد فرمایا ہو اور علمائے فریقین آپ کی سیرت اور خصالِ حمیدہ کے متعلق بڑی بڑی کتابیں لکھ چکے ہوں اور انھوں نے آپ کی صفات کے عشرِ عشیر کا بھی تذکرہ نہ کیا ہو تو میرا اس باب میں ذکر کرنا سماحت ہوگی۔

وَلَقَدْ اَجَادَ مَنْ قَالَ:

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ — وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَّمِنْ عَجَمٍ
فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِيْ خَلْقٍ وَّفِيْ خُلُقٍ — وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمٍ
وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ — عَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ وَرَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ
وَهُوَ الَّذِيْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهٗ — ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِيْبًا بَارِئُ النَّسَمِ
مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِيْ مَحَاسِنِهٖ — فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمٍ
فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ — وَاَنَّهٗ خَيْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمْ

ترجمہ اشعار:

۱۔ حضرت محمد صلعم کونین اور عرب وعجم کے سردار ہیں

۲۔ وہ خَلق وخُلق میں تمام انبیاء سے افضل ہیں اور علم وفضل میں ان کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔

۳۔ تمام دنیا رسولِ اکرم صلعم کی ممنون ہے کیونکہ آپ ہی کی بدولت وہ خشکی اور سمندر سے واقف ہوئے

۴۔ وہ ایسے رسولؐ ہیں جو صوری اور معنوی ہر لحاظ سے کامل ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا حبیب منتخب فرمایا۔

۵۔ آپ کے حُسن کا جوہر نہ تقسیم ہونے والا ہے اور نہ ہی آپ کے محاسن میں آپ کا کوئی شریک ہے۔

۶۔ آپ کے متعلق علم کی باریابی یہاں تک ہے کہ بشر ہیں اور ایسے بشر کہ تمام مخلوقات سے اعلیٰ و افضل ہیں۔

دوسری روایت

عصام بن مطلق شامی سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ جس وقت میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا تو میں نے حضرت امام حسینؑ بن علیؑ کو دیکھا۔ میں آپ کے چال چلن اور نیک کردار سے انتہائی متعجب ہوا اور میرے اندر حسد پیدا ہوا کہ میں اپنی اس دشمنی کو ظاہر کروں جو ان کے باپ علیؑ سے تھی۔ پس میں آپ کے نزدیک پہنچا اور کہا کہ کیا تو ہی ابو ترابؑ کا بیٹا ہے؟ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اہل شام حضرت امیرالمومنینؑ کو ابو تراب سے تعبیر کرتے تھے اور وہ اس نام سے آنجنابؑ (علیؑ) کی تنقیص (برائی) کرتے تھے اور ہر وقت ابو تراب کہا کرتے تھے گویا کہ حلی و حلل (مراد لباس) آنجنابؑ کو پہناتے۔ المختصر عصام کہتا ہے کہ میں نے امام حسینؑ سے کہا کہ تو ہی ابو تراب کا بیٹا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں فَبَالَغْتُ فِیْ شَتْمِہٖ وَشَتْمِ اَبِیْہِ "پس میں نے امام حسینؑ اور ان کے والد کو گالیاں دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی" فَنَظَرَ اِلَیَّ نَظْرَۃَ عَاطِفٍ رَؤُوْفٍ۔ "پس آپ نے مجھ پر رحمت و مہربانی کی نگاہ دوڑائی" اور فرمایا:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۰ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۰ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰھِلِیْنَ ۰ اِلٰی قَوْلِہٖ تَعَالٰی ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ ۰ (سورۂ اعراف آیات ۱۹۹ تا ۲۰۲)

"تو درگذر اور نیکی کا حکم دے اور جاہل لوگوں سے کنارہ کر ......"

اس آیۂ کریمہ میں آنحضرتؐ کے مکارم اخلاق کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام کو لوگوں کو برے اخلاق پر صبر کرنے کا حکم دیا اور برائی کا بدلہ برائی کے ساتھ دینے سے منع فرمایا اور بے وقوف لوگوں سے کنارہ کش رہنے کا حکم دیا اور وسوسۂ شیطانی سے خدا کی پناہ کا حکم دیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

اَخْفِضْ عَلَیْکَ وَاسْتَغْفِرِ اللّٰہَ لِیْ وَلَکَ۔

"(اے عصام) آہستگی اختیار کر اور اپنے کام کو آسان اور ہلکا بنا اور اللہ سے میرے اور اپنے لیے بخشش طلب کر۔"

اگر تو مدد چاہے گا تو میں تیری امداد کروں گا، اگر تو بخشش کا طلبگار ہے تو میں تجھے عطا کروں گا، اگر نصیحت کا طالب ہے تو میں تجھے نصیحت کروں گا۔ حضرت امام حسینؑ نے چونکہ اپنی فراست اور علم امامت سے اس کی شرمندگی کو معلوم کرلیا اور فرمایا:

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۰ (سورۂ یوسف آیت ۹۲)

"آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تعالیٰ تمھیں معاف کرے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔"

یہ آیۂ کریمہ حضرت یوسف کے کلام کی حکایت ہے جو انھوں نے اپنے بھائیوں سے ان کی تقصیرات کی معافی کے وقت ارشاد فرمائی تھی۔

پس حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ کیا تو شام کا رہنے والا ہے؟ میں نے

عرض کیا ہاں۔ تو آپ نے فرمایا شِنْشِنَةٌ اَعْرِفُهَا مِنْ اَخْزَمٍ - یہ ایک ضرب المثل ہے جس سے آپ نے مثال دی جس کا مطلب یہ ہے کہ اہل شام کا ہمیں گالیاں دینا عادت ہے جس کو معاویہ ان کے درمیان سنّت چھوڑ گیا ہے پھر آپ نے فرمایا: حَیَّانَا اللّٰہُ وَاِیَّاكَ "اللہ ہمیں اور اسے زندہ رکھے"۔ تیری جو حاجت ہے کھلے دل اور خوشی سے مانگ، وہ پوری ہوگی اور تو مجھے انشاء اللہ اس بارے میں اچھا پائے گا۔ عصام نے کہا کہ میں اپنی بے باکی اور ان گالیوں کے بدلے امام حسینؑ کا یہ نیک اخلاق دیکھ کر سخت شرمندہ ہوا اور زمین میرے لیے تنگ ہوگئی اور چاہتا تھا کہ زمین جگہ دے تو گڑ جاؤں، پس آہستہ آہستہ کھسکنے لگا تاکہ دوسرے لوگوں کے درمیان چھپ جاؤں اور آپ میری طرف متوجہ نہ ہوں اور مجھے نہ دیکھ سکیں۔ لیکن اس دن کے بعد آپؑ اور آپؑ کے والد سے زیادہ اور کوئی میرا دوست نہ تھا۔

صاحبِ کشاف نے آیۂ شریفہ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ الخ جس کو حضرت سید الشہداء نے حضرت یوسفؑ کے حُسنِ خلق کی تمثیل کے طور پر بیان فرمایا ہے، اس کا مفصل ذکر کرنا یہاں پر موزوں اور مناسب ہے اور وہ یہ روایت ہے کہ جب برادران یوسفؑ نے آپ کو پہچان لیا تو آپ نے والد بزرگوار کی طرف اپنے بھائیوں کو پیغام دیا۔ برادرانِ یوسفؑ نے کہا جس وقت تو ہمیں صبح و شام اپنے دسترخوان پر بلاتا ہے تو ہمیں اس گناہ اور قصور کی وجہ سے جو ہم نے تیرے ساتھ کیا، شرم آتی ہے تو حضرت یوسف فرمانے لگے، تم مجھ سے کیوں شرماتے ہو۔ تم ہی تو مجھے اس عزت و شرف پر پہنچانے کا سبب ہو۔ اگرچہ اب میں مصر والوں پر حکومت کر رہا ہوں مگر وہ اب بھی مجھے پہلی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور کہا کرتے ہیں:

سُبْحَانَ مَنْ اَبْلَغَ عَبْدًا اُبِیْعَ بِعِشْرِیْنَ دِرْھَمًا مَا بَلَغَ

"پاک ہے وہ ذات جس نے بیس درہموں سے خریدے ہوئے غلام کو اس بلند مرتبہ پر پہنچایا"۔

حقیقت یہ ہے کہ میں نے یہ عزت آپ ہی کی وجہ سے پائی ہے اور لوگوں کی نظروں میں آپ ہی کی وجہ سے معزز ہوں کیونکہ انھوں نے اب پہچان لیا ہے کہ میں تمھارا بھائی ہوں اور غلام نہیں ہوں۔ بلکہ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی اولاد سے ہوں۔

نیز مروی ہے کہ جب حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ ایک دوسرے کو ملے تو حضرت یعقوبؑ نے پوچھا اے میرے بیٹے، مجھے بتا کہ تیرے سر پر کیا گذری تو حضرت یوسفؑ نے عرض کیا، اے ابا جان! آپ مجھ سے نہ پوچھیں کہ میرے بھائیوں نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا بلکہ آپ پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کیا کیا۔

تیسری روایت

شیخ صدوقؒ اور دوسروں سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ میں خلیفۂ دوم کی اولاد میں سے ایک شخص موسیٰ کاظم علیہ السلام کو متواتر تکلیف دینے کے درپے رہتا، آپ کو برا بھلا کہتا اور جب بھی آپ کو دیکھتا حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو گالیاں دیتا۔ ایک دن ایک شخص نے عرض کیا، اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس فاسق و فاجر کو مار ڈالیں۔ حضرت نے ان کو اس فعل سے منع فرمایا اور سخت ناراض ہوئے اور پوچھا وہ کہاں ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ وہ مدینہ کے قریب ایک جگہ زراعت کرتا ہے۔ حضرت اپنے گدھے پر سوار ہو کر اس شخص سے ملنے کے لیے اس مقام پر تشریف لے گئے۔ آپ اس جگہ پہنچے جس جگہ وہ آرام کر رہا تھا۔ آپ گدھے پر

سوار زراعت میں داخل ہوئے۔ اس شخص نے آواز دے کر کہا میری زراعت کو
خراب نہ کرو۔ آپ اسی حالت میں چلتے گئے یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچے اور اس
کے پاس بیٹھ گئے اور خوش ہو کر خندہ پیشانی کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گئے اور
آپ اس سے دریافت کرنے لگے کہ اس کھیتی پر کتنا خرچ آیا۔ اس نے کہا کہ ایک سو
اشرفی۔ پھر آپ نے پوچھا، اس کھیت سے تجھے کتنا پھل ملنے کی امید ہے۔ اس نے
کہا میں غیب تو نہیں جانتا۔ پھر امامؑ نے فرمایا میں تجھے بتاؤں کہ تیرا کتنا اندازہ ہے۔
جو تجھے پہلے حاصل ہوتا ہے۔ اب اس شخص نے کہا، میں تو دو سو اشرفی حاصل
کرتا ہوں۔ پس حضرت نے روپیوں کی تھیلی نکالی جس میں تین ہزار اشرفیاں تھیں،
اس شخص کے حوالے کیں اور فرمایا اسے لے اور ابھی تیری کھیتی باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ
تجھے جب تک تو زندہ رہے گا روزی دیتا رہے گا۔ اس شخص نے آپ کے سر کو بوسہ
دیا اور آپ سے درخواست کی کہ آپ مجھے بخش دیں اور معاف فرمائیں۔ اس پر آپ
مسکرائے اور گھر واپس لوٹ آئے۔ پھر اس دن کے بعد لوگ اس شخص کو مسجد
میں بیٹھا ہوا پاتے اور جب کبھی بھی اس کی نگاہ آپ کے چہرے پر پڑتی تو کہہ اٹھتا
اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَہٗ (انعام۔۱۲۵) اس کے ساتھیوں نے اس
سے پوچھا کہ تیرا واقعہ کیا ہے تو اس نے کہا میں پہلے جو کچھ کہا کرتا تھا تم سنتے رہتے
تھے اور اب جو کچھ کہتا ہوں اس کو سنو۔ پھر اُس نے آپ کو دعائیں دینا شروع
کر دیں۔ اس پر اس کے ساتھی اس سے جھگڑنے لگے اور وہ بھی ان سے جھگڑنے
لگا۔ پس حضرت نے ان لوگوں سے فرمایا کہ جو ارادہ تم اس شخص کے متعلق رکھتے
تھے وہ بہتر تھا یا جو کچھ میں نے ارادہ کیا ہے وہ بہتر ہے۔ میں نے تھوڑی سی رقم
کے بدلے اس کی اصلاح کر دی ہے اور اس برائی کو مٹا دیا ہے۔

حکایت حسن خلق

ایک دن مالک بن اشتر بازار کوفہ سے گذر رہے تھے اور ان کے جسم پر
کھدر کا لباس تھا اور عمامہ بھی کھدر کا تھا۔ ایک بازاری شخص نے جو آپ کو نہیں
پہچانتا تھا، حقارت کی نظر سے دیکھا اور ٹھٹھا مذاق کرتے ہوئے آپ کی طرف غلیل
سے ایک ڈھیلا پھینکا۔ حضرت مالک خاموشی سے گذر گئے اور کوئی بات تک نہ
کہی۔ لوگوں نے اس بازاری سے کہا، کیا تو نہیں جانتا کہ تو نے کس شخص کے ساتھ
ٹھٹھا مذاق کیا ہے؟ اس نے کہا میں نہیں پہچانتا۔ تب انھوں نے اسے بتایا کہ یہ
آدمی حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا دوست مالک بن اشتر تھا۔ یہ سنتے ہی اُس
شخص پر لرزہ طاری ہو گیا اور مالک کے پیچھے دوڑا تاکہ ان سے معافی مانگے۔ مالک
اس وقت مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ شخص
آپ کے قدموں پر گر پڑا اور قدم چومنے لگا۔ حضرت مالک نے اس سے وجہ
دریافت کی تو اس نے کہا کہ میں اس گستاخی اور بے ادبی کی معافی چاہتا ہوں جو
مجھ سے آپ کے بارے میں سرزد ہوئی۔ مالک بن اشتر نے کہا کوئی بات نہیں،
خدا کی قسم میں نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ سے
استغفار کی ہے۔

مالک بن اشتر نے حضرت امیرالمومنین سے اس قدر اخلاق حسنہ کا درس
حاصل کیا کہ سالارِ لشکر اور بہادر ترین آدمی ہونے کے باوجود بھی اس شخص کی
بدتمیزی پر اسے کچھ نہ کہا، بلکہ اس کے لیے دعائے مغفرت کی۔

حضرت مالک اس قدر بہادر اور شجاع تھے کہ ابن ابی الحدید کہتا ہے، اگر
عرب و عجم کے اندر کوئی شخص قسم اٹھا کر کہے کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام

کے سوا مالک بن اشتر سے زیادہ کوئی شخص بہادر اور شجاع نہیں ہے تو میرا خیال ہے کہ اس کی یہ بات سچی ہوگی۔ میں اس کے علاوہ اور کیا کہوں کہ اس کی زندگی نے اہلِ شام کو مٹا دیا اور اس کی موت نے اہلِ عراق کو۔ اور حضرت علی علیہ السّلام ان کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اشتر کا میرے نزدیک وہی مرتبہ ہے جو میرا رسولِ اکرمؐ کے نزدیک تھا (یہ میرا ایسا ہی قوت بازو ہے جیسا میں رسولِ خدا کا تھا) اور حضرت نے اپنے دوستوں کو مخاطب کر کے فرمایا، کاش تم میں ایک یا دو آدمی مالک بن اشتر کی طرح ہوتے۔ مالک کا دشمنوں پر رعب و دبدبہ حضور کے ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے:

بَقِیْتُ وَفْرِی وَانْحَرَفْتُ عَنِ الْعُلٰی ۔ وَلَقِیْتُ اَضْیَافِی بِوَجْہٍ عَبُوْسٍ

اِنْ لَمْ اَشُنَّ عَلٰی بْنِ ھِنْدٍ غَارَۃً ۔ لَمْ تَخْلُ یَوْمًا نَھَابُ نُفُوْسٍ

خَیْلًا کَاَمْثَالِ السَّعَالِی شُزَّبًا ۔ تَغْدُوْا بِبِیْضٍ فِی الْکَرِیْھَۃِ شُمُوْسٍ

حَمِیَ الْحَدِیْدُ عَلَیْھِمْ فَکَاَنَّہٗ ۔ وَمَضَانُ بَرْقٍ اَوْشُعَاعُ شُمُوْسٍ

ترجمہ اشعار

۱۔ میں اپنے مال کثیر کو باقی رکھوں (بخیل ہو جاؤں) اور بلند نامی کے کاموں سے انحراف کروں اور اپنے مہمانوں سے ترش روئی کے ساتھ ملاقات کروں۔

۲۔ اگر میں معاویہ پر ایسی لوٹ برپا نہ کروں جو جانوں کو لوٹنے سے کسی دن بھی خالی نہ ہو۔

۳۔ وہ غارت گری ایسے گھوڑوں کے ذریعہ ہو جو بھوتوں کی طرح پتلی کمر والے ہیں جو گھمسان کی جنگ روشن رو نوجوانوں کے ساتھ صبح کرتے ہیں۔

۴۔ اور ان جوانوں کے لیے ہتھیار اس طرح گرم ہو چکے ہیں گویا وہ بجلی کی چمک ہے یا آفتابوں کی شعاع (اتنی تیزی اور پھرتی سے تلوار چلاتے ہیں جیسے بجلی)

المختصر مالک بن اُشتر کی جلالت، بہادری، شان و شوکت اور حسنِ اخلاق نے آپ کو بلند مراتب پر پہنچا دیا کیونکہ ایک بازاری آدمی کے استہزا کرنے سے آپ کی طبیعت پر ذرہ برابر بھی فرق نہ پڑا اور نہ ہی آپ ناراض ہوئے بلکہ وہ مسجد میں پہنچ کر اس آدمی کے لیے نماز اور بخشش کی دعا مانگتے ہیں۔ اگر آپ اُن کی شجاعت کا اچھی طرح ملاحظہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان کا اپنے نفس اور خواہشات پر اس قدر کنٹرول تھا کہ ان کی یہ شجاعت ان کی جسمانی شجاعت سے کہیں زیادہ تھی اور حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

اَشْجَعُ النَّاسِ مَنْ غَلَبَ ھَوَاہُ

"سب سے زیادہ بہادر وہ شخص ہے جو خواہشاتِ نفسانی پر غالب ہو۔"

حکایت

شیخ مرحوم مستدرک کے خاتمہ میں افضل الحکماء والمتکلمین وزیرِ اعظم جناب خواجہ نصیر الدین طوسی قدس سرہٗ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن خواجہ صاحب کے ہاتھ میں ایک کاغذ کا ٹکڑا پہنچا جس میں آپ کے متعلق سب وشتم میں ایک بدترین فقرہ یہ بھی تھا: "اے کلب بن کلب"۔ خواجہ نصیر الدینؒ نے اس کاغذ کو پڑھا تو سنجیدگی اور متانت کے ساتھ اس کا جواب لکھا جس میں کسی قسم کا کوئی بُرا فقرہ نہ تھا۔ اپنی عبارت میں تحریر کیا ہے کہ "اے شخص تیرا مجھے کتا کہنا درست نہیں کیونکہ اس کی چار ٹانگیں ہوتی ہیں جن پر وہ چلتا ہے اور اس کے پنجوں کے ناخن لمبے لمبے ہوتے ہیں لیکن اس کے برعکس میں سیدھے قد والا انسان ہوں اور یہ بات بالکل روشن ہے کہ نہ تو میرے کُتّے کی طرح پنجے ہیں بلکہ میرے ناخن تو پوشیدہ ہیں اور میں تو بولنے اور ہنسنے والا انسان ہوں اور میرے یہ خواص

کتے کے خواص کے برخلاف ہیں۔" یہ جواب لکھ کر دیا اور اس کی عدم موجودگی میں
اسے اپنا دوست ظاہر کیا۔

اتنے بڑے جلیل القدر محقق سے یہ عظیم خلق کوئی انوکھی بات نہیں۔ علامہ حلیؒ
خواجہ نصیر الدین طوسیؒ کے متعلق فرماتے ہیں، یہ شیخ اپنے زمانہ کے علماء سے افضل ترین
تھے اور علوم عقلیہ و نقلیہ، علم و حکمت اور احکام شرعیہ، مذہبِ حقہ کے بارے میں
بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور یہ صاحبِ اخلاق کے لحاظ سے ان تمام بزرگوں سے
افضل و ارفع تھے جن کو میں نے مشاہدہ کیا ہے میں آپ کے اخلاق کو اس شعر
سے واضح کرتا ہوں:

ہر بوئے کہ از مشک و قرنفل شنوی   از دوست آں زلف چو سنبل شنوی

"جو خوشبو مشک اور قرنفل سے آتی ہے وہ محبوبہ کی سنبل جیسی زلفوں
کی خوشبو کا بھلا کیا مقابلہ کر سکتی ہے۔"

خواجہ طوسیؒ نے یہ تمام اخلاق حسنہ عمل و کردار ائمہؑ سے اخذ کیے ہیں کیا
آپ نے یہ بات نہیں سنی کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے کسی شخص کو قنبر کو
گالیاں دیتے ہوئے سنا اور قنبر نے بھی ویسا ہی جواب دینا چاہا تو حضرت امیر علیہ السلام
نے قنبر کو پکار کر فرمایا مَهْلًا يَا قَنْبَرُ۔ "اے قنبر خاموش رہو"۔ یہ گالیاں دینے
والا ہماری خاموشی سے خوار ہوگا اور اپنی خاموشی سے اللہ تعالیٰ کو خوش رکھ اور
شیطان کو غلبہ دلا کر دشمن کو شکنجہ میں پھنسا۔ مجھے اس خدا کی قسم جس نے دانے
کو پھاڑ کر پودے کو اُگایا اور جس نے انسان کو خلق فرمایا۔ مومن کے لیے اپنے
حلم سے بڑھ کر خدا کو راضی کرنے والی کوئی چیز نہیں اور مومن اپنی خاموشی کے
علاوہ اور کسی چیز سے شیطان کو غصہ نہیں دلا سکتا۔ احمق کو شکنجہ میں لانے کے
لیے جواب میں خاموشی سے بڑھ کر اور کوئی ہتھیار نہیں۔

المختصر مخالف و موافق تمام لوگ خواجہ طوسیؒ کی تعریف کرتے ہیں۔ جرجی
زیدان آداب اللغۃ العربیہ کے ترجمہ میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ کے کتب خانہ میں
چار لاکھ کتابیں موجود تھیں۔ آپ علم نجوم اور فلسفہ کے امام تھے۔ اس فارسی کے
ہاتھ میں بلاد مغلیہ کے بہت سے اوقاف علم کی خاطر وقف کیے گئے تھے اور آپ
گھٹا ٹوپ اندھیرے میں روشنی کا مینار تھے۔

میں نے کتاب فوائد رضویہ میں جو تراجم علمائے امامیہ میں سے ایک ہے کا ترجمہ
اپنی بساط کے مطابق کیا جس میں میں نے لکھا کہ شیخ طوسی کا خاندان جہرود کے بادشاہوں
میں سے وشارہ نامی خاندان سے تعلق رکھتا ہے جو قم سے دس فرسخ کے فاصلہ پر آباد
ہے لیکن آپ کی ولادت باسعادت طوس کے شہر میں ۱۱ جمادی الاولی ۵۹۷ھ میں ہوئی
اور آپ کی وفات بروز اتوار ۱۸ ذی الحجہ ۶۷۲ھ کو بقعہ منورہ کاظمیہ میں ہوئی اور آپ کی
قبر پر یہ الفاظ تحریر ہیں:

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ (سورہ کہف آیہ ۱۸)

"یعنی ان کا کتا اپنے بازو پھیلائے بیٹھا ہے"۔

بعض لوگوں نے آپ کی تاریخ وفات کو اس طرح نظم کیا ہے ؎

نصیر ملت و دیں پادشاہ کشور فضل   یگانہ ای کہ چہ او مادر زمانہ نزاد
بسال ششصد و ہفتاد و دو بذی الحجہ   بروز ہجدہم در گذشت در بغداد

"وہ ملت اور دین کے نصیر مملکتِ فضل کے بادشاہ تھے۔ زمانہ میں ان کا
جیسا بے مثال کوئی پیدا نہیں ہوا۔ وہ ۱۸ ذی الحجہ ۶۷۲ھ کو بغداد میں دفن ہوئے"۔

حکایت

ایک روایت میں ہے کہ ایک دن شیخ الفقہاء حاجی شیخ جعفر صاحب کشف الغطاء

اصفہان میں نماز شروع کرنے سے قبل غریبوں میں خیرات تقسیم کر رہے تھے۔ جب مال تقسیم کر چکے تو نماز میں مشغول ہو گئے۔ سادات میں سے ایک آدمی نماز کے بعد اٹھا اور شیخ صاحب کے پاس آکر کہا، میرے دادا کا مال مجھے دو۔ آپ نے فرمایا تو دیر سے پہنچا اب میرے پاس کوئی مال نہیں جو میں تجھے دوں۔ وہ سید غضبناک ہوا اور شیخ صاحب کے منہ پر تھوک دیا۔ آپ اٹھے اور دامن پھیلا کر صفوں میں پھرنے لگے اور فرمانے لگے۔ تم میں سے جو بھی میری ڈاڑھی کو عزیز رکھتا ہے وہ اس سید کی مدد کرے۔ پس لوگوں نے شیخ کے دامن کو رقم سے پُر کر دیا اور آپ نے وہ تمام رقم سید کے حوالے کر دی اور پھر نماز میں مشغول ہو گئے۔

غور کیجیے۔ شیخ مرحوم کس قدر اخلاق حمیدہ کے مالک تھے۔ یہ وہ بزرگوار ہیں جنھوں حالتِ سفر میں کشف الغطاء جیسی کتاب فقہ میں تحریر فرمائی اور آپ فرمایا کرتے تھے اگر فقہ کی تمام کتب تلف ہو جائیں تو میں اپنی یادداشت کی بدولت باب الطہارت سے لے کر باب الدّیات تک لکھ سکتا ہوں اور آپ کی ساری اولاد میں بڑے بڑے جلیل القدر علماء اور فقہاء تھے۔ ثقۃ الاسلام نوریؒ آپ کے حالات کے متعلق فرماتے ہیں، اگر کوئی شخص شیخ جعفر کی صبح کے وقت کی مناجات اور آداب سنن اور خشوع و خضوع میں غور و فکر کرے تو اس پر آپ کی عظمت ظاہر ہو جائے گی۔ آپ اپنے مخاطبات میں اپنے نفس سے مخاطب ہو کر فرماتے تھے کہ تو پہلے جعیفر یعنی چھوٹی ندی تھا، پھر دریا بن گیا، شیخ جعفر کشتی اور سمندر بن گیا۔ پھر عراق اور اس کے تمام مسلمانوں کا سردار بن گیا۔ ان کا اپنے نفس سے یہ خطاب اس لیے تھا کہ اتنی بزرگی اور عزت ملنے پر بھی میں اپنا ابتدائی تکلیف و مصائب کا زمانہ نہیں بھولا۔ آپ ان ہی لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں حضرت امیر علیہ السلام نے احنف بن قیس کو اوصاف بتائے تھے۔

وہ ایک لمبی حدیث ہے جو حضرت علی علیہ السّلام نے اپنے اصحاب کی شان میں جنگ جمل کے بعد احنف بن قیس سے فرمائی تھی، اس کے جملہ فقرات یہ ہیں:

"...... اگر تم ان کو رات کے اس وقت دیکھو جب کہ آنکھوں میں نیند غالب ہوتی ہے، ہر قسم کی آوازیں بند ہوتی ہیں، پرندے اپنے آشیانوں میں آرام کر رہے ہوتے ہیں تو یہ لوگ قیامت اور وعدہ گاہ کے خوف سے جاگ رہے ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے "کیا اب ان بستی والوں کو امن ہے؟ نہیں۔ ہم ان پر اس وقت عذاب نازل کریں گے جب یہ سو رہے ہوں گے"۔ پس یہ لوگ قیامت کے خوف کی وجہ سے شب بیداری کرتے ہیں۔ کبھی اٹھ کر خوفِ خدا سے رو رو کر نماز پڑھتے ہیں اور کبھی رو رو کر محراب میں تسبیح و تقدیس خدا بیان کر رہے ہوتے ہیں اور وہ تاریک راتوں میں گڑگڑا کر حمد و ثنا کر رہے ہوتے ہیں۔ اے احنف اگر تو ان کو رات کے وقت کھڑے ہوئے دیکھے تو ان کی کمریں جھکی ہوئی اور قرآن مجید کی سورتیں نماز میں پڑھتے ہوئے نظر آئیں گے اور کثرتِ گریہ اور فریاد کی وجہ سے وہ اس طرح معلوم ہوں گے گویا آگ نے ان کو گھیر لیا ہے اور وہ ان کے حلق تک پہنچ گئی ہے اور جب یہ روئیں گے تو تو یہ گمان کرے گا کہ ان کی گردنیں زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہیں۔ اگر تو ان کو دن کے وقت دیکھے تو وہ ایک ایسی قوم نظر آئے گی جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور لوگوں سے اچھا کلام کرتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوں تو ان کو سلام کہتے ہیں اور جب ان کا لغویات کے نزدیک سے گزر ہوتا ہے تو وہ ان کے پاس سے باعزت گزر جاتے ہیں اور اپنے قدموں کو تہمت سے بچاتے ہیں اور ان کی زبانیں گونگی ہوتی ہیں

کہ وہ لوگوں کی عزت کے خلاف کوئی بات کریں اور اپنے کانوں کو فضول
باتیں سننے سے روکے رکھتے ہیں اور اپنی آنکھوں کو گناہوں کی طرف
نگاہ نہ کرنے کے سُرمہ سے سجائے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ دارالسلام
میں داخلے کا ارادہ رکھتے ہیں جس میں جو شخص داخل ہو گیا وہ شک و شبہ
اور غم سے مامون رہا۔"

یہاں پر ایک راہب کے عظیم الشان کلام میں سے کچھ نقل کرنا مناسب ہے
اور وہ یہ ہے جو قثم زاہد سے نقل کیا گیا ہے۔ اس نے کہا میں نے ایک راہب کو
بیت المقدس کے دروازے پر خستہ حال دیکھا۔ میں نے اس سے کہا مجھے وصیت
کر۔ اس نے کہا "تو اس آدمی کی طرح بن جن کو درندوں نے وحشت ناک کر رکھا ہو
اور وہ معذور و خائف ہو اور ڈر رہا ہو کہ اگر وہ حرکت کرے تو وہ اسے پھاڑ ڈالے
یا نوچ ڈالے۔ اس کی رات خوفناک ہوتی ہے جب کہ چھوٹے لوگ امن میں سو
رہے ہوتے ہیں اور دن غمناک ہوتا ہے جبکہ اس میں بہادر خوش ہوتے ہیں۔ پھر
اُس نے پشت پھیری اور مجھے چھوڑ گیا۔ میں نے اس سے کہا کچھ اور بیان فرمائیں
تو اس نے کہا کہ پیاسا تھوڑے پانی پر بھی قناعت کر لیتا ہے۔

حکایت

منقول ہے کہ ایک روز کافی الکفات صاحب بن عباد نے شربت طلب کیا
تو اس کے ایک غلام نے اُسے شربت کا پیالہ حاضر کیا۔ صاحب نے جب پینے کا
ارادہ کیا تو اس کے خواص میں سے ایک نے کہا، اس شربت کو نہ پی کیونکہ اس
میں زہر ملا ہوا ہے۔ جس غلام نے صاحب کو وہ پیالہ پکڑایا تھا وہ ابھی پاس
کھڑا تھا۔ صاحب نے کہا، تیرے اس قول کی دلیل کیا ہے؟ اس آدمی نے کہا

اس غلام کو جو یہ پیالہ لایا ہے پلا کر تجربہ کر لیجیے معلوم ہو جائے گا۔ صاحب نے
کہا میں اس کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی جائز سمجھتا ہوں۔ پھر اس نے کہا کسی
حیوان کو پلا دیجیے۔ صاحب نے کہا کہ میں حیوان کو زہر پلا کر ختم کرنا اور سزا دینا جائز
نہیں سمجھتا۔ انھوں نے پیالہ واپس کیا اور زمین پر پھینک دینے کا حکم دیا اور اُس
غلام کو نظروں سے دور ہو جانے کو فرمایا کہ آئندہ میرے گھر میں داخل نہ ہونا لیکن
شہر میں رہنے کی اجازت ہے اور اس سے قطع تعلقی نہ کی جائے اور فرمایا کہ شک و
شبہات پر یقین نہیں کرنا چاہیے اور روزی روک کر سزا دینا بھی اچھی بات نہیں۔

صاحب بن عباد آل بویہ کے وزیروں میں سے ایک وزیر تھا جو ملجائے
خواص و عوام اور مرجعِ ملّت و دولت اور معزز و مکرم تھا اور یہ وہ شخص تھا جو شاعری
میں فضل و کمال اور عربیت میں یکتائے زمانہ اور عجوبہ دہر تھا۔

منقول ہے کہ جب یہ املا لکھنے کے لیے بیٹھتا تو بہت سے لوگ اس سے
استفادہ کرنے کے لیے اس کے گرد جمع ہو جاتے اور اس قدر کثرت ہو جاتی کہ چھ
آدمی تو صرف اس کی املا کو لوگوں کو پڑھ کر سنانے میں مشغول رہتے۔ اس کے
پاس لغت کی اس قدر کتابیں تھیں کہ جن سے ساٹھ اونٹ بار ہو سکتے تھے اور
علماء، فضلاء، علویین اور سادات کرام کی عزت و توقیر کیا کرتا تھا اور ان کو تصنیف
و تالیف کا شوق دلاتا تھا۔ ان ہی کی خاطر شیخ فاضلِ خبیر جناب حسن بن محمد قمی نے
تاریخ قم تالیف کی اور شیخ اجل رئیس المحدثین جناب صدوقؒ نے کتاب عیون
اخبار الرّضا تصنیف فرمائی اور ان ہی کی وجہ سے ثعالبی نے یتیمۃ الدھر
کو جمع کیا اور علماء و فقہاء اور سادات و شعراء پر اس کا احسان و فضل بہت مشہور
تھا۔ ہر سال بغداد کے فقہاء کے پاس پانچ ہزار اشرفیاں بھیجتا۔ اور جو شخص بھی
ماہ رمضان میں عصر کے بعد اس کے پاس جاتا تو اسے روزہ افطار کیے بغیر

واپس نہ آنے دیتا۔ تقریباً ہر شب ماہ رمضان کو ایک ہزار آدمی اس کے گھر پر روزہ انطار کرتے اور ماہ رمضان میں وہ اس قدر صدقات و خیرات پر رقم خرچ کرتا جتنا وہ باقی سال میں خرچ کرتا تھا اور اس نے امیر المومنینؑ کی تعریف میں بہت سے اشعار لکھے اور آپؑ کے دشمنوں کی ہجو بیان کی۔

ان کی وفات ۲۴ صفر ۳۸۵ھ میں رے کے مقام پر ہوئی اور ان کے جنازے کو اٹھا کر اصفہان میں لا کر دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار اب بھی اصفہان میں مشہور ہے۔

وَالسَّلَامُ وَرَحمَۃُ اللہِ عَلَیہِ

فصل ہشتم

حساب

موقف حساب

ان خوفناک مواقف میں سے جن کا اعتقاد ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے مقام حساب بھی ہے۔ پروردگارِ عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ۝ (سورۂ انبیاء آیت ۱)

"لوگوں کے حساب اعمال کا وقت نزدیک ہے لیکن وہ غفلت میں مدہوش ہیں اور وہ (اس میں غور و فکر اور تیاری سے) گریز کر رہے ہیں۔"

دوسری جگہ ارشاد قدرت ہے:

وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ۝ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ (سورۂ طلاق آیات ۸ تا ۱۰)

"اور کتنی بستی والوں نے اپنے پروردگار اور رسولوں کے حکم سے سرکشی کی پھر ہم نے ان کا حساب بڑی سختی سے لیا اور ہم نے اسے ایک ناشناسا عذاب دیا۔ پس انھوں نے اپنے کیے کا وبال چکھ لیا اور ان کے کاموں کا انجام نقصان دہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کیا۔ پس اے عقل والو اللہ تعالیٰ

سے ڈرتے رہو۔"

حساب کون لے گا؟

اگرچہ قرآن و حدیث کے عموم سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ ہر شخص کا حساب خود خداوند عالم لے گا وَهُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ لیکن بعض روایات سے مترشح ہوتا ہے کہ ملائکہ کرام اس کام کو انجام دیں گے۔ بعض اخبار و آثار سے یہ مطلب واضح ہوتا ہے کہ انبیاء کا حساب خود خداوند عالم لے گا اور انبیاء اپنے اوصیاء کا حساب لیں گے اور اوصیاء اپنی امت کا حساب لیں گے۔ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ
"بروز قیامت تمام لوگوں کو ان کے امام زمانہ کے ساتھ بلائیں گے۔" (احسن الفوائد)

بحار الانوار جلد ۳ امالی شیخ مفیدؒ میں بسند متصل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ وَكَّلَنَا اللّٰهُ بِحِسَابِ شِيْعَتِنَا فَمَا كَانَ لِلّٰهِ سَئَلْنَا اللّٰهَ اَنْ يَّهَبَهُ لَنَا فَهُوَ لَهُمْ وَمَا كَانَ لَنَا فَهُوَ لَهُمْ ثُمَّ قَرَءَ اِنَّ اِلَيْنَا اِيَابَهُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ

"جب روز قیامت ہوگا تو اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے شیعوں کا حساب لینے کے لیے مقرر فرمائے گا۔ پس ہم اپنے شیعوں سے حقوق اللہ کے بارے میں سوال کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا اور شیعوں کے ذمہ جو ہمارے حقوق ہوں گے ہم خود ان کو معاف کر دیں گے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ اِلَيْنَا اِيَابَهُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ بے شک وہ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے پھر بے شک ان کا حساب ہم ہی لیں گے۔"

اسی کتاب میں معصوم سے روایت ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق امام علیہ السلام کے

بخشے جانے کے بعد فرمایا:

....فِيْمَا كَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ النَّاسِ مِنَ الْمَظَالِمِ اَدَّاهُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

"....یعنی جو مظالم اور حقوق الناس شیعوں کے ذمہ ہوں گے حضرت رسولِ خدا صلعم حقوق کا مطالبہ کرنے والوں کو ادا کر دیں گے۔"

پروردگار عالم ہمیں امت خاتم الانبیاء علیہ وآلہ وسلم اور شیعانِ اہل بیت علیہم السلام میں شمار کرے اور ہمارا حشر انہیں کے ساتھ ہو۔ آمین ثم آمین

شیعوں کے لیے یہ خوشخبری ہے کہ بروز قیامت پروردگار عالم ہر قوم کے حساب کے لیے اس کے امام کو مقرر فرمائے گا اور وہ ان کے اعمال کا حساب لے گا اور ہمارا حساب حجت ابن الحسن امام زمانہ علیہ السلام لیں گے۔ لیکن جس وقت ہم روسیاہ اپنے سروں کو جھکائے ہوئے ان کے سامنے پیش ہوں گے اور دامن اُن کی دوستی سے پُر ہوں گے تو امید ہے کہ وہ ہماری شفاعت کریں گے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارا حساب اس کریم ابن کریم کے سپرد ہوگا جو خدا کے نزدیک اعلیٰ مراتب کا مالک ہے۔ (معاد)

حساب کن لوگوں کا ہوگا؟

بروز قیامت حساب کے لیے لوگ چار گروہوں میں ہوں گے۔ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو بغیر حساب کے بہشت میں داخل ہوں گے اور یہ محبانِ اہل بیتؑ سے وہ لوگ ہوں گے جن سے کوئی فعل حرام سرزد نہ ہوا ہوگا یا وہ توبہ کے بعد دنیا سے رخصت ہوئے ہوں گے۔

دوسرا گروہ اس کے برعکس ہوگا جو بغیر حساب کے جہنم میں داخل کیے جائیں گے اور ان ہی کے بارے میں یہ آیت ہے فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا

جو شخص دنیا سے بے ایمان اٹھے گا اس کا حساب نہیں لیا جائے گا اور نہ ہی اعمال نامہ کھولا جائے گا۔ شیخ کلینیؒ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ مشرکوں کے اعمال نہیں تولے جائیں گے کیونکہ حساب، اور میزان اور اعمال کے کھولے جانے کا تعلق اہل اسلام کے ساتھ ہے کافر اور مشرک بنص قرآن ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔

تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جن کو موقفِ حساب میں روک لیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہ نیکیوں پر غالب ہوں گے۔ جب یہ رُکاوٹ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی تو ان کو نجات مل جائے گی۔

چنانچہ رسولِ اکرم صلعم نے ابن مسعودؓ کو فرمایا کہ بعض لوگ ایک سو سال موقفِ حساب میں روکے جائیں گے اور پھر وہ جنت میں جائیں گے اِنَّ الْمَرْءَ لَيُحْبَسُ عَلٰى ذَنْبٍ وَاحِدٍ مِائَةَ عَامٍ "انسان ایک گناہ کے بدلے سو سال تک روکا جائے گا"۔ لیکن گناہ کا ذکر نہیں کہ کس گناہ کے بدلے روکا جائے گا لہٰذا مومنین کو چاہیے کہ وہ ہر گناہ سے اجتناب کریں تاکہ موقفِ حساب پر رُکاوٹ نہ ہو۔ (معاد)

شیخ صدوقؒ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ بروز قیامت دو محبان اہل بیتؑ کو حساب کے لیے روکا جائے گا۔ ان میں سے ایک دنیا میں مفلس اور فقیر اور دوسرا دولت مند ہوگا۔ وہ فقیر عرض کرے گا پروردگارا! مجھے کس وجہ سے روکا گیا ہے، مجھے تیری عزت و جلال کی قسم تو نے مجھے کوئی حکومت یا سلطنت نہ دی تھی جس میں میں عدالت یا ظلم و ستم کرتا اور نہ ہی تو نے مجھے اس قدر مال دیا تھا کہ میں واجب کردہ حقوق کو ادا کرتا یا غصب کرتا اور تو نے مجھے صرف اس قدر روزی عطا کی تھی جس کو تو نے میرے لیے کافی سمجھا اور میں نے اسی پر کفایت کی۔ پس اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا اے بندہ مومن! تو سچ کہتا ہے اور اسے داخل بہشت کیا جائے گا۔

دوسرا دولت مند اتنی دیر کھڑا رہے گا کہ اس کے کھڑا رہنے سے اتنا پسینہ جاری

ہوگا جس سے چالیس اونٹ سیراب ہوسکیں۔ پھر اس کو بہشت میں داخل کیا جائے گا۔ جنت میں وہ فقیر اس سے پوچھے گا تجھے کس چیز کی وجہ سے اتنی دیر روکے رکھا گیا۔ وہ کہے گا، کئی اشیاء کی متواتر تقصیرات کے لمبے حساب نے مجھے روکے رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نوازا اور مجھے معاف فرمایا اور میری توبہ کو قبول فرمایا۔ پھر وہ فقیر سے پوچھے گا، تو کون ہے؟ وہ جواب دے گا میں وہی فقیر ہوں جو میدانِ حشر میں تیرے ساتھ تھا۔ پھر وہ غنی کہے گا، تجھ کو جنت کی نعمتوں نے اس قدر تبدیل کر دیا ہے کہ میں اس وقت تجھے نہ پہچان سکا۔ (مطالب)

چوتھا گروہ ان لوگوں کا ہوگا جن کے گناہ ان کی نیکیوں سے زیادہ ہوں گے۔ پس اگر شفاعت اور پروردگار عالم کی رحمت اور فضل و کرم شامل حال ہوگیا تو وہ نجات حاصل کرکے بہشت میں چلے جائیں گے ورنہ ان کو اس جگہ پر عذاب میں ڈالا جائے گا جو ایسے لوگوں کے لیے مخصوص ہوگا حتیٰ کہ گناہوں سے پاک ہوجائیں اور اس عذاب سے نجات مل جائے۔ پھر ان کو بہشت میں بھیج دیا جائے گا۔

جس انسان کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا وہ جہنم میں باقی نہ رہے گا بالآخر جنت میں داخل ہوگا۔ جہنم میں صرف کافر اور معاندین باقی رہ جائیں گے۔

احباط و تکفیر

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ (سورہ محمد آیات ۸،۹)

"جو لوگ کافر ہیں ان کے لیے ڈگمگاہٹ ہے اور خدا اُن کے وہ اعمال برباد کر دے گا۔ یہ اس لیے کہ خدا نے جو چیز نازل فرمائی ہے انھوں نے اس کو ناپسند کیا تو خدا نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔"

دوسری جگہ ارشادِ قدرت ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝ (سورہ محمد آیت ۲)

"جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے کام کیے اور جو (کتاب) محمد پر ان کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئی ہے وہ برحق ہے، اس پر ایمان لائے تو خدا نے ان کے پچھلے گناہ ان سے دور کر دیے اور ان کی حالت سنوار دی۔"

احباط: اگر کوئی شخص ابتدائے عمر میں دائرۂ اسلام میں رہ کر نیک کاموں میں مشغول رہا مگر مرتے وقت حق سے پھر گیا اور کفر کی حالت پر مرا ہو تو اسے اسلام کی حالت میں کیے ہوئے اعمال فائدہ نہ دیں گے اور وہ نیکیاں ضائع ہو جائیں گی۔

اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن مجید میں ہے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ
"جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا اس کا اجر اس کو ملے گا۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ کفر پر مرنے والے نے اپنے ہاتھ سے ہی اپنی نیکیوں کو ضائع کر دیا ہے۔ کافر کے اجر کو باقی رکھنا خدا کے لیے محال ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کرے بلکہ اس کی نیکیوں کی تلافی دنیا میں ہی کر دی جاتی ہے جیسے موت کی آسانی، مریض نہ ہونا اور مادی وسائل کے ذریعہ، جیسا کہ گذر چکا ہے۔

نیز ممکن ہے ان نیکیوں کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو جیسا کہ حاتم طائی اور نوشیروان جو سخاوت میں ضرب المثل ہیں، جہنم میں ہوں گے مگر آگ ان کو نہ جلائے گی جیسا کہ قرآن میں ارشاد موجود ہے: وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (سورۂ اعراف آیت ۱۴۷)

"جن لوگوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے تمام اعمال ضائع ہو گئے انھیں بس اعمال کی سزا یا جزا ملے گی جو وہ کرتے ہیں۔"

اسی طرح متعدد آیات سے واضح ہے کہ کفر اور شرک سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح دوسرے گناہ بھی نیک اعمال کو ضائع کر دیتے ہیں اور درجۂ قبولیت تک نہیں پہنچتے۔ جیسے والدین کے نافرمان بیٹے کے لیے حضور نے فرمایا یَاعَاقُّ اعْمَلْ مَاشِئْتَ "اے والدین کے نافرمان تیرا جو جی چاہے کرتا پھر، تیرا کوئی عمل مقبول نہیں ہے۔" اگر کسی شخص کے پیچھے والدہ کی آہیں اور بددعائیں ہوں اور وہ پہاڑوں کے برابر بھی اعمال کرے تو وہ آگ میں جلایا جائے گا۔ اسی طرح تہمت اور حسد، جیسا کہ حدیث میں ہے:

اَلْحَسَدُ يَاْكُلُ الْاِيْمَانَ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔

"حسد ایمان کو اس طرح کھاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھاتی ہے۔" (معاد)

ثقۃ الاسلام علامہ کلینیؒ مُعَنْعَنًا ابو بصیر سے روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: اُصُوْلُ الْكُفْرِ ثَلَاثَةٌ اَلْحِرْصُ وَالْاِسْتِكْبَارُ وَالْحَسَدُ۔ یعنی "کفر کی جڑیں تین ہیں: حرص، تکبر اور حسد۔" یہ جڑیں جوں جوں مضبوطی اختیار کرتی جائیں گی، ایمان رخصت ہوتا جائے گا اور نیک اعمال ضائع ہوتے جائیں گے اور انسان دوزخ کا ایندھن بن جائے گا جیسا کہ شیطان کے تمام اعمال تکبر کی وجہ سے ضائع ہو گئے اور صرف آخرت تک عمر زیادہ ملی۔ مفصل واقعہ قرآن میں موجود ہے۔

تکفیر: کا معنی کفارہ ہے یعنی ان گناہوں کا محو کرنا جو اس سے صادر ہوئے ہیں۔ ایمان کفر کے سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص اوائل عمر میں کافر رہا اور پھر اسلام لے آیا تو اس کے سابقہ گناہ محو ہو جائیں گے اور ان کا حساب نہ ہوگا۔ اسی

طرح مسلمان کے گناہ سچی توبہ سے محو ہو جاتے ہیں؛ ان ہی کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے
اُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ یعنی خلاق عالم ان کے گناہوں کو
نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔

بحار الانوار جلد ۱۵ میں روایت ہے کہ ایک شخص حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی، آقا میرا گناہ بہت بڑا ہے۔ (وہ گناہ یہ
تھا کہ اس نے اپنی بیٹی کو زمانہ جاہلیت میں زندہ درگور کیا تھا) آپ مجھے ایسا عمل
بتائیں کہ پروردگار عالم میرے اس گناہ کو معاف فرمائے۔ آپ نے فرمایا، کیا تیری
والدہ زندہ ہے؟ اُس نے عرض کیا نہیں۔ (معلوم ہوتا ہے کہ والدہ کے ساتھ نیکی
اس گناہ کا بہترین علاج ہے) آپ نے فرمایا کیا خالہ موجود ہے؟ اس نے عرض کیا
ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جا اور اس کے ساتھ نیکی کر۔ (والدہ کے ساتھ تعلق
ہونے کی وجہ سے خالہ سے نیکی کرنا والدہ سے نیکی کرنے کے برابر ہے) بعد میں فرمایا
لَوْ کَانَ اُمُّہٗ اگر اس کی والدہ زندہ ہوتی تو اس گناہ کے اثر کو زائل کرنے کے لیے
اس کے ساتھ نیکی کرنا یقیناً اس سے بہتر تھا۔ (معاد)

حکایت احباط و تکفیر کے متعلق

کتب معتبرہ میں منقول ہے کہ زمانہ سابق میں دو بھائی تھے، ایک مومن خدا
پرست دوسرا کافر بُت پرست اور وہ دونوں ایک مکان میں رہتے تھے۔ بت پرست
بالائی منزل پر اور خدا پرست نچلی منزل پر۔ بت پرست امیر کبیر اور عیش و عشرت کی
زندگی گزار رہا تھا اور خدا پرست فقر و فاقہ اور بے نوائی کی زندگی میں مبتلا تھا۔ کبھی
کبھی اس کا بت پرست بھائی اسے کہتا اگر تو بُت کو سجدہ کرے تو میں تجھے دولت میں
شریک کر لوں گا، تو کیوں اتنی تلخ اور تکلیف دہ زندگی گزار رہا ہے۔ آ، اور اس

بُت کو سجدہ کر تاکہ دونوں اکٹھے عیش کی زندگی گذاریں۔ اس کا مومن بھائی اس کے
جواب میں کہتا کہ اے میرے بھائی! تو کیوں خدا اور روز جزا سے خوفزدہ نہیں ہوتا،
بُت خدا نہیں، آ اور خدا کی عبادت کر اور خدا کے عذاب سے ڈر۔ حتیٰ کہ اسی قیل و قال
میں کافی مدت گذر گئی۔ جب بھی دونوں بھائی ملاقات کرتے ایک دوسرے سے اسی قسم
کی گفتگو کرتے۔ حتیٰ کہ ایک رات خدا پرست اپنے حجرہ میں بیٹھا تھا کہ بُت پرست بھائی
کے حجرہ سے لذیذ کھانے کی خوشبو اس کے مشام میں پہنچی اور اس نے اپنے نفس سے کہا
کہ کب تک خدا کی عبادت کرتا رہے گا اور یا اللہ کہتا رہے گا۔ حالانکہ اس عمر تک تجھے نیا
لباس اور نرم غذا میسر نہیں ہوئی اور خشک روٹی کھاتے کھاتے بوڑھا ہو چکا ہے۔ اور
دانت خشک کھانے کو چبا نہیں سکتے۔ میرا بھائی سچ کہتا ہے، چلو اور اُس کے بُت کی پوجا
کرو تاکہ اس کی مرغن غذا کھا کر لطف اُٹھاؤ۔ اٹھا اور بالائی منزل کی طرف بھائی کے پاس
جانے کے لیے روانہ ہوا تاکہ اُس کے مذہب بت پرستی کو قبول کرے۔

اِدھر اس کے بت پرست بھائی کی یہ حالت ہے کہ غور و فکر میں ہے کہ میں اِس
بت پرستی کو نہیں سمجھ سکا اور نہ ہی کچھ فائدہ ہوا، چلو اور اپنے بھائی کے پاس جا کر خدا
کی عبادت کرو اور وہ بالائی منزل سے اترا اور سیڑھیوں پر دونوں بھائیوں کی ملاقات
ہوئی۔ ایک دوسرے سے واقعہ بیان کیا ادھر عزرائیل کو حکم ہوا کہ دونوں بھائیوں کی
روح قبض کر لو۔ وہ دونوں مر گئے اور جو عبادت اس خدا پرست نے کی تھی وہ تمام اعمال
اس بت پرست کے نامۂ اعمال میں لکھے جو اسلام کے ارادہ سے چلا تھا اور جو بُت پرست
کے گناہ تھے وہ خدا پرست کے نامۂ اعمال میں درج ہو گئے جو کفر کی نیت سے حجرہ سے
نکلا تھا۔ تمام عمر عبادت میں گذاری مگر موت کفر پر اور دوسرے نے تمام عمر کفر پر گذار
دی اور موت اسلام پر۔ یہ احباط و تکفیر کی اعلیٰ اور عمدہ مثال ہے۔

اے برادر! شیطان تیرا سب سے بڑا دشمن ہے، آخر وقت تک حق سے پھسلانے

کی کوشش میں رہتا ہے۔ اپنے خیالات کو مجاہدات کثیرہ اور عبادات کے ذریعہ حق کا عادی بنا تاکہ شیطان کے حربے کارگر نہ ہو سکیں اور تو حق پر قائم و دائم رہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ عَوَاقِبَ اُمُوْرِنَا خَیْرًا وَّ ارْزُقْنَا حُسْنَ الْخَاتِمَةِ بِالْمُصْطَفٰی وَ الْمُرْتَضٰی وَ ابْنَاهُمَا وَ الْفَاطِمَه (خزینۃ الجواہر)

پُرسشِ اعمال

قرآن پاک میں ارشادِ خداوندی ہے وَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ ہم ضرور بالضرور انبیاء اور ان کی اُمتوں سے سوال کریں گے کہ تمھیں لوگوں کی طرف حق کی دعوت دینے کے لیے بھیجا گیا تھا، کیا تم نے میرے احکام ان تک پہنچائے تھے؟ عرض کریں گے پروردگارا! ہم نے تیرے احکام پہنچانے میں ذرا بھر بھی نرمی نہیں کی۔ پوچھا جائے گا تمھارا گواہ کون ہے؟ تمام عرض کریں گے پروردگارا تیری ذات کے علاوہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلعم گواہ ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے

وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا ۰ (سورہ آل عمران آیت ۱۳۷)

"اور اسی طرح تم کو عادل امت بنایا تاکہ اور لوگوں کے مقابلہ میں تم گواہ بنو اور رسول (محمدؐ) تمھارے مقابلہ میں گواہ بنیں۔"

اسی طرح حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے پوچھا جائے گا اِذْ قَالَ یٰعِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ الخ...

"اے عیسٰی ابن مریم کیا تو نے ان کو کہا تھا کہ تم میری اور میری والدہ کی پرستش کرو"؟ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے بدن میں عظمتِ خداوندی کے رعب سے لرزہ طاری ہو گا اور عرض کریں گے پروردگارا! اگر میں نے یہ کہا ہوتا تو تجھے بھی علم ہوتا۔ میں نے تو کہا تھا

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ کہ میں تو خدا کا بندہ ہوں، تمھارے پاس کتاب لے کر اور نبی بن کر آیا ہوں، تم اس کی عبادت کرو جس نے مجھے اور تمھیں پیدا کیا۔

پھر ان کی اُمتوں سے سوال کیا جائے گا کہ کیا تمھارے پیغمبروں نے آج کے دن سے متعلقہ قضایا کی خبر نہیں دی تھی؟ تمام کہیں گے کہ خبر دی تھی۔ دوسرے نعمت پروردگار کے متعلق سوال ہو گا کہ ان سے کیا سلوک کیا تھا؟ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ۰ کیا نعمتوں پر شکر ادا کیا تھا یا کفرانِ نعمت کیا تھا۔ نعمتوں کی پُرسش کے بارے میں مختلف روایات ہیں جن کو اس طرح جمع کیا گیا ہے کہ نعمتوں کے مختلف مراتب ہیں اور اہم ترین نعمت ولایتِ آلِ محمد ہے بلکہ نعیم مطلق ہے

امام علیہ السّلام نے قتادہ سے پوچھا تم عامہ (سنی) ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ سے کیا مراد لیتے ہو؟ اس نے عرض کی روٹی اور پانی وغیرہ کے متعلق پوچھا جائے گا۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ خدا کریم تر ہے کہ وہ اس کے متعلق سوال کرے (اگر تم کسی کو اپنے دستر خوان پر بلا کر روٹی کھلاؤ تو کیا اس کے بعد تم اس کے متعلق پوچھا کرتے ہو) اس نے عرض کیا پھر نعیم سے کیا مراد ہے؟ حضرت نے فرمایا، اس نعمت سے مراد ہم آل محمدؐ کی ولایت ہے۔ پوچھا جائے گا کہ تم نے آلِ محمدؐ کے ساتھ کیا سلوک کیا، کس قدر محبت اور تابع داری کی؟ دشمنوں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اس نعمت سے دشمنی کر کے کفرانِ نعمت کیوں کیا؟ یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ یُنْکِرُوْنَهَا اللہ کی نعمت کو پہچاننے کے بعد اس کا انکار کرتے ہیں۔

خوراک کے متعلق تو اتنا پوچھا جائے گا کہ حلال سے کمایا تھا یا حرام سے۔ اس میں اسراف کیوں کیا تھا؟ حرام پر کیوں خرچ کرتے رہے۔ میں سوال کرتا رہا مگر تم نے نہ دیا۔ اَلْمَالُ مَالِیْ وَالْفُقَرَآءُ عَیَالِیْ۔ فقراء کا سوال میرا سوال تھا۔

شیخ صدوقؒ سے روایت ہے کہ بروز قیامت کسی آدمی کے قدم اپنی جگہ سے

اس وقت تک نہ اُٹھیں گے یہاں تک کہ اس سے چار چیزوں کے متعلق پوچھ نہ لیا جائے
عَنْ عُمْرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِمَّا اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَا اَنْفَقَهٗ وَوِلَايَةِ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

۱۔ تو نے اپنی عمر کو کن چیزوں میں ضائع کیا؟
۲۔ اپنی جوانی کن کاموں میں تباہ کی؟
۳۔ مال کیسے کمایا اور کیسے خرچ کیا؟
۴۔ اور ولایت آل محمد کے متعلق سوال ہوگا؟

عبادات

اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ الصَّلٰوةُ۔

"سب سے پہلے بندے سے جس کا حساب ہوگا وہ نماز ہے۔"

کیا نمازِ واجب وقت پر ادا کرتا رہا ہے۔ کیا اس عمودِ دین اور وصایائے انبیاء کو صحیح ادا کرتا رہا ہے یا ریاکاری کرتا رہا۔ اس کے بعد روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس وجہاد کے متعلق حساب ہوگا اور زکوٰۃ وخمس کے حق دار دامن پکڑ کر مطالبہ کریں گے۔

حقوق النّاس

خلاقِ عالم کا اپنے بندوں کے ساتھ دو قسم کا معاملہ ہوگا۔ (۱) عدل (۲) فضل وکرم
۱۔ جس شخص کے ذمہ کسی انسان کا کوئی حق ہوگا اس کی نیکیاں لے کر صاحبِ حق کو دی جائیں گی مثلاً غیبت، تہمت۔ یعنی غیبت کرنے والے اور تہمت لگانے والے کی نیکیاں اس کو دی جائیں گی جس کی غیبت کی گئی ہے اور اس کے گناہ غیبت کرنے والے کو دیے جائیں گے۔ اس سلسلے میں صریحاً روایات موجود ہیں۔

چنانچہ روضہ کافی میں حضرت علی بن الحسین علیہما السلام سے ایک طولانی حدیث میں بروزِ قیامت خلائق کے حساب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس حدیث کے آخر میں آپؑ نے ایک شخص کے جواب میں ارشاد فرمایا جس نے پوچھا تھا کہ اے فرزندِ رسولؐ! اگر کسی مسلمان کا کسی کافر سے حق کا مطالبہ ہو وہ تو دوزخ میں ہوگا، اس کی تلافی کیسے ہوگی؟ اس کے پاس نیکیاں تو ہیں نہیں؟ آپ نے فرمایا اس حق کی مقدار کے مطابق اس کافر کے عذاب میں اضافہ کر دیا جائے گا، فرمایا ظالم کی نیکیاں بقدرِ ظلم مظلوم کو دی جائیں گی۔ اس شخص نے عرض کیا، اگر اس ظالم مسلمان کے پاس نیکیاں نہ ہوں تو، آپؑ نے فرمایا اس مظلوم کے گناہوں کا بوجھ اس ظالم پر ڈال دیا جائے گا اور یہی عدل کا تقاضا ہے۔

لئالی الاخبار میں پیغمبرِ خدا سے منقول ہے کہ آپ نے صحابہ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس روپیہ پیسہ اور مال ومتاع نہ ہو۔ آپؐ نے فرمایا:

اَلْمُفْلِسُ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ اَتٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَصِيَامٍ وَزَكٰوةٍ وَحَجٍّ وَيَاْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يَقْضِيَ مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ يُطْرَحُ فِي النَّارِ۔

"میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے ساتھ آئے لیکن اس نے کسی کو گالیاں دی ہوں گی، کسی کا مال کھایا ہوگا کسی کو قتل کیا ہوگا، کسی کو پیٹا ہوگا۔ لہٰذا ان مظلوموں میں سے ہر ایک کو اس کی نیکیاں دی جائیں گی اور وہ نیکیاں اسی کی ہوں گی۔ اگر ان سے پہلے نیکیاں ختم ہوگئیں تو اُن کے گناہ اس ظالم پر ڈال دیے جائیں گے اور اسے آگ میں ڈال

دیا جائے گا۔" (معاد)

علامہ جزائری اپنی کتاب میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ایک درہم اپنے خصم کو واپس کر دے تو یہ ہزار برس کی عبادت، ہزار غلام آزاد کرنے اور ہزار حج عمرہ بجالانے سے بہتر ہے۔

ایک اور جگہ معصومینؑ سے نقل فرماتے ہیں:

مَنْ اَرْضَى الْخُصَمَاءَ مِنْ نَفْسِهٖ وَجَبَ لَهُ الْجَنَّةُ بِغَيْرِ الْحِسَابِ وَيَكُوْنُ فِي الْجَنَّةِ رَفِيْقَ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اِبْرٰهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

یعنی "جو شخص اپنے طلب گاروں کو راضی کرے اس کے لیے بغیر حساب کے جنت واجب ہو جاتی ہے اور جنت میں اسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی رفاقت حاصل ہوگی۔"

۲۔ معاملہ بفضل خداوندی

ایسے وقت میں جب کہ کسی شخص کے ذمہ حقوق الناس ہوں اور وہ ان کی وجہ سے روک لیا گیا ہو تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا فضل اگر شامل حال ہوا تو نجات حاصل ہو جائے گی۔ اس وقت بعض لوگ اپنے اپنے پسینہ میں غوطے کھا رہے ہوں گے۔ خلاق عالم اپنے فضل و کرم سے بہشتی محلات کو نمایاں کرے گا اور اس شخص کو جو مطالبہ رکھتا ہے، ندا دی جائے گی، اے میرے بندے سے مطالبہ کرنے والے! اگر چاہتا ہے تو اس محل میں داخل ہو جا اور میرے اس بندے کو اپنا حق معاف کر کے رہا کر دے۔ خوش قسمت ہے وہ بندہ جس کے شامل حال پروردگار عالم کا فضل و کرم ہو جائے۔ اگر خدا اس کے معاملہ کی اصلاح نہ کرے تو معاملہ سخت ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام اس کے خوف سے گریہ کرتے اور دعا فرماتے تھے۔

يَا اِلٰهِىْ عَامِلْنَا بِفَضْلِكَ وَلَا تُعَامِلْنَا بِعَدْلِكَ يَا كَرِيْمُ ۝

"الٰہی ہمارے ساتھ اپنے فضل کے ذریعہ معاملہ کر نہ کہ عدل کے ساتھ اے کریم۔"

دعائے ابوحمزہ ثمالی کے الفاظ زیادہ موزوں ہیں۔ نیز نماز ردِّ مظالم بہترین عمل ہے۔ چار رکعت کی نیت کرے اور پہلی رکعت میں الحمد کے بعد پچیس مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ دوسری میں پچاس مرتبہ تیسری میں پچھتر مرتبہ چوتھی میں سو مرتبہ اور سلام پھیر کر دعا کرے۔

حکایت

شیخ شہید علیہ الرحمہ کے مکاتیب سے یہ کہانی منقول ہے کہ احمد بن ابی الحواری نے کہا میری خواہش تھی کہ میں ابو سلمان درانی (عبد الرحمٰن بن عطیہ مشہور و معروف زاہد جس نے ۲۳۵ھ میں دمشق کے قریہ داریہ میں وفات پائی اور وہیں اس کی قبر مشہور ہے) اور احمد بن ابی الحواری (اس کے اصحاب میں سے ہے) کو خواب میں دیکھوں۔ حتیٰ کہ ایک سال کے بعد میں نے انھیں خواب میں دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا "اے استاد گرامی! اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ابو سلمان نے کہا اے احمد! ایک دفعہ باب صغیر سے آتے ہوئے ایک اونٹ پر گھاس لدی ہوئی دیکھی پس میں نے اس میں سے ایک شاخ پکڑی، مجھے یاد نہیں کہ میں نے اس سے خلال کیا یا اسے دانتوں میں ڈالے بغیر دور پھینک دیا۔ اب ایک سال گزرنے والا ہے کہ میں ابھی تک اسی شاخ کے حساب میں مبتلا ہوں۔

یہ حکایت بعید از قیاس نہیں بلکہ یہ آیہ کریمہ اس کی تصدیق کرتی ہے:

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ (سورہ لقمٰن آیت ۱۶)

"اے بیٹے یہ درست ہے کہ رائی کے برابر بھی نیکی یا بدی اگر آسمان و زمین یا کسی پتھر میں بھی ہوئی تو اسے حساب کے وقت پیش کیا جائے گا اور اس کے متعلق

سوال کیا جائے گا۔"

اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

اَلَیْسَتِ النُّفُوْسُ عَنْ مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مَسْئُوْلَةً

"کیا بروزِ قیامت نفسوں سے رائی کے برابر نیکی یا بدی کا حساب نہیں کیا جائے گا؟"

اور حضرت علیؑ نے محمد بن ابی بکرؓ کو ایک کاغذ پر تحریر کر کے بھیجا تھا:

وَاعْلَمُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ سَائِلُكُمْ عَنِ الصَّغِيْرِ مِنْ عَمَلِكُمْ وَالْكَبِيْرِ۔

"اے اللہ کے بندو تمھیں علم ہونا چاہیے کہ بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ تم سے چھوٹے بڑے ہر عمل کے بارے میں پوچھے گا۔"

اور ابن عباس کو ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

اَمَا تَخَافُ نَقَاشَ الْحِسَابِ۔ "کیا تو حساب کے مناقشہ سے نہیں ڈرتا۔"

اصل میں مناقشہ بدن میں کانٹا چبھنے کو کہتے ہیں۔ جس طرح کانٹا نکالنے کے لیے باریک بینی کاوش کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسی طرح بروز قیامت حساب میں بھی باریک بینی اور کاوش کا سامنا ہوگا۔ بعض محققین نے کہا ہے کہ بروز قیامت میزان کے خوف سے کوئی شخص بھی محفوظ نہ ہوگا۔ البتہ وہ شخص جس نے دنیا میں اپنے اعمال و اقوال اور خطرات و لحظات کا حساب میزانِ شرع کے ساتھ کر لیا ہوگا محفوظ ہوگا۔ اسی طرح ایک حدیث مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا "اے لوگو! قیامت کے دن حساب ہونے سے پہلے اپنے اعمال کا حساب کر لو اور قیامت کے دن اعمال کا وزن ہونے سے قبل اپنے اعمال کا وزن کر لو۔"

حکایت

توبہ بن صمہ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ وہ شب و روز اکثر اپنے نفس کا محاسبہ کیا

کرتا تھا۔ ایک دن اس نے اپنی گذشتہ زندگی کے دنوں کا حساب لگایا تو اس نے اندازہ کیا کہ اب تک اس کی ساٹھ سال عمر گزر چکی ہے۔ پھر اس نے سالوں کے دن بنائے تو وہ اکیس ہزار چھ سو دن بنے۔ اس نے افسوس کرتے ہوئے کہا، کیا میں اکیس ہزار چھ سو گناہوں کے ساتھ اپنے پروردگار کے حضور میں پیش ہوں گا۔ یہ الفاظ کہتے ہی وہ بے ہوش ہو گیا اور اسی بے ہوشی میں مر گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ رسول اکرمؐ بے گھاس زمین پر تشریف فرما تھے کہ وہاں پر اصحاب کو ایندھن جمع کرنے کا حکم دیا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم ایسی زمین پر اترے ہوئے ہیں جہاں ایندھن ملنا دشوار ہے۔ آپ نے فرمایا جس کسی سے جتنا ممکن ہو اکٹھا کرے۔ پس انھوں نے ایندھن لا کر حضورؐ کے سامنے رکھ دیا اور ایک ڈھیر لگ گیا۔ حضورؐ نے ایندھن کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اسی طرح بروز قیامت لوگوں کے گناہ بھی جمع ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس لیے حکم دیا ہے کہ صحابہ کو علم ہو جائے کہ جس طرح بے گھاس میدان میں ایندھن نظر نہیں آتا لیکن تلاش کرنے کے بعد ڈھیر لگ گیا۔ اسی طرح تمھارے گناہ تمھیں نظر نہیں آتے لیکن جس دن گناہوں کی جستجو اور تلاش ہوگی اور حساب ہوگا تو بے شمار گناہ جمع ہو جائیں گے۔

چنانچہ توبہ بن صمہ نے اپنی تمام عمر میں ہر روز ایک گناہ فرض کیا۔ اسی وجہ سے اس کے اکیس ہزار چھ سو گناہ بن گئے۔

فصل نہم

حوض کوثر

ان امور مسلمہ میں سے جن کی تصریح قرآن مجید اور روایاتِ عامہ اور خاصہ میں موجود ہے، حوضِ کوثر بھی ہے اور یہ وہ خیرِ کثیر ہے جو خلاّق عالم نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کی۔ متعدد کتب جیسے بصائر الدرجات، معالم الزلفیٰ اور بحار الانوار جلد ۳ میں مروی ہے کہ عبداللہ بن سنان نے حضرت ابی جعفر الصادق علیہ السلام سے حوض کوثر کے متعلق پوچھا تو حضرت نے فرمایا اس کا طول بصرہ سے صنعاء یمن تک کے اندازہ کے برابر ہے۔ عبداللہ نے تعجب کیا۔ حضرت نے فرمایا کیا تو اس کو دیکھنا چاہتا ہے۔ اس نے عرض ہاں، یا بن رسول اللہ! حضرت اس کو مدینہ سے باہر لائے اور اپنے پاؤں کو زمین پر مارا۔ عبداللہ کہتا ہے حکمِ امام سے میری آنکھیں روشن ہوگئیں اور پردہ دور ہوگیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک نہر بہہ رہی ہے اور جہاں میں اور امام علیہ السلام کھڑے ہیں وہ ایک جزیرہ ہے۔ اس نہر میں ایک طرف برف سے زیادہ سفید پانی اور دوسری طرف دودھ جاری ہے اور درمیان میں سرخ یاقوت کی طرح شراباً طہوراً بہہ رہا ہے۔ اس سے زیادہ خوشنما چیز کبھی نہ دیکھی تھی اور نہ ہی دودھ اور پانی کے درمیان اس طرح شراب دیکھا تھا۔ میں نے عرض کی میری جان آپ پر قربان ہو، یہ نہر کہاں سے نکل رہی ہے۔ آپ نے فرمایا جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے کہ بہشت میں دودھ، پانی اور شراب کا چشمہ ہے، یہ نہر اس میں سے جاری ہے، اس نہر کے دونوں کناروں پہ درخت ہیں اور درختوں کے درمیان

حورِ جنت اپنے بالوں کو لٹکائے ہوئے ہے کہ اس سے زیادہ خوبصورت بال کبھی نہ دیکھے تھے اور ہر ایک کے ہاتھ میں اس قدر خوب صورت برتن ہیں کہ ایسا برتن دنیا میں نہیں دیکھا۔ حضرت ایک کے نزدیک گئے اور پانی مانگا۔ اس حور نے برتن کو اس نہر سے پُر کرکے آنحضرتؑ کو دیا اور آداب کیا۔ امام علیہ السلام نے مجھے دیا، میں نے کبھی اتنی لطافت اور لذت نہ چکھی تھی اور اس قدر مشک کی خوشبو کبھی نہ سونگھی تھی۔ میں نے عرض کی میری جان آپ پر قربان ہو، جو کچھ میں نے آج دیکھا ہے ان چیزوں کا مجھے گمان بھی نہ تھا حضرت نے فرمایا یہ اس سے کمتر ہے جو ہمارے شیعوں کے لیے مہیا کی گئی ہے۔ جس وقت وہ مرتا ہے اس کی روح ان ہی باغات اور نہروں میں پھرتی اور نہاتی ہے اور میووں سے لطف اٹھاتی ہے۔ (معاد)

رسولِ خداؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا، حوض کوثر عرشِ اعظم کے نیچے جاری ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ میٹھا گھی سے زیادہ نرم ہے۔ اس کے کنکر زبرجد، یاقوت اور مرجان ہیں۔ اس کی گھاس زعفران اور مٹی مشک اذفر ہے۔ اس کے بعد آنحضرت نے اپنا ہاتھ امیر المومنین علیہ السلام کے پہلو پر رکھا اور فرمایا اے علیؑ یہ نہر میرے اور تمھارے لیے ہے اور تمھارے محبوں کے لیے ہے۔ (احسن الفوائد)

حُسینیوں کے لیے ایک خصوصیت یہ بھی ہے۔ حضرت صادق آل محمد علیہم السلام فرماتے ہیں وَاِنَّ الْکَوْثَرَ لَاَشَدُّ فَرَحًا لِبَاکِ الْحُسَیْنِ۔ غمِ حسینؑ میں رونے والا حوض کوثر پر خوش و خرم وارد ہوگا اور حوض کوثر اس کو دیکھ کر خوش ہوگا۔ (معاد)

ظہورِ عظمت آلِ محمد علیہم السلام

خلاق عالم جس طرح دوسری نعمتوں کا اظہار بروز قیامت فرمائے گا۔ اسی طرح عظمت و شان اور جلالت محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کا بھی اظہار فرمائے گا۔

لواء الحمد: عبداللہ بن سلام نے رسولِ خدا کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لواء الحمد کی کیفیت کیا ہے، آگاہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اس کا طول ہزار برس کی راہ کے برابر ہوگا، اس کا ستون سرخ یاقوت اور اس کا قبضہ سفید موتیوں کا، اس کا پھریرا سبز زمرد کا ہوگا۔ ایک پھریرا مشرق کی طرف دوسرا مغرب کی طرف اور تیسرا وسط میں اور ان کے اوپر تین سطریں تحریر ہوں گی:

۱۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ

۲۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ

۳۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ ہ

ہر ایک سطر ہزار سال کے راہ کے برابر لمبی ہوگی۔ اُس نے پوچھا اس کو کون اٹھائے گا۔ آپ نے فرمایا اس کو وہی اٹھائے گا جو دنیا میں میرا علم اٹھاتا رہا ہوگا یعنی علی ابن ابی علیہ السلام جس کا نام اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے لکھا۔ اُس نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ یہ بھی فرمائیں کہ اس کے سائے میں کون لوگ ہوں گے۔ فرمایا مومنین، دوستانِ خدا، خدا کے شیعہ، میرے شیعہ اور محب اور علیؑ کے شیعہ اور محب اس کے سایہ میں ہوں گے۔ پس ان کا حال اور انجام بہت اچھا ہے۔ اور عذاب ہے اس شخص کے لیے جو علیؑ کے بارے میں مجھے یا علیؑ کو میرے بارے میں جھٹلائے یا اس مرتبہ میں جھگڑا کرے جس میں خداوند عالم نے اس کو قائم کیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام ساقیٔ کوثر ہوں گے

وَاَنْتَ صَاحِبُ حَوْضِیْ ایک حدیث کے حصہ میں فرمایا اے علیؑ تو ہی ساقیٔ کوثر ہے۔ خصالِ شیخ صدوقؒ میں جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ میں حوضِ کوثر پر رسولِ خدا کے ساتھ ہوں گا اور میری عترت بھی وہاں میرے ساتھ ہوگی۔

جو شخص ہماری ملاقات کا خواہش مند ہے اسے چاہیے کہ ہمارے قول و فعل پر عمل کرے کیونکہ ہر گھر سے کچھ نجیب و شریف ہوتے ہیں۔ ہمارے لیے اور ہمارے محبوں کے لیے شفاعت ثابت ہے۔ پس حوضِ کوثر پر ہم سے ملاقات کرنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ ہم وہاں سے اپنے دشمنوں کو ہٹائیں گے اور ہم اپنے محبوں کو سیراب کریں گے۔ جو شخص اس کا ایک گھونٹ پی لے گا وہ ہرگز پیاسا نہ ہوگا۔

بخاری وغیرہ میں ہے کہ جب بعض اصحاب کو کوثر سے دور ہٹایا جائے تو رسولِ خدا صلعم فرمائیں گے یَا رَبِّ اَصْحَابِیْ اَصْحَابِیْ "یا اللہ یہ تو میرے اصحاب ہیں"۔ فَیُقَالُ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ "تمھیں علم نہیں کہ انھوں نے تمھارے بعد کیا کیا، احداث و بدعات پھیلائے"۔ اسی طرح مسلم مع شرح نووی ج ۲ ص ۲۴۹ بخاری ج ۲ ص ۹۷۵ پر موجود ہے۔ (احسن الفوائد)

مقامِ محمود

تفسیر فرات بن ابراہیم کوفی میں حضرت صادق آل محمد علیہم السلام کے اسناد سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خلاق عالم نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ہ اسے وہ ضرور پورا کرے گا اور بروزِ قیامت تمام لوگوں کو جمع کرے گا اور میرے لیے ایک منبر نصب کیا جائے گا جس کے ہزار درجے ہوں گے اور ہر درجہ زبرجد، زمرد، یاقوت اور طلا کا ہوگا۔ میں اس کے آخری درجہ پر چڑھ جاؤں گا اس وقت جبرئیلؑ آکر لواء الحمد میرے ہاتھ میں دے گا اور کہے گا یا محمدؐ! یہ وہ مقامِ محمود ہے جس کا پروردگارِ عالم نے تجھ سے وعدہ کیا تھا۔ اس وقت میں جناب علی علیہ السلام سے کہوں گا یا علیؑ تم اوپر چڑھو۔ چنانچہ وہ منبر پر چڑھیں گے اور مجھ سے ایک

درجہ نیچے بلافصل بیٹھیں گے۔ تب میں لواء الحمد ان کے ہاتھ میں دے دوں گا۔

علی علیہ السّلام دوزخ اور بہشت کے بانٹنے والے ہیں

پھر میرے پاس رضوانِ جنت بہشت کی کنجیاں لے کر آئے گا اور میرے حوالہ کر دے گا۔ بعدازاں جہنم کا خازن جہنم کی کنجیاں میرے حوالہ کر دے گا۔ میں یہ کنجیاں حضرت علیؑ کے حوالہ کر دوں گا۔ (یَا عَلِیُّ اَنْتَ قَسِیْمُ النَّارِ وَالْجَنَّۃِ "اے علیؑ تو جنت اور جہنم کا تقسیم کرنے والا ہے۔") اس وقت جنت اور جہنم میری اور علیؑ کی اس سے زیادہ فرماں بردار ہو گی جتنی کوئی فرمانبردار دلہن اپنے شوہر کی اطاعت کرتی ہے اور اس آیت اَلْقِیَا فِیْ جَہَنَّمَ کُلَّ کَفَّارٍ عَنِیْدٍ ہ کا یہی مطلب ہے۔ یعنی "اے محمدؐ و علیؑ تم دونوں ہر کافر و سرکش کو جہنم میں جھونک دو۔"

شفاعت

تفسیر قمی میں جناب سماعہ سے روایت ہے کہ کسی نے حضرت صادق آلِ محمد علیہم السّلام کی خدمت میں عرض کیا کہ قیامت کے دن جناب پیغمبرِ اسلام کی شفاعت کس طرح ہو گی؟ آپ نے فرمایا جب لوگ پسینہ کی کثرت سے مضطرب و پریشان ہو جائیں گے اس نفسی نفسی کے عالم میں لوگ تنگ آکر جناب آدم علیہ السّلام کی خدمت میں بغرض شفاعت حاضر ہوں گے، وہ اپنے ترکِ اولیٰ کا عذر پیش کریں گے اور معذرت چاہیں گے پھر ان کی ہدایت کے مطابق جناب نوح علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ بھی معذرت خواہی کریں گے۔ اسی طرح ہر سابق نبی ان کو اپنے بعد والے نبی کی خدمت میں بھیجے گا حتیٰ کہ جناب عیسیٰؑ کی خدمت میں پہنچیں گے، وہ ان کو سرکار ختمی المرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیں گے۔

چنانچہ لوگ ان کی خدمت میں اپنی مشکلات دور کرنے کی درخواست پیش کریں گے۔ آنجناب ان کے ہمراہ باب الرحمٰن تک تشریف لائیں گے اور وہاں سجدہ ریز ہو جائیں گے، اس وقت ارشاد ربّ العزت ہو گا:

اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَاسْئَلْ تُعْطٰی

"اے حبیب سر اٹھاؤ اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت مقبول ہے اور جو کچھ مانگنا ہو مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا۔"

(ائمہ کی شفاعت کے متعلق حساب کی فصل میں تفصیل گزر چکی ہے۔)

خصال شیخ صدوقؒ میں جناب رسولِ خداؐ سے منقول ہے کہ تین گروہ بارگاہِ الٰہی میں شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت قبول ہو گی، انبیاء، علماء اور شہداء۔ (احسن الفوائد)

بحارالانوار جلد سوم میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیعانِ علیؑ کو حقیر نہ سمجھو ان میں سے ایک ایک شخص قبیلہ ربیعہ و مضر کی تعداد کے مطابق گنہگاروں کی شفاعت کرے گا۔

شفاعت کن لوگوں کی ہو گی

بحارالانوار میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ فَاَمَّا الْمُحْسِنُوْنَ فَمَا عَلَیْھِمْ مِنْ سَبِیْلٍ۔

"شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لیے ہے جو گناہانِ کبیرہ کے مرتکب ہوں گے اور جو نیکوکار ہیں وہ اس سے بے نیاز ہیں۔"

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَرْبَعَۃٌ اَنَا لَھُمْ شَفِیْعٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَلْمُکْرِمُ لِذُرِّیَّتِیْ

وَالْقَاضِیْ لَهُمْ حَوَائِجَهُمْ وَالسَّاعِیْ فِیْ اُمُوْرِهِمْ وَالْمُحِبُّ لَهُمْ بِقَلْبِهٖ وَلِسَانِهٖ۔

"میں بروز قیامت چار شخصوں کی ضرور شفاعت کروں گا۔ ایک وہ شخص جو میری ذریت کی عزت و توقیر کرے دوسرا وہ شخص جو میری ذریت کی حاجات پوری کرے۔ تیسرا وہ جو اُن کی مطلب براری کرنے میں کوشش کرے چوتھا وہ جو دل و زبان سے ان کے ساتھ محبت کرے۔" (صواعق)

ایک اور جگہ صادق آل محمد علیہم السّلام نے فرمایا:

لَا تَنَالُ شَفَاعَتُنَا مَنِ اسْتَخَفَّ بِصَلٰوتِهٖ

"جو شخص نماز کو حقیر سمجھے اس کو ہماری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔"

جناب باقر العلوم فرماتے ہیں اِنَّمَا شِیْعَتُنَا مَنْ تَابَعَنَا وَلَمْ یُخَالِفْنَا "ہمارا شیعہ وہ ہے جو ہماری تابعداری کرے اور ہماری مخالفت نہ کرے۔" اگر واجبات کی بجا آوری اور محرمات کی پرواہ نہ کی تو وہ شیعانِ علیؑ کی فہرست سے خارج ہو جائے گا اور وہ شفاعت کا بھی حق دار نہیں رہے گا۔ (احسن الفوائد)

بس مختصر یہ کہ اہل ایمان کو ہمیشہ خوف و امید کے درمیان رہنا چاہیے جو مومنین کی صفت ہے۔ ارشاد قدرت ہے وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ "وہ خدا کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔" (معاد)

اعراف

۱۔ اخبارِ اہلِ بیت علیہم السّلام کی بنا پر اعراف صراط پر وہ بلند مقام ہے جس پر محمدؐ و آل محمد علیہم السلام تشریف فرما ہوں گے۔ ہر شیعہ اور محب اہل بیتؑ کی پیشانی سے نور ساطع ہوگا گویا وہ پل صراط پر سے گزرنے کے لیے ولایتِ علیؑ کا ٹکٹ ہے۔

صواعق میں ہے لَا یَجُوْزُ اَحَدُ الصِّرَاطَ اِلَّا مَنْ کَتَبَ لَهٗ عَلِیٌّ الْجَوَازَ کوئی شخص اس وقت تک پل صراط سے نہیں گزر سکتا جب تک اس کے پاس علی علیہ السّلام کا ٹکٹ نہ ہوگا۔

قرآن مجید میں ہے وَعَلَی الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یعنی اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے یہاں رِجال سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السّلام ہیں یَعْرِفُوْنَ کُلًّا تمام صراط پر گزرنے والے کو پہچانتے ہوں گے بِسِیْمَاهُمْ اُن کے چہرہ کی نشانیوں سے۔

۲۔ اعراف کی دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ یہ ایک دیوار ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد قدرت ہے:

یَوْمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰی نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ بُشْرٰىکُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۚ یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَیْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِیْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ؕ (سورہ حدید آیات ۱۲-۱۳)

"جس دن تم مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کے ایمان کا نور ان کے آگے آگے اور داہنی طرف چل رہا ہوگا تو ان سے کہا جائے گا تم کو بشارت ہو کہ آج تمھارے لیے وہ باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور تم ان میں ہمیشہ رہو گے، یہی تو بڑی کامیابی ہے۔ اس دن منافق مرد اور عورتیں ایمان داروں سے کہیں گے ایک نظر ہماری طرف بھی کرو کہ ہم بھی تمھارے نور سے

کچھ روشنی حاصل کریں، ان سے کہا جائے گا کہ تم پیچھے دنیا میں لوٹ جاؤ اور وہیں کسی اور نور کی تلاش کرو۔ پھر ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا اور اُس کے اندر کی جانب رحمت اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔"

اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ وہ نور عقائد اور ولایتِ آل محمدؐ کا نور ہوگا اور یہ نور ہر ایک کی معرفت اور عقائد کے درجے کے مطابق ہوگا اور وہ دائیں طرف ہوگا اور بعض کا نور اتنا روشن ہوگا کہ وہ بمشکل اپنے قدموں کی جگہ دیکھ سکے گا۔ بعض کا نور حدِ نظر سے بھی زیادہ ہوگا۔ بعض کا اتنا کمزور کہ کبھی ختم ہو جائے گا اور کبھی روشن۔ وہ حیران و پریشان آوازیں دیں گے رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا "پروردگار ہمارا نور کامل فرما" تاکہ ہم منزل تک پہنچ سکیں۔ اس جگہ کسی دوسرے کا نور کام نہیں دے گا۔ منافقین اور گناہ گار خواہش کریں گے کہ وہ ان کے انوار سے فائدہ اٹھائیں مگر کوئی فائدہ نہ ہوگا اور ان کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی اور یہی اعراف ہے۔

يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (سورہ حدید آیت ۱۴)

"منافقین مومنین سے پکار کر کہیں گے (کیوں بھائی) کیا ہم کبھی تمہارے ساتھ نہ تھے، مومنین کہیں گے تھے تو ضرور مگر تم نے خود اپنے آپ کو بلا میں ڈالا اور ہمارے حق میں گردشوں کے منتظر رہے اور دین میں شک کیا اور تمھیں تمہاری تمناؤں نے دھوکے میں رکھا یہاں تک کہ خدا کا حکم آپہنچا اور شیطان نے خدا کے بارے میں تمھیں فریب دیا۔ اب کوئی چارہ نہیں، تمہاری جگہ آگ ہے۔"

۳۔ اعراف جنت اور جہنم کے درمیان وہ جگہ ہے جہاں مستضعفین، سیدھے سادے لوگ، کم عقل اور سادہ لوح عورتیں، دیوانے اور نابالغ بچے، نیز وہ لوگ جو دو نبیوں کے درمیان کے زمانہ میں ہوں جس کو زمانۂ فترت کہا گیا ہے یا وہ لوگ جن کو ظہورِ حجت کا علم نہیں ہوا۔ یہ تمام اس جگہ ہوں گے کہ وہاں بہشتیوں کی طرح نعمتیں اور خوشی نہیں ہے لیکن عذاب میں مبتلا بھی نہیں۔ شیخ سعدی نے خوب نقشہ کھینچا ہے:

حورانِ بہشتی را دوزخ بود اعراف
از دوزخیاں پرس کہ اعراف بہشت است

"حورانِ بہشت کے نزدیک اعراف دوزخ ہے لیکن اگر دوزخیوں سے پوچھا جائے تو وہ کہیں گے اعراف جنت ہے۔"

فصل دهم

پُل صراط

یہ بھی آخرت کی اُن ہولناک منازل میں سے ایک ہے جن پر اجمالاً اعتقاد رکھنا ہر مسلمان کے لیے فرض اور ضروریات دین میں سے ہے۔

صراط لُغت میں بمعنی راستہ ہے اور اصطلاح شرع میں وہ راستہ مراد ہے جو جہنم کے اوپر سے گذرتا ہے۔

ایک روایت میں معصومؑ سے منقول ہے کہ پل صراط بال سے زیادہ باریک تلوار سے زیادہ تیز اور آگ سے زیادہ گرم ہے۔ خالص مومن اس پر سے بجلی کی طرح تیز گذر جائیں گے۔ بعض لوگ بڑی مشکل کے ساتھ گذریں گے بالآخر نجات پائیں گے اور بعض لوگ پھسل کر جہنم میں گر پڑیں گے۔ یہ پل صراط دنیا کے صراطِ مستقیم کا نمونہ ہے جو حضرت امیر المومنینؑ اور ائمۂ طاہرینؑ کی اطاعت اور پیروی ہے۔ جو شخص دنیا میں صراطِ مستقیم (اہل بیتِ رسولؐ) سے گفتار و کردار کے ذریعہ عدول کرتے ہوئے باطل کی طرف مائل تھا وہ بروز قیامت بطور سزا پل صراط سے پھسل کر جہنم میں گر پڑے گا سورۂ حمد میں صراطِ مستقیم سے دونوں کی طرف اشارہ ہے۔ (اہل بیتؑ کا راستہ اور پل صراط) علامہ مجلسیؒ اپنی کتاب حق الیقین میں شیخ صدوقؒ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ روزِ قیامت کے متعلق عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ ہر عقبہ اپنے نام علاحدہ ایک فرض اور واجب رکھتا ہے جو اللہ کے اوامر و نواہی میں سے

ہیں۔ پس جو شخص قیامت کے روز اس عقبہ میں پہنچے گا جو اس واجب کے نام سے موسوم ہے۔ اگر اس شخص سے اس واجب میں تقصیر واقع ہوئی ہوگی تو اس کو عقبہ میں ہزار سال نظر بند رکھا جائے گا۔ پھر وہ اس واجب کو حقِ خدا سے طلب کرے گا۔ اگر وہ شخص اپنے سابقہ نیک اعمال کی بدولت یا خدا کی رحمت اور بخشش کے سہارے سے نجات اور چھٹکارا پالے گا تو پھر دوسرے عقبہ میں پہنچے گا۔

اسی طرح یکے بعد دیگرے عقبات عبور کرتا رہے گا اور ہر عقبہ سے اس متعلقہ واجب کے متعلق سوال ہوگا۔ پس اگر تمام سے سلامتی کے ساتھ پورا اترے گا تو وہ آخرکار دَارُالْبَقَاء میں پہنچ جائے گا اور اس جگہ اسے ایک ایسی زندگی نصیب ہوگی جس میں اسے کبھی موت نہ آئے گی اور اس میں بغیر محنت اور تکلیف کے آرام و سکون پائے گا اور اللہ تعالیٰ کے جوارِ رحمت میں انبیاء، صدیقین، حجج اللہ اور بندگانِ خدا میں صالحین کے ساتھ رہے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی عقبہ میں اس کے متعلقہ واجب میں کوتاہی کے باعث بند کر دیا گیا تو اس کو سابقہ نیکیاں اگر اپنے حق کے ذریعہ نجات نہ دلا سکیں تو وہ اللہ کی رحمت سے بھی محروم رہے گا اور اس کے پاؤں پھسلیں گے اور جہنم میں گر پڑے گا۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ جب یہ آیت نازل کی گئی وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ یعنی اس روز جہنم کو لایا جائے گا" اس آیت کے معنی رسولِ اکرمؐ سے دریافت کیے گئے تو آپ نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے بتایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اوّل سے لے کر آخر تک ہر چیز کو قیامت کے دن اکٹھا کرے گا تو ایک لاکھ فرشتے بڑی تکلیف اور مصیبت کے ساتھ ہزار ڈوریوں کے ساتھ جہنم کو لائیں گے اور جہنم کے اندر بڑا جوش و خروش، توڑنے پھوڑنے کی سخت آواز ہوگی۔ پس اس وقت اس سے ایک ایسی ہولناک آواز نکلے گی کہ جس آواز کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کا حساب لینے کے لیے

روک رکھا ہے اور تمام ہلاک ہو جائیں گے۔ ہر انسان، فرشتہ اور پیغمبر فریاد کر رہے ہوں گے رَبِّ نَفْسِیْ نَفْسِیْ یعنی اے اللہ مجھے اپنی پناہ دے۔ اور ہر پیغمبر اپنی امت کے بارے میں دعا کرے گا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ پس وہ پیغمبر اپنی امت کو لے کر اُس پُل پر سے گذارے گا جو اس پر رکھا جائے گا۔ کسی کو اس پر سے گذرنے کے سوا چارہ نہ ہوگا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۚ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا (سورہ مریم آیات ۷۱، ۷۲)

"تم میں سے ایسا کوئی بھی نہیں جو جہنم پر سے ہو کر نہ گذرے (کیونکہ پل صراط اسی پر ہے) یہ تمہارے پروردگار پر حتمی اور لازمی (وعدہ) ہے۔ پھر ہم پرہیزگاروں کو بچائیں گے اور گناہ گاروں کو گھٹنوں کے بل اس میں چھوڑیں گے۔"

پھر فرمایا اس راستہ پر سات عقبات ہیں، ہر عقبہ کے لیے ایک موقف ہے اور ہر موقف ستر ہزار فرسخ کا ہے اور ہر عقبہ پر ستر ہزار فرشتے مامور ہیں۔ تمام لوگ ان ساتوں عقبات سے گذریں گے۔

عقبۂ اول

صلہ رحمی، امانت اور ولایت ہے

جس شخص نے دنیا میں والدین سے رحمت قطع کی ہوگی وہ دنیا میں کم عمر ہوگا اس کے مال میں برکت نہ ہوگی اور آخرت میں اسے پل صراط پر پہلے موقف پر روک لیا جائے گا اور قطع رحمی حائل ہوگی۔ قرآن میں اس کی تنبیہ وارد ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ (سورہ نساء آیت ۱)

"اور اس خدا سے ڈرو جس کے وسیلہ سے آپس میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قطع رحم سے بھی (ڈرو)"

پس اگر تمہارا کوئی رشتہ دار بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو، اگر محتاج ہے تو اس کی دست گیری کرو، اس کی حاجت روائی کرو اور مخصوص ایام میں جیسے عید وغیرہ اس سے ملاقات کرو۔

دوسرا موقف امانت ہے البتہ امانت مال کے ساتھ ہی مختص نہیں بلکہ اگر کسی نے یہ کہا کہ یہ بات تیرے پاس امانت ہے کسی سے نہ کہنا۔ اگر اس نے کسی شخص کو بتادی تو اس نے خیانت کی۔ (اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ) اگر کسی کو رسوا کیا تو اس کے ساتھ خیانت کی۔ یا اگر کسی نے تمہارے گھر مال گروی رکھا اور وعدہ پر تم نے واپس نہ کیا تو یہ بھی خیانت ہے اور یہی اجارہ کا حال ہے کہ اگر مدتِ اجارہ ختم ہونے کے بعد اس کو واپس نہ کیا تو خیانت ہے۔

ثقۃ الاسلام حسین بن سعید اہوازی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابوذرؓ کو خوش خبری دی کہ تیرے بیٹے بہت سے گوسفند لائے ہیں اور تیرے مال میں اب اضافہ ہو گیا ہے تو ابوذرؓ نے کہا ان کی زیادتی میرے لیے خوشی کا باعث نہیں ہے اور نہ ہی میں اسے اچھا سمجھتا ہوں کیونکہ میں تو بقدرِ کفایت اور کم چیز کو پسند کرتا ہوں تاکہ زیادہ کی فکر حفاظت مجھے مشغول نہ رکھے اور غافل ہو جاؤں کیونکہ میں نے پیغمبرِ خدا سے سُن رکھا ہے کہ قیامت کے دن پل صراط کے دونوں طرف رحم اور امانت ہوگی۔ جب صلہ رحمی کرنے والا اور امانتوں کا ادا کرنے والا شخص پل صراط سے گزرے گا تو اسے ان کی طرف نہ گزارا جائے گا تاکہ وہ آتش میں نہ گر پڑے۔

دوسری روایت میں ہے کہ اگر خیانت کرنے والا اور قطع رحمی کرنے والا گزرے گا تو ان دونوں خصلتوں کی موجودگی میں کوئی دوسرا عمل صالح اُسے فائدہ نہ دے گا اور پل صراط سے جہنم میں گر پڑے گا۔

ولایت: اسی عقبہ میں تیسرا موقف ولایت ہے۔ اس کے متعلق سُنّی شیعہ کی کتابو

میں بے شمار روایات موجود ہیں کہ ولایت سے مراد ولایت علی علیہ السلام ہے تفسیر ثعلبی وغیرہ میں ہے آیت وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ ان کو ٹھہراؤ ابھی ان سے کچھ پوچھنا ہے مَسْئُوْلُوْنَ عَنْ وِلَایَةِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ۔ کہتے ہیں کہ ان کو اس وقت تک روکا جائے گا جب تک کہ اس سے ولایتِ علی علیہ السلام کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے کہ دنیا میں دل و زبان سے عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰهِ کا اقرار و اعتقاد رکھتے تھے یا نہیں۔

علامہ حموینی اور طبری جو کہ دونوں اہل سنت کے اجل علماء میں سے ہیں، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اے علیؑ جو شخص تیری ولایت کا منکر ہوگا وہ صراط سے رد کیا جائے گا۔ اور صواعق محرقہ میں ہے کہ جس کے پاس ولایت علیؑ کا پاسپورٹ ہوگا وہ گذر جائے گا۔ اس بارے میں روایات بے شمار ہیں جن کو اختصار کی وجہ سے ذکر نہیں کیا جا رہا ہے۔

عقبۂ دوم

نماز

اس عقبہ میں نماز واجب یومیہ و نماز آیات و قضا کے لیے ٹھہرایا جائے گا۔ جس کے متعلق پہلے حساب کے باب میں ذکر گذر چکا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی آخری وصیت یہ تھی:

لَا تَنَالُ شَفَاعَتُنَا مَنِ اسْتَخَفَّ الصَّلٰوۃَ

"جس نے نماز کو سبک سمجھا اس کو ہماری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔"

قرآن مجید میں ارشاد قدرت ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ (سورہ ماعون آیات ۴تا۶)

"ان نمازیوں کی تباہی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں اور جو دکھاوا کرتے ہیں۔"

تارکِ نماز پیاسا مرتا ہے، پیاسہ قبر سے اٹھتا ہے۔ تمام لوگوں کو چاہیے کہ وہ خود عمل کریں اور دوسروں کو تاکید کریں۔ اپنے بچوں کو بلوغ سے قبل عادی بنائیں کیونکہ اس عمل کا پھل بچے کے والدین کو بھی ملے گا۔ جو بچہ والدین کی کوشش سے اعمال بجا لاتا ہے، بلوغ سے قبل کے اعمال کا ثواب والدین کو ملتا ہے۔ بلوغت کے بعد ان کے اپنے نامۂ اعمال میں درج ہوتا ہے۔ ایک پیغمبر اپنے اصحاب کے ساتھ ایک قبر کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا جلدی گزر جاؤ کیونکہ صاحبِ قبر پر عذاب ہو رہا ہے۔ ایک سال کے بعد جب دوبارہ گزر ہوا تو وہاں عذاب ختم ہو چکا تھا۔ عرض کی پروردگارا! کیا ہوا، اب یہ میت معذب نہیں ہے۔ ندا آئی، اس شخص کا ایک نابالغ بچہ تھا اس کو مکتب میں بھیجا گیا اور استاد نے اس کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھائی۔ جس وقت اس کے بیٹے نے مجھے رحمٰن و رحیم کی صفات سے یاد کیا تو میں نے اس کے والدین سے عذاب ختم کر دیا کیونکہ وہ بچے کی خلقت کے لیے واسطہ تھے۔ مجھے حیا آئی کہ وہ مجھے رحمٰن و رحیم کی صفات سے یاد کرے اور میں اس کے والدین پر عذاب کروں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔ (سورہ تحریم آیت ۶)

"اے ایمان والو! اپنے نفسوں کو اور اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔"

پھر اس کے بعد اپنے قریبی رشتہ داروں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ ڈراؤ۔

عقبہ سوم

زکوٰۃ

اگر کسی شخص نے ایک درہم کے برابر خمس یا زکوٰۃ مستحقین کو ادا نہ کی ہوگی تو اس کو اس عقبہ میں روک لیں گے اور مانع الزکوٰۃ کے بارے میں روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اس کی گردن میں اقرع اژدہا لپٹا ہوا ہوگا (اقرع اس اژدہا کو کہتے ہیں جس کے بال زہر کی زیادتی کی وجہ سے گر گئے ہوں) دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص زراعت کی زکوٰۃ نہ دیتا ہوگا، اس کی گردن میں اس زمین کے ساتوں طبقات کا طوق ہوگا۔ اور اسی طرح ولیّ العصر عجل اللہ فرجہ کا جب ظہور ہوگا تو زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو قتل کر دیں گے۔ اور جو سونا چاندی مسکوک کا ذخیرہ ہوگا تو بروز قیامت ان درہم و دینار کو آگ میں سرخ کر کے اس کی پیشانی اور پہلو کو داغا جائے گا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ٥ (سورہ توبہ آیت ۳۵) "جس دن وہ (سونا چاندی) جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائے گا) یہ وہ ہے جسے تم نے (دنیا میں) جمع کر کے رکھا تھا تو اپنے جمع کیے کا مزہ چکھو"

زکوٰۃِ مال اور زکوٰۃِ بدن (فطرہ) میں کوئی فرق نہیں ہے۔

خمس کے بارے میں احکام بہت سخت ہیں اور بے شمار روایات موجود ہیں۔ صرف ایک روایت جو کافی وغیرہ میں حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہے،

پر اکتفا کرتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا، اس روز سخت ترین وقت وہ ہوگا جب کہ مستحقینِ خمس اس شخص کے دامن کو پکڑ کر اپنے حق کا مطالبہ کریں گے اور اس موقف میں اسے روک لیں گے، جب تک کہ وہ شخص مطالبہ کو پورا نہ کر دے گا۔ ایسے شخص کے لیے کس قدر تکلیف دہ وہ حالات ہوں گے جب کہ شفاعت کرنے والے بھی اس سے خمس کا مطالبہ کریں گے اور اس کے خلاف ہوں گے۔

عقبۂ چہارم

روزہ

چوتھے عقبہ میں روزہ حائل ہوگا۔ اگر اس فریضہ کو ادا کرتا رہا تو آسانی سے گذر جائے گا ورنہ روک لیا جائے گا اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ "روزہ آگ کے لیے ڈھال ہے" حضورؐ نے فرمایا روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسرے عِنْدَ لِقَاءِ اللهِ "خدا سے ملاقات کے وقت" اور وہ صراط پر سے آسانی کے ساتھ گذر جائے گا اور بارگاہِ احدیت میں پہنچ جائے گا۔

عقبہ پنجم

حج

اگر کسی شخص کے لیے اس کی عمر میں حج واجب ہو جائے اور تمام شرائط بھی پوری ہو جائیں اور حج ادا نہ کرے تو اسے اس موقف میں روک دیا جائے گا بلکہ حدیث میں ہے کہ موت کے وقت اس سے کہا جاتا ہے: مُتْ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا

تو یہودی مر یا نصرانی" تیرا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ قرآن مجید میں تارکِ حج کو کافر کہا گیا ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ○ (سورہ آل عمران آیت ۹۷)

"اور لوگوں پر واجب ہے کہ محض خدا کے لیے خانۂ کعبہ کا حج کریں جنھیں وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہے (قدرت ہو) اور جس نے باوجود قدرت حج سے انکار کیا تو یاد رکھو خدا سارے جہاں سے بے پرواہ ہے۔"

عقبہ ششم

طہارت

حضرت ابن عباس کی روایت کے مطابق طہارت تین ہے۔ اس سے مراد وضوء، غسل اور تیمم ہے اور بعض اس سے مراد مطلق طہارت لیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص طہارت کا لحاظ نہیں رکھتا، خاص طور پر مرد اور عورتیں جو جنابت کا غسل مکمل شرائط کے ساتھ وقت پر انجام نہیں دیتے، ان کو اس موقف پر روکا جائے گا۔ عورتوں کو چاہیے کہ باقی اغسال کو بھی اپنے وقت پر انجام دیں اور غفلت سے کام نہ لیں جیسا کہ جہلاء میں رواج ہو چکا ہے۔ بلکہ نجاسات سے پرہیز نہ کرنے والے کو قبر میں بھی فشار ہوتا ہے جیسا کہ اس باب میں روایت نقل کی گئی ہے۔

عقبہ ہفتم: مظالم

اس کو کبھی عقبہ عدل کے ساتھ اور کبھی حقوق الناس کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور قرآن مجید میں اسی عقبہ کے متعلق کہا گیا ہے اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ (سورہ فجر) "بے شک تیرا رب تیری گھات میں ہے۔" اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ لوگ پل صراط پر سے اس طرح گذریں گے کہ بعض ہاتھوں سے پکڑ رہے ہوں گے، بعض کا ایک پاؤں پھسل رہا ہوگا اور وہ دوسرے پاؤں کا سہارا لیتے ہوں گے اور ان لوگوں کے ارد گرد فرشتے کھڑے ہوں گے۔ خداوند تو بڑا حلیم اور بردبار ہے، اپنے فضل وکرم سے انھیں معاف فرما اور سلامتی کے ساتھ گزار دے۔ اس وقت لوگ چمگادڑوں کی طرح جہنم میں گر رہے ہوں گے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ذریعہ نجات پا گیا وہ پل صراط پر سے پار ہو جائے گا اور کہے گا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمات کو میرے اعمالِ صالحہ کے ذریعہ پورا کیا اور ان نیکیوں میں اضافہ فرمایا۔ میں شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے مجھے نجات دی جب کہ میں مایوس ہو چکا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ پروردگارِ عالم اپنے بندوں کے گناہ معاف کرنے والا ہے اور نیک اعمال کو سراہنے والا ہے۔

اگر کسی نے کسی شخص کو بے جا تکلیف دی ہوگی تو وہ پانچ سو سال تک اس موقف میں بند رہے گا اور اس کی ہڈیاں گل جائیں گی۔

جس نے کسی کا مال کھایا ہوگا چالیس سال تک اسی جگہ قید رہے گا پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ بعض روایات میں ہے کہ ایک درہم کے مقابلہ میں ظالم کی سات ہزار رکعت مقبول نمازیں مظلوم کو دی جائیں گی۔ مزید تفصیلات فصلِ حساب میں گزر چکی ہیں۔

حکایت

علامہ بہاء الدین سید علی بن سید عبدالکریم نیلی نجفی جن کی تعریف جس قدر ہو

کم ہے اور جو فخر المحققین شیخ شہید کے شاگرد ہیں، اپنی کتاب انوار المضیئہ کے
فضائل امیر المومنین میں یہ حکایت اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے آبائی گاؤں
نیلہ میں ایک آدمی رہتا تھا جو وہاں کی مسجد کا متولی تھا۔ ایک دن وہ گھر سے باہر نہ نکلا
جب اسے باہر بلایا گیا تو اس نے عذر خواہی کی۔ جب اُس کے عذر کی تحقیق کی گئی تو معلوم
ہوا کہ اس کا بدن آگ سے جل گیا ہے سوائے رانوں کے جو زانوؤں تک محفوظ ہیں اور
وہ درد والم کی وجہ سے بے قرار ہے۔ اس سے جلنے کا سبب پوچھا گیا تو اس نے کہا،
میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور لوگ سخت تکلیف میں ہیں کیونکہ زیادہ
لوگ جہنم کی طرف اور بہت تھوڑے جنت کی طرف جا رہے ہیں اور میں ان لوگوں میں سے
تھا جنھیں جنت کی طرف بھیجا گیا۔ جوں ہی میں بہشت کی طرف جانے لگا تو میں ایک طویل
عریض پل پر پہنچا جسے لوگ پل صراط کہتے تھے، پس میں اس پر سے گذرنے لگا جتنا عبور
کرتا گیا اس کا عرض کم اور لمبائی زیادہ ہوتی گئی حتیٰ کہ میں ایسی جگہ پر پہنچ گیا جہاں سے
وہ تلوار سے زیادہ تیز تھی اور اس کے نیچے ایک عظیم وادی ہے جس میں سیاہ آگ ہے
اور آگ سے چنگاریاں پہاڑوں کی طرح نکل رہی تھیں اور بعض لوگ بچ نکلتے تھے اور
بعض لوگ آگ میں گر جاتے تھے۔ اور میں ایک سے دوسری طرف اس شخص کی طرح
مائل ہوتا جس کی خواہش یہ ہو کہ جلدی سے اپنے آپ کو پل صراط کے آخر تک پہنچائے
بالآخر میں پل کی اس جگہ پر پہنچا جہاں میں اپنی حفاظت نہ کر سکا اور اچانک آگ میں
گر پڑا یہاں تک کہ آگ کی انتہائی گہرائی میں پہنچ گیا۔ وہاں آگ کی ایک ایسی وادی
تھی کہ میرا ہاتھ نیچے نہیں لگتا تھا اور آگ مجھے نیچے سے نیچے لے جا رہی تھی۔ میں نے
استغاثہ نہ کیا اور میری عقل مجھ سے ختم ہو رہی تھی اور ستر سال کی راہ کے برابر نیچے
چلا گیا۔ پس مجھے الہام ہوا اور میں نے یَا عَلِی بن ابی طالب اَغِثْنِی یَا مَوْلَایَ
یا امیر المومنین کہا تو وادی کے کنارے ایک شخص کو کھڑا دیکھا۔ میرے دل میں

خیال پیدا ہوا کہ یہی علی بن ابی طالب ہیں۔ میں نے کہا اے میرے آقا امیر المومنینؑ!
تو آپ نے فرمایا، اپنا ہاتھ ادھر لا۔ پس میں نے اپنا ہاتھ حضرت علی علیہ السلام کی طرف
کیا۔ آپ نے مجھے کھینچ کر باہر وادی کے کنارے پر نکال لیا۔ پھر آپ نے اپنے مبارک
ہاتھوں سے ان دونوں رانوں سے آگ کو علاحدہ کیا اور میں خوف سے بیدار ہو گیا اور
اپنے آپ کو ایسا پایا جیسا اب تم بھی دیکھ رہے ہو اور میرا بدن سوائے اس جگہ کے جہاں
امام علیہ السلام نے ہاتھ پھیرا تھا، آتش زدہ ہے۔ پس اس نے تین ماہ تک مرہم پٹی
کی تب کہیں جا کر جلی ہوئی جگہ اچھی ہوئی۔ بعد ازاں جس سے بھی اس حکایت کو نقل کرتا
وہ بخار میں مبتلا ہو جاتا اور بہت کم محفوظ رہتے۔

پل صراط سے گذرنے میں آسانی پیدا کرنے والے چند اعمال

اوّل:۔ صلہ رحمی اور امانت کے علاوہ جو کچھ گذرا، سید ابن طاؤس کتاب اقبال
میں روایت کرتے ہیں کہ جو شخص ماہِ رجب کی پہلی رات مغرب کی نماز کے بعد
حمد اور توحید کے ساتھ بیس رکعت نماز بہ دو سلام پڑھے تو وہ شخص اور اس
کے اہل وعیال عذاب قبر سے محفوظ رہیں گے اور وہ بغیر حساب کے بجلی کی
طرح پل صراط پر سے گذر جائے گا۔

دوم:۔ مروی ہے کہ جو شخص ماہِ رجب میں چھ روزے رکھے وہ روزِ قیامت امن
میں ہوگا اور بغیر حساب پل صراط سے گزرے گا۔

سوم:۔ مروی ہے کہ جو شخص ۲۹ شعبان کی شب کو دس رکعت نماز با دو سلام اس
طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں ایک دفعہ سورۂ حمد اور دس دفعہ اَلْهٰكُمُ
التَّكَاثُرُ دس مرتبہ معوذتین اور دس مرتبہ سورۂ توحید پڑھے تو حق تعالیٰ
اسے مجتہدین کا ثواب عطا کرے گا اور اس کی نیکیاں وزنی ہوں گی اور حساب

کو اس کے لیے آسان فرمائے گا اور وہ پل صراط پر سے بجلی کی چمک کی طرح گذر جائے گا۔

چہارم: فصلِ سابق میں گزر چکا ہے کہ جو شخص حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت دور دراز سے کرے گا تو امام علیہ السلام تین جگہوں پر اس کے پاس تشریف لائیں گے اور روزِ قیامت کی ہولناکیوں سے اُسے نجات دلائیں گے جن میں سے ایک پل صراط بھی ہے۔

فصل یازدھم

دوزخ

دوزخ وہ وادی ہے جس کی تہہ کا پتہ نہیں اور اس میں غضب الٰہی کی آگ بھڑک رہی ہے جسے اُخروی قیدخانہ کہا جا سکتا ہے۔ اس میں انواع واقسام کے سخت عذاب اور بلائیں ہیں جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ حقیقتاً یہ جنت کی ضد ہے کیونکہ اس میں انواع واقسام کی نعمتیں، لذتیں اور آرام و سکون ہے لیکن جہنم میں بے آرامی اور سختی موجود ہے، راحت و سکون کا نام تک نہیں۔

ہم اس جگہ قرآن کی روشنی میں اصولِ عذاب کا تذکرہ کرتے ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے۔

جہنمیوں کا طعام و شراب

سورہ واقعہ میں خلاقِ عالم کا ارشاد ہے:

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۙ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۙ (آیات ۵۱-۵۲)

"پھر تم کو اے گمراہو، قیامت کی تکذیب کرنے والو یقیناً تمھیں جہنم میں تھوہر کے درختوں میں سے خوراک کھانا ہوگی۔"

یہ وہ درخت ہے جو جہنم کی تہہ سے اُگتا ہے۔ اس کے پھل ایسے تلخ اور بدنما ہیں

گویا سانپ کے پھن جن کو ہاتھ لگانے سے دل خوف زدہ ہو۔ یہ جہنمیوں کا کھانا ہے۔

فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ فَشَارِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝ (واقعہ ۵۳-۵۴)

"پس وہ اسی سے کھا کھا کر پیٹ بھریں گے، پھر اس کے اوپر کھولتا ہوا پانی پینا ہوگا۔"

ایک روایت میں ہے کہ خلاق عالم دوزخیوں پر پیاس کو مسلط کرے گا اور کافی دیر کے بعد ان کو گرم پانی جو پیپ میں ملا ہوا ہوگا پینے کو دیا جائے گا اور پیاس کی وجہ سے زیادہ پی جائیں گے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَسُقُوْا مَاۤءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَاۤءَهُمْ (سورہ محمد آیت ۱۵)

"وہ پانی اس قدر گرم ہوگا کہ ان کی انتڑیاں اور کھالیں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی اور گل کر گر پڑیں گی۔"

مروی ہے کہ اگر اس پانی میں سے ایک قطرہ پہاڑ پر ڈالا جائے تو اس کی خاک تک نظر نہ آئے۔ فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝ وہ اس گرم پانی کو اس طرح پئیں گے جیسے مدت کا پیاسا اونٹ بڑے بڑے گھونٹ بھرتا ہے (ڈگڈ گاکے) ہیم اہیم کی جمع ہے وہ اونٹ جو درد ہیام میں مبتلا ہو۔ یہ مرض استسقاء کے مشابہ ہے جو اونٹوں کو ہوتی اور اس کی وجہ سے وہ جس قدر بھی پانی پیتا ہے سیراب نہیں ہوتا حتیٰ کہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہی حال جہنمیوں کا ہوگا۔

هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ یہ زقوم اور حمیم قیامت کے دن ان کے لیے پیش کش ہوگی۔ یعنی ابتدائی اور عذاب کا مقدمہ ہوگا۔ لیکن جو کچھ ان کے لیے جہنم میں تیار کیا گیا ہے وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہے جو شرح و بیان کے قابل نہیں ہے۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ۝ (سورہ دخان آیات ۴۳ تا ۴۶)

"تھوہر کا درخت ضرور گنہگاروں کو ضرور کھانا ہوگا (یعنی کفار اور مشرکین کو کھانے کے لیے دیا جائے گا) وہ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں اُبال کھائے گا جیسا کہ کھولتا ہوا پانی اُبال کھاتا ہے۔"

اور اس سے انتڑیاں اور اوجھڑیاں گل جائیں گی۔ اسی پانی کو ان کے سروں پر گرایا جائے گا جس کی وجہ سے ان کا تمام جسم گل جائے گا يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ ایسی حالت میں ان سے عذاب کم نہیں کیا جائے گا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ (البقرہ)

"نہ تو ان سے عذاب کم کیا جائے گا اور نہ ہی ان کو مہلت دی جائے گی۔"

اور سورہ نساء میں ارشادِ قدرت ہے:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ۔

"جب اُن کی کھالیں گل جائیں گی تو ہم اُن کے لیے نئی کھالیں بدل کر پیدا کر دیں گے تاکہ وہ اچھی طرح عذاب کا مزہ چکھیں۔"

سورہ مزمل میں ارشاد قدرت ہے: (۱۲-۱۳)

اِنَّ لَدَيْنَاۤ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۝ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ۝

"بے شک ہمارے پاس بیڑیاں بھی ہیں اور جلانے والی آگ بھی اور گلے میں پھنسنے والا کھانا (جو نیچے نہ اترے گا) اور دردناک عذاب بھی ہے۔"

جہنم کے کھانوں میں سے ایک غسلین ہے جیسا کہ قرآن میں ہے وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۝ مجمع البحرین میں ہے دوزخیوں کے پیٹوں سے جو کھانا باہر نکلے گا وہی کھانا ان کو دوبارہ دیا جائے گا۔ سورۂ غاشیہ میں ارشاد قدرت ہے:

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝

لَّا يُسۡمِنُ وَلَا يُغۡنِيۡ مِنۡ جُوۡعٍ ۝ (آیات ۵ تا ۷)

" انھیں ایک کھولتے ہوئے چشمہ سے پانی دیا جائے گا ان کو خاردار جھاڑی جو حنظل سے زیادہ کڑوی اور مردار سے زیادہ بدبو دار ہوگی، کھانے کو دی جائے گی جو نہ موٹا کرے گی اور نہ بھوک ختم کرے گی۔"

سورۂ ابراہیم میں ہے کہ وَيُسۡقٰى مِنۡ مَّآءٍ صَدِيۡدٍ "ان کو صدید پلایا جائے گا" یہ وہ خون اور گندگی ہے جو زناکار عورتوں کی شرمگاہ سے خارج ہوگی، جہنمیوں کو پینے کے لیے دی جائے گی۔

سورہ نبا میں ہے اِلَّا حَمِيۡمًا وَّغَسَّاقًا ۝ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ غساق وہ چشمہ ہے جو دوزخ میں ہے جس میں زہریلے جانوروں کی زہر گھل رہی ہے اس میں سے پینے کے لیے دیا جائے گا۔ رَبِّ اغۡفِرۡ وَارۡحَمۡ

جہنمیوں کا لباس

سورۂ حج میں خلاقِ عالم کا ارشاد ہے:

قُطِّعَتۡ لَهُمۡ ثِيَابٌ مِّنۡ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنۡ فَوۡقِ رُءُوۡسِهِمُ الۡحَمِيۡمُ ۝ يُصۡهَرُ بِهٖ مَا فِيۡ بُطُوۡنِهِمۡ وَالۡجُلُوۡدُ ۝ (حج/۱۹-۲۰)

"ان کے لیے آگ کے کپڑے قطع کیے جائیں گے جو انھیں پہنائے جائیں گے اور ان کے سروں پر کھولتا ہوا بدبودار پانی ڈالا جائے گا جو ان کے بطون اور کھالوں کو گلا دے گا۔"

سورۂ ابراہیم میں ارشادِ قدرت ہے:

سَرَابِيۡلُهُمۡ مِّنۡ قَطِرَانٍ وَّتَغۡشٰى وُجُوۡهَهُمُ النَّارُ ۝ (آیت)

"ان کے لباس قطران کے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ سے ڈھانکا جائے گا"

قطران سیاہ اور بدبودار چیز ہے۔ بعض اس سے مراد تارکول لیتے ہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کو دنیا کی کسی چیز سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔

مروی ہے کہ اگر جہنمیوں کے لباس میں سے ایک زمین اور آسمان کے درمیان لٹکا دیا جائے تو تمام اہل زمین اس کی بدبو اور گرمی کی وجہ سے جھلس کر مر جائیں۔

جہنمیوں کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں

قرآن مجید میں ہے يُعۡرَفُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ بِسِيۡمٰهُمۡ فَيُؤۡخَذُ بِالنَّوَاصِيۡ وَالۡاَقۡدَامِ ۝ (رحمٰن/۴۱) "گنہگار نشانیوں سے پہچانے جائیں گے (ان کی آنکھیں کبودی اور چہرے سیاہ ہوں گے) پس ان کو پیشانی کے بالوں سے پکڑا جائے گا اور بعض پاؤں سے گرفتار کیے جائیں گے۔" یعنی بعض لوگوں کو پیشانی کے بالوں سے گرفتار کر کے دوزخ میں ڈالا جائے گا اور بعض لوگوں کو پاؤں سے آگ کے ذریعہ کھینچا جائے گا۔

آگ جہنمیوں کو دیکھ کر جوش میں آجائے گی اور وہ ان کو پکڑنے کے لیے آگے بڑھے گی۔

اِنَّهَا تَرۡمِيۡ بِشَرَرٍ كَالۡقَصۡرِ ۝ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفۡرٌ ۝ (مرسلات/۳۲-۳۳)

"اتنے بڑے بڑے انگارے برستے ہوں گے جیسے بڑے بڑے محل گویا زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔"

ارشادِ قدرت ہے فِيۡ سِلۡسِلَةٍ ذَرۡعُهَا سَبۡعُوۡنَ ذِرَاعًا فَاسۡلُكُوۡهُ ۝ (حاقہ/۳۲)

"پھر ایک زنجیر میں جس کا طول ستر گز کا ہوگا، جکڑے جائیں گے۔"

ایک اور جگہ سورۂ مومن میں ارشادِ قدرت ہے:

اِذِ الۡاَغۡلٰلُ فِيۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ وَالسَّلٰسِلُ ؕ يُسۡحَبُوۡنَ ۝ (مومن/۷۱)

"ان کو بھاری بھاری طوق اور وزنی زنجیروں میں جکڑ کر جہنم میں بھڑکتی ہوئی آگ کے اندر ڈالا جائے گا۔"

تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ ۝

"وہ لوگ جنھوں نے خدا کے بارے میں دروغ گوئی کی (جھوٹ بولا) ان کے چہرے سیاہ ہوں گے، آگ ان کے چہروں کو جلا کر بدشکل بنا دے گی جیساکہ گوسفند کی بھونی ہوئی بری دانت ظاہر ہوں گے اور ہونٹ لٹک رہے ہوں گے۔"

جہنمیوں کا بستر

قرآن مجید میں ارشادِ قدرت ہے:

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ (سورہ اعراف آیت ۴۱)

"ان کے لیے جہنم کی آگ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر سے آگ ہی کا اوڑھنا ہوگا اور ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔"

آگ ان کا تخت ہوگی جس پر وہ بیٹھیں گے اور آگ ہی کو پئیں گے۔

مؤکلینِ جہنم

سورہ تحریم میں خلاق عالم کا ارشاد ہے:

عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ (آیت)

"جہنم پر ترش رو اور تند مزاج فرشتے مقرر ہیں جو جہنمیوں پر ذرا برابر رحم نہیں کرتے اور خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔"

وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ

"خازنِ جہنم کے پاس لوہے کے گرز ہیں جو جہنمیوں کے سروں پر برساتے ہیں۔"

جنتی دوزخیوں کو آواز دے کر کہتے ہیں کہ پروردگار عالم نے جو کچھ ہمارے ساتھ وعدہ کیا تھا اس کو پورا کر دیا ہے اور ہم نے اپنے اعمال کا ثواب حاصل کر لیا ہے۔ کیا تم نے بھی وہ چیزیں مکمل دیکھ لی ہیں جن تکالیف کا وعدہ پروردگار عالم نے گنہگاروں کے ساتھ کیا تھا۔ اس وقت دوزخی آواز دیں گے، ہاں۔ ہم نے اس وعدے کو حق پایا۔ پروردگارِ عالم کی طرف سے ایک ندا دینے والا ندا دے گا کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔

اور سورہ المطففین میں ہے فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۝ آج مومن کافروں کی ہنسی اڑائیں گے جیساکہ یہ لوگ دنیا میں مومنین کا تمسخر اڑایا کرتے تھے۔

دوزخیوں کو شیطان کی مصاحبت حاصل ہوگی جیساکہ جنتی ایک دوسرے کے ساتھ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے مل کر لطف اٹھاتے ہیں۔ دوزخی ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں۔

پروردگار عالم نے قرآن پاک میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ۝ (سورہ زخرف آیات ۳۶ تا ۳۸)

"جو شخص پروردگار عالم کی یاد سے غافل اور اندھا ہے ہم اس کے لیے شیطان کو اس پر مسلط کریں گے جو اس کا ساتھی ہوگا جو انھیں راہِ حق سے بھٹکاتے تھے اور وہ گمان کرتے تھے کہ وہ ان کو ہدایت کر رہے ہیں۔ جب ہم اس شیطان کو جہنم میں اس کے ساتھ لائیں گے جو کہ اس کی سزا کی جگہ ہے تو اس وقت وہ شخص کہے گا، کاش تیرے اور میرے درمیان مشرق و مغرب کے برابر دوری ہوتی، تو میرا کتنا برا ساتھی ہے کہ تیرے قرب کی وجہ سے میرا

عذاب اور سخت ہوگیا اور مجھے زیادہ تکلیف ہو رہی ہے۔"

مروی ہے کہ دونوں ایک ہی زنجیر میں جکڑ کر دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

سورہ بقرہ میں خلاق عالم کا ارشاد ہے:

وَاِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا (بقرہ آیات ۱۶۶-۱۶۷)

"(کتنا سخت وہ وقت ہوگا) جب پیشوا لوگ اپنے پیروؤں سے پیچھا چھڑائیں گے اور (بچشم خود) عذاب کو دیکھیں گے اور ان کے باہمی تعلقات ٹوٹ جائیں گے اور پیرو کہنے لگیں گے کہ اگر ہمیں پھر دنیا میں پلٹنا ملے تو ہم بھی ان سے اسی طرح تبرا (الگ ہوجایا) کریں جس طرح عین وقت پر یہ لوگ ہم سے تبرا کرنے لگے ہیں۔"

دوزخیوں کی ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی کے بارے میں سورہ عنکبوت کے اندر ارشاد قدرت ہے:

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا (آیت ۲۵)

"پھر قیامت کے روز تم میں سے ہر کوئی ایک دوسرے سے بیزاری کرے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا۔"

سورہ زخرف میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝ (آیت ۶۷)

"دوست اس دن باہم ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے"

مروی ہے کہ ہر وہ دوستی جو تقرب خدا کی بنا پر نہ ہوگی تو وہ آخرت میں دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی۔ جب گنہگار عذاب سے تنگ آجائیں گے اور ناامید ہو جائیں گے

تو وہ خازن جہنم سے کہیں گے جیسا کہ سورہ زخرف میں ہے:

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۝ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝ (آیات ۷۷-۸۰)

"اے مالک (داروغۂ جہنم کوئی ترکیب کرو) کہ تمہارا پروردگار ہمیں موت ہی دے دے وہ جواب دے گا کہ تم کو اسی حال میں رہنا ہے۔ ہم تو تمہارے پاس حق لے کر آئے ہیں مگر تم میں سے بہتیرے حق بات سے چڑتے ہیں۔"

جہنم کے دروازے

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ۭ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ۝ کتب معتبرہ انوار نعمانیہ اور بحار الانوار وغیرہ میں روایت ہے کہ جس وقت جبرئیل امین اس آیۂ مبارکہ کو لے کر نازل ہوا تو جناب سرور کائنات نے فرمایا اے بھائی جبرئیل! میرے لیے جہنم کے اوصاف بیان کر۔ جبرئیل نے عرض کی یا رسول اللہ! جہنم کے سات دروازے ہیں۔ ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک ستر سال کی راہ کا فاصلہ ہے اور ہر دروازے کی گرمی سے ستر گنا زیادہ اس کے اندر گرمی ہے۔

۱۔ ہاویہ: منافقین اور کفار نیز فراعنہ کے لیے ہے۔

۲۔ جہنم و جحیم: یہ مشرکین کی جگہ ہے۔

۳۔ سقر: یہ صابیوں کا ٹھکانہ ہے۔

۴۔ لظیٰ: یہ ابلیس اور اس کے پیروکاروں اور مجوسیوں کی جگہ ہے۔

۵۔ حطمہ: یہ یہودیوں کی جگہ ہے۔

۶۔ سعیر: یہ نصاریٰ کی جگہ ہے۔

۷۔ جس وقت جبرئیل ساتویں پر پہنچا تو خاموش ہو گیا حضرت رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیان کرو کہ ساتواں کن کے لیے ہے۔ عرض کی یہ آپ کی امت کے متکبروں کے لیے ہے جو بغیر توبہ کے مرجائیں گے۔

حضرتؐ نے سر اوپر بلند فرمایا اور غش طاری ہوگیا۔ جب ہوش میں آئے، فرمایا، اے جبرئیل میری مصیبت کو دوبالا کر دیا۔ کیا میری امت بھی جہنّم میں داخل ہوگی؟ اور رونے لگے۔ جبرئیل بھی آپ کے ساتھ رونے لگا۔ حضور نے چند روز کسی کے ساتھ کلام نہ کی اور جب نماز شروع فرماتے تو رونا شروع کر دیتے۔ آپؐ کے اصحاب بھی رونے لگتے اور آپ سے رونے کی وجہ دریافت کرتے لیکن کسی کو رونے کا سبب نہ معلوم ہو سکا۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام ان دنوں غائب تھے۔ اصحاب باوفا جناب سیدہؑ کے دروازے پر جمع ہوئے۔ معصومہؑ چکی پیس رہی تھیں اور اس آیت کی تلاوت فرما رہی تھیں وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ (اور آخرت (کی زندگی) بہترین اور باقی رہنے والی ہے) پس انھوں نے جناب سیدہؑ کے والد بزرگوار رسولِ خداؐ کے رونے کی کیفیت آپ سے بیان کی۔ جس وقت جناب سیدہؑ نے قصہ سُنا، چادرِ تطہیر اوڑھی جس میں بارہ جگہوں پر کھجور کے پتوں سے ٹانکے لگے ہوئے تھے۔ آپ نے رسولِ خدا اور اصحاب کی حالت دیکھ کر رونا شروع کیا۔ سلمان جو ان اصحاب میں موجود تھے، جناب سیدہ کی اس پرانی اور پھٹی ہوئی چادر کو دیکھ کر متعجب ہوئے اور کہا:

وَا عَجَبًا بَنَاتُ كِسْرٰى وَقَيْصَرَ تَجْلِسُ عَلَى الْكَرَاسِى الْمُذَهَّبِ وَبِنْتُ رَسُوْلِ اللهِ لَيْسَ لَهَا اِزَارٌ وَلَا ثِيَابٌ۔

"ہائے افسوس! قیصر و کسرٰی کی بیٹیاں تو سنہری کرسیوں پر بیٹھتی ہیں لیکن رسولؐ اللہ کی بیٹی کے پاس کپڑے نہیں ہیں۔"

جب جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اپنے بابا کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں، سلام عرض کیا اور عرض کی بابا، سلمان نے میری چادر دیکھ کر تعجب کیا ہے۔ مجھے

اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، پانچ سال سے ہمارے گھر میں صرف ایک بچھونا ہے دن کو اس پر اونٹ کو چارہ ڈالتے ہیں اور رات کو ہم اس کو اپنا بچھونا بناتے ہیں اور ہمارے بچوں کے لیے کھجوروں کے پتوں سے بھرا ہوا کھال کا گدا ہے۔ پس حضرت نے سلمان کی طرف رُخ فرمایا اور ارشاد فرمایا اِنَّهَا لَفِي الْخَيْلِ السَّوَابِقِ۔ جناب سیدہؑ نے حضورؐ کو دیکھا کہ شدّت گریہ کی وجہ سے آپ کے چہرے کا رنگ زرد ہو چکا تھا اور آپ کے رخساروں کا گوشت گل چکا تھا اور بروایت کاشفی سجدہ میں رونے کی وجہ سے زمین آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی۔ صدیقہ طاہرہؑ نے عرض کی میری جان آپ پر قربان ہو، یہ گریہ کس وجہ سے ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا، اے فاطمہؑ! گریہ کیوں نہ کروں۔ جبرئیل جہنم کے اوصاف کے متعلق آیت لے کر آیا ہے اور اس نے بتایا کہ جہنّم کا ایک دروازہ جس میں ستر ہزار آگ کے شگاف ہیں اور ہر شگاف میں ستر ہزار آگ کے تابوت ہیں اور ہر تابوت میں ستّر ہزار قسم کا عذاب ہے۔ جوں ہی جناب سیدہؑ نے یہ اوصاف جناب رسولِ خداؐ سے سُنے، بے ہوش ہو کر گر پڑیں اور یہ کہا، جو اس آگ میں داخل ہوا ہلاک ہوا۔ جب ہوش میں آئیں تو عرض کی اے بہترینِ خلائق! یہ عذاب کن کے لیے ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا جو خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہوئے نماز کو ضائع کر دے اور فرمایا یہ جہنم کا کمترین عذاب ہے۔

پس حضورؐ کے صحابہ وہاں سے نکلے اور ہر ایک نوحہ و فریاد کر رہا تھا۔ ہائے سفر دور ہے اور زادِ راہ بہت کم۔ اور کچھ لوگ یہ کہہ رہے تھے کاش میری والدہ مجھے نہ جنتی اور میں جہنّم کا تذکرہ نہ سنتا اور عمار یاسر کہہ رہے کہ کاش میں پرندہ ہوتا اور مجھ پر حساب اور عقاب نہ ہوتا۔ بلال سلمان کے پاس حاضر ہوئے اور پوچھا کیا خبر ہے سلمان نے کہا تجھ پر اور مجھ پر وائے ہو، میرا اور تیرا اس کتان کے لباس کے بعد آگ کا لباس ہوگا اور ہمیں زقّوم کا کھانا دیا جائے گا۔ (خزینۃ الجواہر)

جہنّم کے عذاب کی سختی سے متعلق چند روایات

۱۔ بسند معتبر ابو بصیر سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا یا بن رسولؐ اللہ! آپ مجھے عذابِ خداوندی سے ڈرائیں کیونکہ میرا دل بہت سخت ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا اے ابو محمد! تیار ہو جا لمبی زندگی کے لیے جسے آخرت کی زندگی کہتے ہیں اور جس کی کوئی انتہا نہیں ہے تو اس زندگی کی فکر کر اور تیاری کر۔ کیونکہ ایک روز جبرئیل حضرت رسول اکرمؐ کی خدمت میں غمگین اور رنجیدہ حاضر ہوئے حالانکہ قبل ازیں وہ خنداں اور مسرور آیا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ نے اسے دیکھ کر فرمایا اے جبرئیل! تجھے کیا ہو گیا ہے کہ آج تو غمگین اور ناراض دکھائی دیتا ہے تو جبرئیل نے عرض کیا کہ وہ دھونکنی جو جہنم کی آگ کو بھڑکانے کے لیے دھونکی جاتی تھی آج اسے ہٹا کر رکھ دیا گیا ہے۔ آنحضرت صلعم فرمانے لگے کہ جہنم کی دھونکنی کیا ہے۔ جبرئیل نے عرض کیا یا محمد صلعم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہزار سال تک اس دھونکنی کے ساتھ جہنّم کی آگ کو ہوا دی گئی یہاں تک کہ سفید ہو گئی۔ پھر ہزار سال تک اس آگ کو ہوا دی گئی یہاں تک کہ وہ سُرخ ہو گئی۔ پھر ہزار سال تک اسے پھونکا گیا یہاں تک کہ وہ سیاہ ہو گئی اور اب وہ بالکل سیاہ اور تاریک ہے۔ اگر ایک قطرہ ضریع (جو جہنمیوں کے پسینہ اور زنا کاروں کی فروج کی آلائش ہے جس کو جہنم کی آگ سے بڑی بڑی دیگوں میں پکایا اور جوش دیا گیا اور جہنّمیوں کو پانی کے بدلے دیا جاتا ہے) کا اس دنیا کے سمندروں میں ڈالا جائے تو یہ تمام دنیا اس ایک قطرہ کی گندگی سے ختم ہو جائے اور اگر ستّر گز لمبی زنجیر جو جہنّمیوں کے گلے میں ڈالی جاتی ہے کا ایک حلقہ اس دنیا پر رکھ دیا جائے تو اس حلقے کی گرمی سے یہ تمام دنیا پگھل جائے اور اگر دوزخیوں کے کُرتوں میں سے ایک کُرتا زمین و آسمان کے درمیان لٹکا دیا جائے تو یہ تمام دنیا اس قمیص سے نکلنے والی بدبو سے ہلاک ہو جائے گی۔ جب

جبرئیلؑ نے یہ بیان کیا تو جبرئیل اور رسولِ اکرمؐ دونوں نے گریہ کیا۔ پس حق تعالیٰ نے یہ دیکھ کر ایک فرشتہ آپ کی طرف بھیجا۔ اس فرشتے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بعد تحفہ درود و سلام کے فرماتا ہے کہ میں نے آپ کو اس عذاب سے محفوظ رکھا ہے۔ اس کے بعد جب بھی جبرئیل آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے خوش و خرّم آتے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس دن اہل جہنم، آتشِ جہنّم اور عذابِ الٰہی کی عظمت کو جان لیں گے اور اہلِ بہشت اس کی عظمت اور نعمتوں کو جان لیں گے جب اہلِ جہنم کو جہنم میں داخل کیا جائے گا تو وہ ستّر سال کی کوشش کے بعد کہیں دوبارہ جہنّم کے کنارے پہنچیں گے تو فرشتے لوہے کے گُرز اُن کے سر پہ ماریں گے یہاں تک کہ وہ جہنم کی تہہ میں پہنچ جائیں گے اور ان کے بدن کی کھال پھر نئی ہو جائے گی تاکہ عذاب ان پر زیادہ اثر انداز ہو۔ پھر آپؑ نے ابو بصیر سے فرمایا کیا اب تیرے لیے کافی ہے تو اس نے عرض کی بس اب مجھے کافی ہے۔

۲۔ ایک حدیث میں امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ حضرت رسولِ اکرم صلعم نے فرمایا کہ جب میں شبِ معراج آسمانِ اوّل پر پہنچا تو میں نے جس فرشتے کو بھی دیکھا وہ خوش و خرّم نظر آیا مگر ایک فرشتہ ایسا دیکھا کہ میں نے اس سے عظیم تر فرشتہ کوئی نہ دیکھا تھا۔ اس کی شکل سے ہیبت اور غیظ و غضب کے آثار نمایاں تھے۔ اس نے دوسرے فرشتوں کی طرح میری تعظیم و تکریم کی لیکن وہ فرشتہ مجھے دیکھ کر دوسرے فرشتوں کی طرح نہ مسکرایا اور نہ ہی ہنسا۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ فرشتہ کون ہے کہ میں اسے دیکھ کر سخت خوفزدہ ہوں۔ جبرئیل نے عرض کیا واقعی آپ کو اس سے ڈرنا چاہیے کیونکہ ہم بھی اسے دیکھ کر ڈرتے ہیں۔ یہ فرشتہ خازنِ جہنم ہے۔ جس دن سے اللہ تعالیٰ نے اسے جہنّم کا خازن بنایا ہے اب تک یہ مسلسل اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف زیادہ غضبناک اور رنجیدہ ہو رہا ہے اور جس وقت اللہ تعالیٰ اس فرشتہ کو اپنے دشمنوں سے انتقام

لینے کا حکم دے گا تو یہ بڑی سختی کے ساتھ ان سے انتقام لے گا۔ اگر اس نے کسی سے مسکرا کر ملاقات کی ہوتی تو آج یہ حضور آپ کے ساتھ بھی ہنس کر ملاقات کرتا اور خوشی ومسرّت کا اظہار کرتا۔ پس میں نے اس فرشتہ کو سلام کہا اور اس نے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھے جنت کی خوشخبری دی۔ پس میں نے جبرئیل سے کہا کہ ان کی شان و شوکت اور رُعب و دبدبہ کی وجہ سے جو کہ آسمانوں میں ہے تمام اہلِ سمٰوٰت اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اے جبرئیل! اس خازنِ جہنم سے عرض کرو کہ وہ مجھے دوزخ کی آگ دکھائے۔ جبرئیل نے عرض کی اے خازن اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت محمد صلعم کو آتش دوزخ دِکھا۔ پس خازنِ جہنم نے پردہ ہٹایا اور جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازے کو کھولا تو آگ کے شعلے آسمان کی طرف بلند ہوئے اور تمام آسمان پر چھا گئے اور بھڑکنے لگے اور وحشت طاری ہو گئی۔ پس میں نے جبرئیل سے کہا خازن سے کہو کہ وہ دوبارہ پردہ ڈال دے۔ پس خازن نے ان شعلوں کو جو کہ آسمان کی طرف بلند ہوئے تھے، واپس اپنی جگہ پر لوٹنے کو کہا تو وہ دوبارہ واپس لوٹ آئے۔

۳۔ بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی شخص ایسا پیدا نہیں کیا کہ اس کا ایک ٹھکانا جنت اور ایک دوزخ میں نہ ہو۔ جب اہلِ جنت، جنت میں اور اہلِ جہنم دوزخ میں پہنچ جائیں گے تو اس وقت منادی اہلِ جنت سے پکار کر کہے گا کہ جہنم کی طرف دیکھو، پس وہ اسے دیکھیں گے۔ انھیں جہنم کے اندر اپنا وہ مقام نظر آئے گا کہ اگر وہ گنہگار ہوتے تو یہ ان کی منزل ہوتی۔ پس وہ اسے دیکھ کر اتنے خوش ہوں گے کہ اگر بہشت میں موت ہوتی تو وہ خوشی سے مرجاتے اور یہ خوشی اس وجہ سے ہوگی کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَشُکْرًا لِلّٰہِ اس نے ہمیں دوزخ سے نجات دی۔ اسی طرح اہلِ جہنم کو کہا جائے گا کہ اوپر نظریں اٹھا کر دیکھو، یہ تمھاری جنت کے اندر منزل ہے۔ اگر تم اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے تو تم اس مقام پر ہوتے۔

پس وہ غم کی وجہ سے اس قدر نڈھال ہو جائیں گے کہ اگر دوزخ میں موت ہوتی تو وہ غم کے مارے مرجاتے۔ لہٰذا دوزخیوں کے بہشت والے مقامات جنتیوں کو دے دیے جائیں گے اور بہشتیوں کے دوزخ والے مقامات دوزخیوں کو دیے جائیں گے۔ یہی اس آیہ کی تفسیر ہے جس میں اہلِ بہشت کی شان میں کہا گیا ہے کہ یہی ان کے وارث ہیں جو کہ بہشت کو بطور میراث حاصل کریں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے: اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۝ (سورہ مومنون آیت ۱۰-۱۱)

۴۔ آنحضرت صلعم سے مروی ہے کہ جب جنتی جنت اور دوزخی دوزخ میں داخل ہوں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی ندا دے گا، اے اہلِ جنت و اہلِ دوزخ! اگر موت کسی شکل میں تمھارے سامنے آئے تو کیا تم اس کو پہچان لوگے؟ وہ عرض کریں گے ہم نہیں پہچان سکتے۔ پس موت کو جنت اور دوزخ کے درمیان گوسفند کی صورت میں لایا جائے گا اور ان تمام لوگوں سے کہا جائے گا کہ دیکھو یہ موت ہے۔ پس اس وقت اللہ تعالیٰ اس کو ذبح کر دے گا اور اہلِ جنت سے مخاطب ہو کر فرمائے گا کہ اب تم ہمیشہ کے لیے جنت میں رہو گے اور تم پر موت واقع نہیں ہوگی۔ پھر اہل دوزخ سے مخاطب ہو کر فرمائے گا کہ تم ہمیشہ جہنم میں رہو گے اور تم پر بھی موت واقع نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان جو کہ اس نے اپنے بندوں سے ارشاد فرمایا، یہ ہے: وَاَنْذِرْھُمْ یَوْمَ الْحَسْرَۃِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ م (سورہ مریم آیت ۳۹) "اے رسولؐ! آپ ان لوگوں کو اس حسرت والے دن سے ڈرائیں جبکہ ہر شخص کے کام کا حتمی فیصلہ ہو جائے گا اور یہ لوگ اس دن سے غافل اور سست ہیں۔" اللہ تعالیٰ اہلِ بہشت اور اہلِ دوزخ کو حکم دے گا کہ تم ہمیشہ کے لیے اپنی اپنی جگہوں پر رہو اور ان کے لیے کبھی موت نہیں ہوگی اور اس دن اہلِ جہنم حسرت اور افسوس کریں گے اور ان کی تمام امیدیں منقطع ہو جائیں گی۔

۵۔ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ گناہ گاروں

کے لیے آگ کے درمیان نقب لگائی گئی ہے۔ ان کے پاؤں میں زنجیر ہوگی اور ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوں گے اور ان کے پیراہن تانبے کے ہوں گے اور جبّے آگ کے پہنائے جائیں گے اور وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے جس میں سخت گرمی ہوگی اور ان پر جہنم کے دروازے بند کر دیے جائیں گے اور ان دروازوں کو ہرگز نہیں کھولا جائے گا اور ان پر کبھی بادِ نسیم داخل نہ ہوگی اور نہ ہی ان کا رنج و غم دور ہوگا۔ ان کا عذاب شدید تر اور تازہ ہوتا رہے گا۔ نہ ان کا گھر ختم ہوگا اور نہ ہی عمر ختم ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی موت کی خواہش کریں گے اور اللہ تعالیٰ اُن کے جواب میں ارشاد فرمائے گا کہ تم ہمیشہ کے لیے اس عذاب میں رہو۔

۶۔ بسندِ معتبر حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ جہنّم کے اندر ایک کنواں ہے جس سے اہلِ جہنّم استفادہ کریں گے اور یہ جگہ ہر متکبّر اور مغرور کے لیے مخصوص ہوگی اور ہر شیطان متمرد کے لیے اور اس متکبّر کے لیے جو کہ روزِ قیامت پر ایمان رکھتا تھا اور ہر دشمنِ اہلِ بیتؑ کے لیے ہوگا اور آپ نے فرمایا جس شخص کا عذاب کمترین ہوگا وہ آگ کے سمندر میں ہوگا اور اس کے جوتے آگ کے اور بندِ نعلین بھی آگ کے ہوں گے جن کی گرمی کی شدت کی وجہ سے اس کے دماغ کا مغز دیگ کی طرح جوش کھانے لگے گا۔ وہ گمان کرے گا کہ تمام اہلِ جہنم سے بدترین عذاب اس کا ہے حالانکہ اس کا عذاب تمام اہلِ جہنّم سے آسان تر ہوگا۔

فصل دوازدھم

جنّت

جنّت کے لغوی معنی درختوں سے ہرا بھرا باغ ہے زمین پر ہو یا آسمان پر۔ (مجمع) اصطلاحِ شریعت میں وہ جگہ جو پروردگارِ عالم نے آخرت میں مومنین اور نیک لوگوں کے لیے خلق فرمائی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ صفات الشیعہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

لَیْسَ مِنْ شِیْعَتِنَا مَنْ اَنْکَرَ اَرْبَعَةَ اَشْیَآءَ اَلْمِعْرَاجُ وَ الْمَسْأَلَةُ فِی الْقَبْرِ وَخَلْقُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَالشَّفَاعَةُ۔

"جو شخص چار چیزوں کا انکار کرے وہ ہمارے شیعوں میں سے نہیں ہے۔ (۱) معراجِ جسمانی (۲) قبر میں سوال وجواب کا ہونا (۳) جنت وجہنم کا مخلوق ہونا (۴) شفاعت۔

قرآن مجید کی آیات واضح طور پر جنت و دوزخ کے مخلوق ہونے پر دال ہیں۔ جیسے اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ "جنت متقیوں کے لیے مہیا کی گئی ہے"۔ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ "جنت متقی لوگوں کے لیے آراستہ کی گئی ہے"۔ اس کی حقیقت اور جنت کی تفصیل کا سمجھنا اس دنیا والوں کے لیے محال ہے۔ بس اجمالی عقیدہ رکھنا چاہیے اور باریکیوں میں جانے کی ضرورت نہیں کہ وہ کہاں ہے؟ کیسی ہے؟ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ رحمِ مادر میں بچہ کے لیے اس دنیا کی اطلاع۔ قرآن مجید میں ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (سورہ سجدہ آیت ۱۷)

"ان لوگوں کی کارگزاریوں کے بدلے میں کیسی کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لیے ڈھکی چھپی رکھی ہے اس کو تو کوئی شخص جانتا ہی نہیں۔"

قرآن پاک میں جنت کی نعمتوں کے متعلق ارشاد ہے:

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ○ (سورہ ق آیت ۲۵)

"جنتیوں کے لیے ہر وہ چیز وہاں موجود ہوگی جس کی وہ خواہش کریں گے اور ہمارے پاس اس سے زیادہ ہے۔"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے:

وَهُمْ فِيْمَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ○

"جنتی لوگوں کو جس چیز کی خواہش ہوگی ان کے پاس ہمیشہ ہوگی۔"

مختصر یہ کہ جنت وہ جگہ ہے جہاں ناکامی اور تکلیف نہیں ہے۔ کمزوری، مرض اور بڑھاپا نہیں۔ سستی اور بے آرامی کا وجود تک نہیں۔ وہاں ہر حیثیت سے مطلقاً سلامتی اور سکون ہے۔ اسی وجہ سے اس کا دوسرا نام دارالسّلام ہے۔

جنتیوں کی سلطنت

جنت ان کی حقیقی سلطنت ہے جس پر اُن کو پوری قدرت اور اختیار ہوگا اور جو کچھ وہ چاہیں گے ہو جائے گا نافرمانی نہ ہوگی اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ مُلُوْكٌ بے شک جنتی لوگ درحقیقت بادشاہ ہیں۔ سورۂ دہر میں ارشاد قدرت ہے:

وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ○ (آیت ۲۰)

"اور جب تم وہاں نگاہ اٹھاؤ گے تو ہر طرح کی نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت پاؤ گے"

بعض روایات میں ہے کہ ادنیٰ بہشتی جب اپنی جنت کی ملکیت کو دیکھے گا تو وہ ہزار برس کی راہ کے مطابق پائے گا جس میں ملائکہ بھی اس مومن کی اجازت کے بغیر نہ جا سکیں گے۔

جنّت کا طول و عرض

عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ جنت کی چوڑائی زمین و آسمان کے اندازے کے برابر ہے۔

منقول ہے کہ جبرئیل نے ایک دن ارادہ کیا کہ جنت کا طول معلوم کرے۔ تیس ہزار سال اُڑا آخر تھک گیا اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی اور قوت طلب کی تیس ہزار مرتبہ اور ہر مرتبہ تیس ہزار اڑا آخر تھک گیا۔ پس مناجات کی کہ خداوندا زیادہ طے کیا ہے یا زیادہ باقی ہے۔ ایک حور، حورانِ بہشت میں سے اپنے خیمہ سے باہر نکلی اور آواز دے کر کہا اے روح اللہ! کس لیے اتنی تکلیف اٹھاتا ہے، ابھی تو صرف اتنا اڑا ہے کہ میرے صحن سے باہر نہیں نکلا۔ جبرئیل نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں ایک حور ہوں جو ایک مومن کے لیے پیدا کی گئی ہوں۔ (سورہ حدید، تفسیر عمدة البیان)

جنتیوں کے کھانے

جنتی لوگوں کے لیے ہر وہ کھانا موجود ہوگا جس کی وہ خواہش کریں گے۔ قرآن مجید میں ارشاد قدرت ہے:

وَفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ○ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ○ (سورہ واقعہ آیت ۳۲، ۳۳)

"اور ہر قسم کا میوہ جنت میں موجود ہوگا اور ہر موسم میں ہوگا، کوئی روکنے والا نہ ہوگا جس موسم میں جو میوہ چاہے کھالے۔"

ایک اور جگہ ارشاد قدرت ہے:

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ۝ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۝ (واقعہ/۲۰-۲۱)

"اور جس میوہ کو چاہیں گے کھائیں گے اور جس پرندے کے گوشت کی خواہش کریں گے ہر قسم کا گوشت موجود ہوگا؛ (بھُنا ہوا یا جوش دیا ہوا)۔"

ابو سعید خدری نے رسولِ خدا سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا، بہشت میں پرندے اڑتے پھرتے ہیں اور ہر پرندہ کے ستر ہزار پر ہیں۔ جس وقت مومن کھانے کا ارادہ کرے گا تو ان میں سے ایک پرندہ اس کے دسترخوان پر آ بیٹھے گا اور اپنے پروں کو جھاڑے گا۔ ہر پر سے ایک کھانا نکلے گا جو برف سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ لذیذ، مشک سے زیادہ خوشبودار، جو دوسرے کھانوں کے مشابہ نہ ہوگا۔ اس کے بعد پرندہ اڑ جائے گا۔

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ۝ (سورہ رحمٰن آیت ۶۸)

"جنت میں پھل، کھجوریں اور انار ہوں گے۔"

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ۝ وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ ۝ وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ ۝ (واقعہ/۲۸تا۳۰)

"بغیر کانٹے کی بیریاں اور گچھے ہوئے کیلے اور لمبی لمبی چھاؤں ہوگی۔"

حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ۝ "انگوروں کے باغ ہوں گے۔"

جنّت کے مشروبات

ارشادِ قدرت ہے:

فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ۝ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۚ (سورہ محمد آیت ۱۵)

"اس میں پانی کی نہریں جن میں ذرا بھر بو نہیں اور دودھ کی نہریں جن کا مزہ بدلا نہیں اور شراب کی نہریں جو پینے والوں کو لذت دیتی ہیں اور صاف شفاف شہد کی نہریں جاری ہیں۔"

ایک اور جگہ ارشادِ قدرت ہے:

يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ۝ خِتَامُهُ مِسْكٌ ۚ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ۝ وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ ۝ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۝ (سورہ تطفیف آیات ۲۵ تا ۲۸)

"ان کو سربمہر خالص شراب پلائی جائے گی جس میں مہر مشک ہوگی اور اس کی طرف شائقین کو رغبت کرنی چاہیے اور اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی وہ ایک چشمہ ہے جس سے مقربین پئیں گے۔"

سورہ دہر میں ارشادِ قدرت ہے:

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ۝ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا ۝ (آیات ۱۷-۱۸)

"وہاں ان کو ایک ایسی شراب پلائی جائے گی جس میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی یہ ایک جنت میں چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل ہے۔"

دوسری جگہ ارشادِ قدرت ہے:

يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۝ (دہر آیت ۵)

"وہاں شراب کے ساغر پئیں گے جن میں کافور کی آمیزش ہوگی۔"

جنت کے اندر یہ مختلف قسم کے چشمے ہیں جن کی لذت اور خاصیت دوسرے سے جدا ہے جن کی مناسبت کی وجہ سے اس کا نام رکھا گیا ہے اور وہ تمام چشمے کوثر سے اہم ترین ہیں جو کہ عرش کے نیچے سے جاری ہیں، ان کی زمین گھی سے زیادہ نرم اور

کنکریاں زبرجد، یاقوت و مرجان ہیں اور گھاس زعفران اور مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار اور بہشت میں نہر کی صورت میں جاری ہیں اور عرصۂ محشر میں حوض کے نام سے موسوم ہیں۔

جنتیوں کا لباس اور زیورات

سورۂ کہف میں خلاق عالم کا ارشاد ہے:

یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّیَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ (کہف ۳۱)

"جنت میں دمکتے ہوئے سونے کے کنگن سے سنوارے جائیں گے اور انھیں باریک ریشم (کریب) اور موٹے ریشم (بافتہ) اور اطلس کی پوشاکیں پہنائی جائیں گی۔"

ایک اور جگہ سورۃ الحج میں ارشاد قدرت ہے:

اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ۝ (آیت ۲۳)

"وہاں سونے کے کنگن اور موتیوں کے ہار اور ریشم کا لباس ہوگا۔"

حضرت رسول اکرم صلعم سے مروی ہے کہ جس وقت مومن جنت کے اندر اپنے محل میں داخل ہوگا اس کے سر پر کرامت کا تاج ہوگا، ستر بہشتی حلے جو مختلف قسم کے جواہرات اور موتیوں سے مرصع ہوں گے، پہنائے جائیں گے۔ اگر ان میں سے ایک لباس کو اس عالمِ دنیا کے لیے پھیلایا جائے تو دیکھ نہ سکیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خلاق عالم ہر جمعہ کو مومنین کے لیے جنت میں ایک فرشتہ کو حلۂ جنتی بطور خلعت کرامت فرماتا ہے۔ پس مومن ان میں سے ایک کو کمر کے ساتھ باندھتا ہے اور دوسرے کو کندھے پر رکھ کر جس طرف سے

گزرتا ہے اس حلّہ کے نور سے گرد و نواح روشن ہو جاتے ہیں۔

جنت کے محلات اور ان کا مصالحہ

قرآن مجید میں خلاقِ عالم کا ارشاد ہے:

وَیُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (سورہ صف آیت ۱۲)

"اور پروردگار عالم تمھیں ایسے باغات میں داخل کرے گا جن میں نہریں جاری ہیں اور محلات پاک و پاکیزہ ہیں جن میں تم ہمیشہ رہو گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔"

مَسٰكِنَ طَیِّبَةً کی تفسیر میں رسولِ اکرم صلعم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جنت میں موتیوں سے بنا ہوا ایک محل ہے جس میں ستر گھر یاقوت سُرخ کے ہیں اور ہر گھر میں ستر کمرے سبز زمرد کے اور ہر کمرہ میں ستر تخت ہیں اور ہر تخت پر رنگارنگ کے ستر فرش اور ہر فرش پر ایک حور العین بیٹھی ہے اور ہر کمرہ میں ستر دسترخوان ہیں اور ہر دسترخوان پر ستر قسم کا کھانا ہے اور ہر کمرہ میں ایک غلام اور کنیز ہے۔ خدا مومن کو اس قدر طاقت دے گا کہ سب عورتوں سے خلوت کرے اور سب کھانے کی قوت دے گا۔ یہ آخرت میں بڑی نعمت ہے:

سورہ زمر میں ارشادِ قدرت ہے:

لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۝ (سورہ زمر آیت ۲۰)

"ان کے لیے اونچے اونچے محل اور بالاخانے ہوں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔"

مِنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ کی تفسیر میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت

علی علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی تفسیر پوچھی کہ یہ بالا خانے کس چیز سے بنے ہوئے ہیں۔ فرمایا اے علیؑ! اللہ تعالیٰ نے ان بالاخانوں کی دیواریں موتی، یاقوت اور زبرجد سے تیار کی ہیں۔ ان کی چھت سونے کی ہے جو چاندی کی تاروں سے آراستہ ہے۔ ہر بالاخانہ کے ہزار دروازے ہیں اور دروازے پر ایک ہزار فرشتے ہیں اور ان میں بڑے بڑے بلند اور نرم ریشمی فرش رنگا رنگ کے بچھے ہوئے ہیں جن میں مشک، عنبر اور کافور بھرا ہوا ہے۔

جنّت کے کمروں کا سامانِ زینت

قرآن مجید میں ارشادِ قدرت ہے:

مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ

"وہ جنتی تختوں پر بیٹھے ہوئے تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور یہ اس کی نیکی کی جزا اور ثواب ہے۔"

سورہ غاشیہ میں ہے:

فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ۝ وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ۝ وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ۝ وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ۝ (آیات ۱۳ تا ۱۶)

"ان میں اونچے اونچے تخت ہوں گے اور ان کے کنارے گلاس رکھے ہوں گے گاؤ تکیے قطاروں میں رکھے اور مسندیں بچھی ہوں گی۔"

سورہ واقعہ میں خلاق عالم کا ارشاد ہے عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ "وہ تختوں پر بیٹھے ہوں گے" اور یہ تخت تین سو ہاتھ اونچا ہے۔ جس وقت اس پر بیٹھنا چاہیں گے وہ نیچا ہو جائے گا وہ ان پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے۔ سورہ رحمٰن میں ارشادِ قدرت ہے عَلٰى فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ "وہ ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے

جن کے اندر اطلس ہو گا اور ان کے اوپر ابرہ ہو گا" جن کی حقیقت کا خدا کو علم ہے۔ استبرق، زفرف، نمارق اور زرابی کی حقیقت دیکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔ سمجھانے کے لیے وسعت کہاں؟

جنّت کے برتن

وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ۝ قَوَارِيرَا مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ۝ (سورہ دہر آیات ۱۵-۱۶)

"ان کے سامنے چاندی کے ساغر اور شیشے کے نہایت صاف گلاسوں میں دور چل رہا ہو گا اور ان کا شیشہ کانچ کا نہیں بلکہ چاندی کے ہوں گے جو ٹھیک اندازے کے مطابق بنائے گئے ہیں۔ ان میں سفیدی چاندی کی اور صفائی شیشہ کی ہو گی۔"

يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۝ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ ۝ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ۝ (سورہ واقعہ آیات ۱۷-۱۸)

"جنتیوں کے لیے ایسے لڑکے جن کے کانوں میں گوشوارے لٹک رہے ہوں گے، آبخورے اور ابریق اور پیالے جو مختلف قسم کے جواہرات اور سونے چاندی کے بنے ہوئے ہوں گے لے کر شراب طہور کا دور چلائیں گے۔"

جنّتی حوریں اور عورتیں

چوں کہ جنت میں سب سے بڑی نعمت جسمانی حوریں ہیں، اس لیے قرآن مجید میں ان کا ذکر بھی زیادہ ہے۔ ان کو اس نام سے یاد کرنے کی علت اور وجہ یہ ہے کہ حور کا معنی ہے گورے رنگ والی اور عین کا معنی ہے کشادہ اور سیاہ چشم کیونکہ ان کی آنکھ کی سیاہی نہایت سیاہ اور سفیدی نہایت سفید ہے۔ سورۂ واقعہ میں ارشاد قدرت ہے:

وَحُورٌ عِينٌ ۝ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ۝ (واقعہ/۲۲-۲۳)

"حوران جنت مثل موتی کے جو کہ صدف میں پوشیدہ اور گرد و غبار سے صاف
جس کو لوگوں کے ہاتھ نہ لگیں) محفوظ ہیں۔"

سورہ رحمٰن کے اندر ارشاد قدرت ہے:

فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ (آیت ۵۶)

"ان میں پاکدامن غیر کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھنے والی حوریں ہوں گی
جن کو کسی جن اور انسان نے نہ چھوا ہوگا

كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۚ (سورہ رحمٰن آیت ۵۸)

"گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔"

یعنی یاقوت کی سی سُرخی اور سفیدی اور روشنی مرجان جیسی۔

كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ○

"ان کی گوری گوری رنگتوں میں ہلکی ہلکی سُرخی ایسی معلوم ہوتی ہوگی گویا
وہ چھپائے ہوئے انڈے ہیں۔"

مروی ہے کہ حور ستر حلّے پہنے ہوگی تب بھی ان کی پنڈلیوں کا مغز ان کے اندر سے نظر آرہا ہوگا۔ جیسے سفیدی یاقوت میں اس قدر نرم و نازک بدن ہوں گے۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خداؐ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ بہشت میں نور پیدا ہوگا اور بہشتی کہیں گے یہ نور کیسا ہے؟ کہا جائے گا یہ نور حور کے دانتوں کا ہے جو اپنے شوہر کے روبرو ہنسی ہے۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں ارشادِ قدرت ہے:

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۙ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۙ عُرُبًا
اَتْرَابًا ۙ (سورہ واقعہ آیات ۳۵ تا ۳۷)

"ہم نے حوروں کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اور ہم نے ان کو باکرہ (کنواری)

ناز کرنے والی اور شوہروں کی عاشق بنایا جو ہم عمر ہیں۔"

سب کی سب سولہ سال کی ہوں گی اور جنتی مردوں کی عمر تینتیس سال ہوگی۔ بال گھنگھریالے بدن گورے، چہرے بالوں سے صاف ہوں گے۔ سورہ بقرہ میں ارشاد خداوندی ہے:

وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (آیت ۲۵)

"اور جنت میں مومنین کے لیے پاک و پاکیزہ عورتیں ہوں گی جو ہر کثافت حیض
وغیرہ سے پاک ہوں گی اور وہ (مومنین) اس (جنت) میں ہمیشہ رہیں گے۔"

یہ حوریں متکبر و مغرور نہ ہوں گی اور ایک دوسرے کی غیرت نہ کریں گی۔

مروی ہے کہ حور کے دائیں بازو پر نورانی حرفوں میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ اور بائیں بازو پر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَذْهَبَ عَنَّا الْحُزْنَ لکھا ہوا ہوگا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک مفصل حدیث کے ضمن میں مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا جب خلّاق عالم نے حور کو خلق فرمایا تو اس کے دائیں شانے پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ اور بائیں شانے پر عَلِيٌّ وَلِيُّ اللهِ پیشانی پر الحسن اور ٹھوڑی پر الحسین اور دونوں لبوں پر بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نورانی حروف میں لکھا ہوا تھا۔ ابن مسعود نے پوچھا، آقا! یہ کرامت کس شخص کے لیے ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص حُرمت اور تعظیم کا لحاظ رکھتے ہوئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے۔

جو عورتیں دنیا سے باایمان جائیں گی جنت میں ان کا جمال حوروں سے زیادہ ہوگا قرآن مجید میں ہے:

فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۚ (سورہ رحمٰن آیت ۷۰)

"جنت میں عورتیں ہوں گی جو حُسنِ خلق سے آراستہ اور حُسنِ خلقت سے پیراستہ ہیں"

دنیا کی عورتوں میں سے جو جنت میں جائیں گی وہ مراد ہیں۔ علامہ مجلسیؒ حضرت صادق علیہ السلام سے روایت فرماتے ہیں کہ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ سے وہ عورتیں مراد

ہیں جو مومن، عارف اور شیعہ ہیں وہ داخلِ جنت ہوں گی اور ان کا عقد مومن کے ساتھ ہوگا۔

مروی ہے کہ جس عورت نے دنیا میں شادی نہ کی ہوگی یا اُن کے شوہر جنّت میں نہ ہوں گے تو وہ جنت میں جس جنتی کی طرف مائل ہوں گی اس کے ساتھ اس کا نکاح ہوگا اور اگر ان کے شوہر جنت میں ہیں تو ان کا عقد ان کی خواہش کے مطابق ان کے ساتھ کر دیا جائے گا۔ اگر دنیا میں زیادہ شوہر تھے تو جس کی خلقت عمدہ اور نیکیاں زیادہ ہوں گی اس کے ساتھ ان کا عقد کر دیا جائے گا۔

عطریات جنت

سورہ رحمٰن میں موقفِ حساب میں پروردگار عالم کے سامنے حاضر ہونے سے ڈرنے اور گناہوں سے بچنے والے کے بارے میں پروردگار عالم کا ارشاد ہے۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۚ (رحمٰن آیت ۴۶)

"اور اس کے لیے جو پروردگارِ عالم کے سامنے (موقف حساب میں) قیام سے ڈرے اس کے لیے دو باغ ہوں گے۔" (جو ہر قسم کے میووں، گھاس اور پھولوں سے سجے ہوئے ہوں گے۔)

علامہ مجلسیؒ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اگر جنتی حوروں میں سے ایک حور تاریک رات میں آسمانِ اوّل پر سے زمین کی طرف دیکھے تو اس کی خوشبو سے تمام زمین معطر ہو جائے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ عطر جنّت کی خوشبو ہزار سال کی راہ سے پہنچ جائے گی۔ بہشت کی مٹی مشک سے بنی ہوئی ہے۔

روایاتِ کثیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے در و دیوار اور زمین جس پر زعفران جیسی اگی ہوئی گھاس ہے، تمام معطر ہیں اور اس جنّت کی خوشبو کا اثر یہ ہے کہ ابھی

جنت میں پہنچنے کے لیے کئی ہزار سال کی راہ باقی ہوگی اور بوڑھا جنتی جوان ہو جائے گا۔

جنّت کے چراغ

سورہ دہر میں ارشاد قدرت ہے لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيرًا

جنّتیوں کو جنّت میں آفتاب کی گرمی اور موسم سرما کی سردی نہ ہوگی، وہاں پر موسم معتدل ہوگا، انھیں آفتاب و مہتاب کی روشنی کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ جنت میں ہر ایک کے لیے اس کے اعمال صالح اور ایمان کا نور کافی ہوگا۔

جیسا کہ روایت میں گزر رہا ہے کہ حورانِ جنت کا نور آفتاب کے نور پہ غالب ہوگا، اور یہ چلتے پھرتے چراغ ہوں گے۔ جنتی مکانوں پر جو موتی، مونگے، یاقوت و مرجان و زبرجد و زمرد جڑے ہوئے ہیں وہ مختلف رنگوں کی روشنی سے عجیب سماں پیدا کیے ہوں گے۔ فرش، برتن اور لباس مختلف رنگوں میں ضیا پاشیاں کر رہے ہوں گے اور یہ نورانی قندیلیں جنت کو بقعۂ نور بنا رہی ہوں گی۔

عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ جنتی ایک دن معمول سے زیادہ روشنی پائیں گے عرض کریں گے کہ پروردگار! تیرا وعدہ تھا کہ جنت میں سورج کی روشنی اور سخت سردی نہ لگے گی، آج کیا ہوگیا؟ کہیں سورج تو نہیں نکل آیا؟ آواز آئے گی یہ سورج نہیں ہے بلکہ سیدالاوصیا یعنی علی مرتضیٰ اور سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام آپس میں لطافت کی باتیں کرتے ہوئے ہنسے ہیں اور یہ روشنی ان کے دندان نورانی کا اثر ہے جو جنّت کی روشنی پر غالب آگیا۔

جنتی نغمات

یہ دنیاوی انواع و اقسام کی نعمتیں اور لذتیں جنتی لذتوں کا عشر عشیر بھی نہیں۔ وہاں حقیقت اور اصل موجود ہوگی۔ صدائے کامل اور خوش کن نغمات جنت میں ہوں گے

اگر جنتی نغموں کی آواز اہل دنیا کے کانوں تک پہنچ جائے تو اس کے سننے سے پہلے ہلاک ہو جائیں چنانچہ لحن داؤدی میں پروردگارِ عالم نے یہ اثر عطا کیا تھا کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام اس لحن میں زبور کی تلاوت فرماتے تھے تو حیوان آپ کے ارد گرد مدہوش ہو جاتے تھے اور جب یہ آواز انسانوں کے کانوں میں پڑتی تو گر پڑتے اور بعض ہلاک ہو جاتے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نہج البلاغہ میں حالات انبیاء کے تحت ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں وَ دَاوٗدُ صَاحِبُ الْمَزَامِیْرِ وَقَارِیُٔ اَهْلِ الْجَنَّةِ کہ حضرت داؤد علیہ السلام جنت میں لوگوں کو اپنے لحن سے لطف اندوز فرمائیں گے اور اہلِ جنت کے قاری ہوں گے۔ اس جملہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ جنتیوں کو جنت کے نغمات سے لطف اندوز فرمائیں گے اور جنتی اُن کے سننے کی طاقت بھی رکھتے ہوں گے۔

تفسیر مجمع البیان میں رسولِ خدا سے مروی ہے کہ جنت کے نغموں میں سے بہترین نغمہ وہ ہوگا جو حورانِ جنت اپنے شوہروں کے لیے پڑھیں گی اور وہ آواز ایسی ہوگی کہ جو جن وانس نے نہ سنی ہوگی۔ مگر آلاتِ موسیقی کے ساتھ یہ نغمات نہ گائے جائیں گے ایک روایت میں ہے کہ بہشتی پرندے مختلف نغمات گاتے ہوں گے۔

حضرت صادق آل محمد علیہم السلام سے پوچھا گیا، کیا جنت میں غنا و سرود ہوگا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے، خداوندِ عالم کے حکم سے ہوا اُسے حرکت دے گی اور اس سے ایسی سُریلی آواز پیدا ہوگی کہ کسی انسان نے اتنا عمدہ ساز اور نغمہ نہ سُنا ہوگا اور یہ اس شخص کو نصیب ہوگا جس شخص نے دنیا میں خوفِ خدا کی وجہ سے غنا کی طرف کان نہ دھرے ہوں گے۔

جنت کی نعمتیں اور لذتیں

جنت میں انواع و اقسام کی نعمتیں ہوں گی۔ ارشاد قدرت ہے:

اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ط (سورہ نحل آیت ۱۸)

"تم اگر خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو اس احصا و احاطہ نہیں کر سکتے"۔

جن تک ہماری عقلوں کی رسائی نا ممکن ہے۔ حقائق و معارف الٰہیہ کی خواہش پوری ہوگی۔ تفسیر صافی میں وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ کے ضمن میں تحریر ہے کہ جنتی ایک دوسرے کے ساتھ معارف الٰہیہ کے بارے میں مذاکرہ کریں گے۔

علاوہ ازیں جنتی لوگ، جن کے والدین، اولاد اور دوست دنیا سے باایمان رخصت ہوں گے اور جنت میں داخل ہونے کی صلاحیت رکھتے ہوں گے، ان کی شفاعت کریں گے اور ان کو اپنے پہلو میں لائیں گے اور یہ مومن کے اکرام و احترام کی خاطر ہوگا۔ قرآن مجید میں ہے:

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ج (سورہ رعد آیت ۲۳)

"ہمیشہ رہنے کے باغ جن میں وہ آپ جائیں گے اور ان کے باپ دادا اور ان کی بیبیوں اور ان کی اولاد میں سے جو لوگ نیکو کار ہیں"۔

نیز جس وقت جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو ایک ہزار فرشتے جو خلاق عالم کی طرف سے مومنین کی زیارت اور مبارک بادی کے لیے مامور ہیں، آئیں گے اور مومن کے محل جس کے ہزار دروازے ہیں، ہر دروازے سے ایک ایک فرشتہ داخل ہو کر اُسے سلام کرے گا اور مبارک بادی دے گا۔ قرآن پاک میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْكُمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ

"اور فرشتے تمہارے پاس ہر دروازے سے آئیں گے (اور کہیں گے، تم پر سلامتی ہو"۔

اس سے بڑھ کر مومنین کے ساتھ پروردگار عالم کا مکالمہ ہے جس کے بارے میں

چند روایات ملتی ہیں لیکن یہاں پر صرف سورہ یٰسین کی اس آیت سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ کو کافی سمجھتا ہوں۔ "مہربان پروردگار کی طرف سے سلامتی کا پیغام"۔

تفسیر منہج میں جابر ابن عبداللہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا، جب جنتی جنت کی نعمتوں میں غرق ہوں گے تو ان پر ایک نور ساطع ہوگا اور اس سے آواز آئے گی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْجَنَّۃِ۔ اس جگہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ برگزیدہ پیغمبروں کو حاصل تھا کہ وہ پروردگارِ عالم سے ہم کلام ہوتے تھے، معراج وغیرہ، آخرت میں وہ جنتیوں کو نصیب ہوگا۔

علاوہ ازیں محمد وآل محمد علیہم السلام کی جنت میں ہمسائیگی کچھ کم نعمت نہیں ہے۔ چنانچہ رسولِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا "اے علیؑ! تیرے شیعہ جنت میں نورانی منبروں پر بیٹھے ہوں گے۔ اُن کے چہرے (چودھویں کے چاند کی طرح) سفید ہوں گے اور وہ جنت میں ہمارے ہمسائے ہوں گے۔

نیز جنت میں ہمیشگی اور نعمات کا خلود، جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے، سب سے بزرگ نعمت ہے۔ جنت میں مومنین ایک دوسرے کے سامنے بھائیوں کی طرح جنتی تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ (عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ "آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے") اور ایک دوسرے کی دعوتیں اڑاتے ہوں گے، جیسا کہ روایات میں موجود ہے۔

مروی ہے کہ ہر روز جنت میں اولوالعزم انبیاء میں سے ایک، مومنین کی ملاقات و زیارت کے لیے حاضر ہوگا اور اس روز تمام لوگ اس بزرگوار کے مہمان ہوں گے اور جمعرات کو خاتم الانبیاء کے مہمان ہوں گے اور بروز جمعہ بمقام قرب حضرت احدیت جلّی وعلٰی مہمان نوازی کی جائے گی۔ (معاد)

صاحبانِ خوفِ خدا کے قصے

۱۔ ایک فاسق نوجوان کا قصہ

شیخ کلینیؒ بسند معتبر حضرت علی بن حسینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے اہل وعیال کے ساتھ کشتی میں سوار ہوا اور تقدیرِ الٰہی سے کشتی ٹوٹ گئی۔ تمام سوار غرق ہو گئے مگر اس شخص کی زوجہ ایک تختہ پر بیٹھی سمندر کے دور افتادہ جزیرہ میں پہنچ گئی اور اس جزیرہ کے اندر ایک رہزن مرد فاسق رہتا تھا جس نے کسی قسم کا فسق وفجور نہ چھوڑا تھا جب اس نے اس عورت کو دیکھا تو پوچھا کیا تو انسان ہے یا جن؟ اس عورت نے کہا میں انسان ہوں۔ اس کے علاوہ اس نے اس عورت سے اور کوئی بات نہ کی اور اس کے ساتھ لیٹ کر مجامعت کرنے کا ارادہ کیا۔ جب وہ اس عمل قبیح کی طرف متوجہ ہوا تو اس فاسق نے عورت کو مضطرب اور کانپتے دیکھا۔ اس فاسق نے پوچھا تو کس وجہ سے مضطرب ہے۔ اُس نے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، اللہ تعالیٰ کے خوف سے۔ اُس نے کہا، کیا تو نے آج تک کبھی یہ کام کیا ہے؟ اس عورت نے کہا، خدا کی قسم زنا ہرگز نہیں کیا۔ اس فاسق نے کہا جب کہ تو نے آج تک کوئی برا کام نہیں کیا تو پھر کس وجہ سے خدا سے ڈرتی ہے حالانکہ میں تجھے اس کام پر مجبور کر رہا ہوں تو خود اپنی رضامندی سے نہیں کر رہی ہے اس کے باوجود اس قدر خوفزدہ ہے لہٰذا میں تجھ سے زیادہ خدا سے ڈرنے کا حق دار ہوں۔ کیوں کہ میں نے اس سے قبل بھی بہت سے گناہ کیے ہیں۔

پس وہ فاسق اس کام سے باز رہا اور اس عورت سے کوئی کلام کیے بغیر گھر کی طرف روانہ ہوا اور دل میں کیے ہوئے گناہوں پر نادم اور توبہ کرنے کا ارادہ کرلیا۔ راستہ میں اس کی ملاقات ایک راہب سے ہوگئی اور وہ دونوں ایک دوسرے کے رفیق بن گئے۔ جب وہ تھوڑی راہ چل چکے تو سورج کی گرمی بڑھنے لگی۔ راہب نے اس جوان سے کہا، گرمی زیادہ بڑھ گئی ہے تُو دعا کر کہ خداوند تعالیٰ بادل کو بھیجے اور وہ ہم پر سایہ کردے۔ جوان نے کہا میں نے کوئی نیکی اور اچھا کام نہیں کیا جس کی بنا پر خداوند تعالیٰ سے حاجت طلب کرنے کی جرأت کروں۔ راہب نے کہا میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہنا۔

پس انھوں نے ایسا ہی کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک بادل آکر اُن کے سر پر سایہ فگن ہوا اور وہ اس کے سایہ میں چلنے لگے۔ جب وہ کافی راستہ طے کر چکے تو اُن کے راستے جُدا ہوگئے۔ جوان اپنے راستے پر اور راہب اپنے راستے پر چلنے لگا اور بادل کا سایہ جوان کے ساتھ ہولیا اور راہب دھوپ میں رہ گیا۔ راہب نے جوان سے کہا تو مجھ سے بہتر ہے۔ کیونکہ تیری دعا مجھ سے بہتر ہے اس لیے کہ تیری دعا مستجاب ہوئی اور میری دعا مستجاب نہ ہوئی۔ بتا وہ کون سا نیک کام تو نے کیا ہے جس کی بدولت تو اس کرامت کا مستحق ہوا۔ جوان نے اپنے قصے کو نقل کیا۔ تب راہب نے کہا چونکہ تو نے خوفِ خدا کی وجہ سے ترکِ گناہ کا مصمم ارادہ کرلیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے تیرے گذشتہ گناہ معاف کردیے تُو کوشش کر کہ اس کے بعد بھی نیک ہی رہے۔

۲۔ بہلول نبّاش کا قصہ

شیخ صدوقؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن معاذ بن جبلؓ روتے ہوئے حضور اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ آنحضرت صلعم نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا اے معاذ! تیرے رونے کا سبب کیا ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہؐ!

دروازے پر ایک خوبصورت نوجوان کھڑا اس طرح رو رہا ہے جیسے کوئی عورت اپنے نوجوان بیٹے کی میت پر روتی ہے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا، اسے اندر بلا لاؤ۔ پس معاذ گیا اور جوان کو اندر بلا لایا۔ نوجوان نے اندر داخل ہو کر سلام عرض کیا۔ آنحضرت نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا اے جوان تیرے رونے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! میں کیوں نہ روؤں جبکہ مجھ سے گناہ عظیم سرزد ہوا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے اس گناہ کا مواخذہ کرے تو وہ مجھے جہنم میں بھیجے گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھ سے ضرور مواخذہ کرے گا اور کبھی نہ بخشے گا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کیا تو نے شرک کیا ہے؟ اُس نے عرض کی، میں مشرک بننے سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ آنحضرت صلعم نے پوچھا، کیا تو نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے؟ اُس نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا اگر تیرا گناہ پہاڑوں سے بھی عظیم تر ہے تو بھی خدا بخش دے گا۔ اس نے عرض کیا حضور، میرا گناہ تو پہاڑوں سے بھی عظیم تر ہے۔ آپؐ نے فرمایا اگر تیرا گناہ ساتوں زمینوں، دریاؤں، درختوں اور جو کچھ ان میں ہے اس سے بھی بڑا ہے تو خداوندِ عالم اس گناہ کو بھی بخش دے گا۔ اس نوجوان نے عرض کیا حضور، میرا گناہ ان سب سے عظیم تر ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اگر تیرا گناہ ستاروں، آسمانوں، عرش و کرسی جیسا بھی عظیم ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ اس نے عرض کیا میرا گناہ اس سے بھی بڑا ہے۔ تب آنحضرت صلعم نے اس کی طرف ناراض ہو کر دیکھا اور فرمایا اے نوجوان! تیرا گناہ بڑا ہے یا پروردگارِ عالم۔ پس اس نوجوان نے سر جھکا کر عرض کیا، میرا پروردگار ہر عیب سے منزّہ و مبّرا ہے۔ کوئی چیز اس سے بڑی نہیں بلکہ میرا پروردگار ہر چیز سے بزرگ و اعلیٰ ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کون گناہِ عظیم کو بخشنے والا ہے۔ اس نوجوان نے عرض کیا۔ بخدا یا رسول اللہ! اس کے سوا کوئی نہیں اور خاموش ہوگیا پھر

آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا، اے نوجوان! اپنے گناہ سے آگاہ کر۔ اس جوان نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! سات سال تک میں قبروں کو کھود کر کفن چوری کرتا رہا ہوں۔ ایک روز ایک انصاری لڑکی کی میّت کو دفن کیا گیا۔ جب رات ہوئی تو میں نے حسبِ سابق قبر کھود کر اور میت کو باہر نکال کر اس کا کفن اتار لیا اور اس کو ننگا قبر کے کنارے چھوڑ کر چل دیا۔ اسی اثنا میں شیطان نے میرے دل میں وسوسہ پیدا کیا اور اس لڑکی کو میری نظروں میں خوبصورت کر دکھایا اور شیطان نے مجھ سے کہا کیا تو نے اس کے سفید بدن کو نہیں دیکھا اور اس کی موٹی رانوں کو نہیں دیکھا۔ حتیٰ کہ شیطان نے مجھ پر غلبہ حاصل کر لیا اور میں واپس قبر کی طرف لوٹا اور اس میت کے ساتھ مجامعت کر کے اپنا منہ سیاہ کیا اور میت کو اسی حالت میں چھوڑ کر واپس ہوا۔ اچانک میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سُنی جو مجھے پکار کر کہہ رہی تھی۔ اے جوان تجھ پر خدا کی لعنت ہو کہ بروز قیامت جب اہلِ محشر کے سامنے اللہ تعالیٰ کے حضور جھگڑا پیش ہو گا کہ تو نے مجھے مردوں کے درمیان ننگا کیا، قبر سے باہر نکال کر میرا کفن چرایا اور مجھے جنابت کی حالت میں ننگا چھوڑ دیا اور میں اسی نجس حالت میں محشور ہوں گی۔ اور اے جوان تیری جوانی جہنم میں جلے۔ پس جوان نے عرض کیا مجھے یقین ہے کہ میں ان اعمال کے ہوتے ہوئے جنت کی بو بھی نہیں سونگھ سکوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا، اے فاسق! میری نظروں سے دور ہو جا، کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تیرے ساتھ مجھے بھی آتشِ دوزخ نہ جلا دے کیوں کہ تو جہنم کے اتنا قریب ہے۔

(یہ بات مخفی نہ رہے کہ آنحضرتؐ کا اس نوجوان کو اس طرح دور کرنا محض اس کے دل میں زیادہ خوف پیدا کرنے کی وجہ سے تھا تاکہ وہ زیادہ التجا کرے اور لوگوں سے تعلقات توڑ کر حق تعالیٰ سے توبہ کرے تاکہ وہ قبول کرے۔ چنانچہ اس نے توبہ کی اور وہ قبول ہوئی۔)

آنحضرت صلعم نے بار بار اسے یہی حکم دیا حتیٰ کہ وہ نوجوان دربار سے باہر نکلا، مدینہ کے بازار میں آکر کچھ دنوں کے لیے کھانا خریدا اور وہ مدینہ کے کسی پہاڑ پر چلا گیا اور ٹاٹ کا لباس پہن کر عبادت میں مشغول ہو گیا اور اپنے ہاتھوں کو گردن میں ڈال کر فریاد کرتا رہا یَا رَبِّ هٰذَا عَبْدُكَ بَهْلُوْلٌ بَيْنَ يَدَيْكَ مَغْلُوْلٌ "اے پروردگار یہ تیرا بندہ بہلول تیرے حضور میں ہاتھ گردن میں ڈالے کھڑا ہے"۔ اے اللہ تو مجھے اور میرے گناہ کو بھی جانتا ہے۔ اے خدایا میں اپنے کیے ہوئے گناہوں پر پشیمان ہوں اور میں نے تیرے پیغمبر کے پاس جا کر توبہ کا اظہار کیا ہے۔ اس نے مجھے اپنے پہلو سے دور بھگا کر میرے خوف کو بڑھایا ہے۔ پس میں تجھے تیری عظمت و جلالت اور اسمائے اعظم کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ مجھے میری امید سے ناامید نہ کرنا۔ اے میرے پروردگار میری دعا کو نہ ٹھکرانا اور مجھے اپنی رحمت سے مایوس نہ کرنا۔ حتیٰ کہ چالیس دن تک یہ الفاظ دہراتا رہا اور وہ اس قدر رویا کہ حیوانات اور درندے بھی اسے دیکھ کر روتے تھے۔ جب چالیس دن گذر چکے تو اس نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اُٹھا کر دعا کی اور عرض کیا۔ اے میرے پروردگار تو نے میری حاجت کو کیا کیا۔ اگر تو نے میری دعا کو قبول کیا اور میرے گناہوں کو معاف کر دیا ہے تو تُو اپنے پیغمبرؐ کو وحی نازل فرما تاکہ میں بھی اپنی دعا کے متعلق جان لوں اور اے خدا اگر تو نے میری دُعا قبول نہیں فرمائی اور مجھے ابھی تک نہیں بخشا تو مجھے عذاب میں مبتلا کر اور ایسی آگ بھیج جو مجھے جلا ڈالے یا مجھے اس دنیا کے اندر سخت مصیبت میں مبتلا کر لیکن خدایا مجھے روزِ قیامت کے عذاب سے نجات دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول ہونے پر آیات نازل فرمائیں:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ص وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ قف

وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○ (سورہ آل عمران آیات ۱۳۵-۱۳۶)

"اور وہ لوگ جب کوئی بدی کر گذرتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو معاف کر سکتا ہے؟ اور جو کچھ وہ کر چکے اس پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی جزا ان کے رب کی طرف بخشش اور جنت ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور عمل کرنے والوں کا کتنا اچھا اجر ہے۔"

جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور اس آیہ کریمہ کی تلاوت بھی کرتے تھے اور بہلول کی حالت بھی دریافت فرماتے تھے۔ معاذؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے سن رکھا ہے کہ وہ فلاں جگہ رہتا ہے۔ آنحضرتؐ اپنے چند صحابہؓ کرام کے ہمراہ اس پہاڑ کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں تشریف لے گئے اور دیکھا کہ وہ نوجوان (بہلول) دو پتھروں کے درمیان اپنے دونوں ہاتھوں کو گلے میں ڈالے کھڑا ہے اور اس کا چہرہ سورج کی گرمی کی وجہ سے سیاہ اور مسلسل رونے کی وجہ سے پلکیں گر چکی ہیں۔ اور وہ کہہ رہا ہے، اے میرے پروردگار تو نے مجھے اشرف المخلوقات پیدا کیا اور مجھے اچھی شکل وصورت سے نوازا۔ کاش میں یہ بھی جان لیتا کہ تو میرے ساتھ کیا کرے گا۔ تو مجھے آگ میں جلائے گا یا اپنے جوار میں مجھے بہشت کے اندر جگہ دے گا۔ اے اللہ تو نے مجھ پر بڑے بڑے احسان کیے ہیں اور تیری نعمتوں کا حق مجھ پر زیادہ ہے۔ ہائے افسوس کاش میں اپنا انجام بھی جانتا ہوتا کہ تو مجھے اپنی رحمت کے ذریعہ بہشت میں بھیجے گا یا مجھے ذلیل کر کے دوزخ میں بھیجے گا۔ اے اللہ میرا گناہ زمین و آسمان اور عرش و کرسی سے بھی بڑا ہے۔

کتنا اچھا ہوتا اگر میں یہ بھی جان لیتا کہ میرا گناہ تو بخش دے گا یا بروز قیامت مجھے ذلیل و رسوا کرے گا۔ وہ جوان اس قسم کی باتیں کر رہا تھا اور رو رہا تھا اور اپنے سر پر خاک ڈالتا تھا۔ جنگل کے حیوان و درندے اس کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھے اور پرندے اس کے سر پر صف باندھے کھڑے تھے اور اس کو دیکھ کر رو رہے تھے۔ پس آنحضرت اس کے پاس تشریف لائے اور اس کے ہاتھوں کو گردن سے کھولا اور اپنے دستِ مبارک سے اس کے سر سے مٹی کو نکالا اور فرمایا اے بہلول! تجھے خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیا ہے اور آنحضرتؐ نے اپنے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا اے میرے صحابہ! تم بھی بہلول کی طرح اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ پھر اس آیہ کریمہ کی تلاوت فرمائی اور بہلول کو جنت کی خوشخبری سنائی۔

علامہ مجلسیؒ نے عین الحیوٰۃ میں اس حدیث کے ذیل میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو جاننا چاہیے کہ توبہ کرنے کی کچھ شرائط اور اسباب بھی ہیں۔

شرائط توبہ

توبہ کرنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کو دیکھ کر سوچے کہ اس نے کتنے بزرگ و برتر خدا کی نافرمانی کی ہے اور پھر اپنے گناہ کی بزرگی کو دیکھے کہ کس قدر گناہ مجھ سے سرزد ہوا ہے اور پھر گناہوں کی سزا دیکھے جو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں اس کے لیے مقرر کر رکھی ہے جو آیات و احادیث سے واضح ہے۔ پس یہی تفکر انسان کی ندامت کا باعث ہوتا ہے اور یہی ندامت انسان کو تین چیزوں پر آمادہ کرتی ہے جن تین چیزوں سے توبہ مرکب ہے۔

پہلی چیز یہ ہے کہ بندے اور اللہ تعالیٰ کا تعلق جو اس گناہ کی وجہ سے ٹوٹ چکا ہے وہ بحال ہو جائے۔

دوم یہ کہ انسان آئندہ گناہ نہ کرنے کا پکّا ارادہ کرے کہ وہ پھر اس کا اعادہ نہ کرے گا۔
سوم یہ کہ وہ اپنے کیے پر نادم ہو اور اگر گناہ کا تدارک ممکن ہو تو تدارک بھی کرے۔

قابلِ توبہ گناہ

چند قابلِ توبہ گناہ یہ ہیں:
پہلی قسم کا گناہ وہ ہے جس کا تعلق کرنے والے کے علاوہ کسی دوسرے انسان سے متعلق نہ ہو بلکہ اس کی سزا صرف آخرت کا عذاب ہی ہو جیسے مرد کا سونے کی انگوٹھی اور ابریشم کا لباس زیب تن کرنا۔ کیونکہ اس گناہ کی توبہ دوبارہ نہ پہننے کا پکّا ارادہ کرنا اور کیے پر پشیمان ہونا ہی قیامت کے دن اس کے عذاب سے بچنے کے لیے کافی ہے۔
دوم جس گناہ کا تعلق کرنے والے کے علاوہ دوسرے شخص سے بھی ہو اور اس کی چند قسمیں ہیں:
(۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد
اگر کسی کے ذمہ کسی کا حق ہو یا اس کے ذمہ کسی قسم کا مال ہو مثلاً اُس نے کوئی ایسا گناہ کیا ہو کہ اس کے بدلے ایک غلام آزاد کرنا ہو تو اگر وہ ایسا کرنے پر قادر ہے، تو جب تک وہ ایسا نہ کرے گا تو محض ندامت سے اس کے گناہ کا عذاب نہیں ٹل سکتا۔ بلکہ اس پر واجب ہے کہ اس گناہ کا کفارہ ادا کرے۔ اور اگر اس کے ذمہ مال کے علاوہ کوئی چیز ہو مثلاً اس سے نمازیں اور روزے قضا ہو گئے ہوں تو اسے ان کی قضا بجالانی چاہیے۔ اگر اس نے کوئی ایسا کام کیا ہے کہ جس کی وجہ سے اس شریعتِ خدا کی حد لگائی گئی ہو۔ مثلاً اس نے شراب پی ہو اور وہ حاکم شرع کے سامنے ثابت نہ ہو سکی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ خود توبہ کرے اور اس کا اظہار نہ کرے اور اسے یہ بھی اختیار ہے کہ وہ حاکمِ شرع کے سامنے اقرار کرے تاکہ وہ اس پر شرعی حد لگائے لیکن اظہار نہ کرنا بہتر ہے۔ اگر

حقوق النّاس میں سے ہو مثلاً اس کے ذمہ کسی شخص کا مال ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ مال اصل وارث تک پہنچائے اور اگر مال کے علاوہ ہو یعنی اس نے کسی کو گمراہ کیا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس کو درست راہ پر لگائے۔ اگر وہ حد کا مستحق ہے مثلاً اس نے فحش کلمہ کہا ہے تو اگر کہنے والا عالم شخص ہے تو چونکہ یہ اس کی اہانت کا باعث ہے تو حد جاری ہونے سے قبل اس کو اپنا مرتبہ دیکھنا ہوگا اور اگر وہ اس فعل کی شرعی معرفت سے ناواقف ہو تو اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ اکثر علمار کا اعتقاد یہ ہے کہ اس بات کا کہنا چونکہ اہانت ہے اور تکلیف کا باعث ہے لہٰذا اسے تکلیف پہنچانا ضروری نہیں اور یہی غیبت کے بارے میں بھی ہے۔

۳۔ حرارت جہنّم کی یاد میں دھوپ میں لیٹنے والے کا قصّہ

ابنِ بابویہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسولِ اکرم صلعم گرمی کی وجہ سے درخت کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ اچانک ایک آدمی آیا اور اپنے لباس کو اُتار کر گرم زمین پر لیٹنے لگا اور کبھی پیٹ کو اور کبھی پیشانی کو تپتی ہوئی زمین پر رگڑتا اور اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہتا دیکھ اللہ تعالیٰ کا عذاب اس گرمی سے عظیم تر ہے۔
حضرت رسولِ اکرمؐ نے اس کی طرف دیکھا تو اُس نے اپنا لباس پہن لیا۔ آنحضرتؐ نے اُس کو بلا کر فرمایا اے شخص! میں نے تجھ کو ایسا کام کرتے دیکھا ہے جو کسی دوسرے شخص کو کرتے نہیں دیکھا۔ بتا تجھے کس چیز نے ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ اس نے عرض کیا کہ اس کا سبب صرف خوفِ خدا ہے اور میں اپنے نفس کو یہ گرمی اس لیے چکھا رہا ہوں تاکہ وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب اس تکلیف سے زیادہ سخت ہے جس کے برداشت کرنے کی تجھ میں طاقت نہیں۔
آنحضرتؐ نے فرمایا تو خدا سے ایسا ہی ڈر رہا ہے جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے۔

اور اللہ تعالیٰ ابھی تیرے اس خوف اور فعل پر فرشتوں میں فخر و مباہات کر رہا ہے۔
پس آنحضرتؐ نے اپنے صحابیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا اس آدمی کے پاس چلے جاؤ
تاکہ وہ تمھارے لیے دعا کرے۔ جب وہ تمام اس کے نزدیک گئے تو اس نے کہا،
اے خدایا ہم تمام لوگوں کو ہدایت اور راہِ راست پر لا اور پرہیزگاری کو ہمارا
زادِ راہ بنا اور ہمارا بہشت میں داخلہ فرما۔

۴۔ زناکار عورت اور عابد کا قصہ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک زناکار
عورت تھی جس نے بنی اسرائیل کے بہت سے نوجوانوں کو اپنا فریفتہ بنا رکھا تھا۔
ایک دن بعض نوجوانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر فلاں عابد بھی اس عورت کو
دیکھے تو اس پر عاشق ہو جائے۔ عورت نے جب ان کا یہ مشورہ سُنا تو اُس نے قسم
اٹھائی کہ میں آج گھر نہ جاؤں گی جب تک کہ اس عابد کو اپنا فریفتہ نہ بنا لوں۔ پس وہ
اسی رات زاہد کے گھر گئی اور اس کے دروازے پر دستک دی اور کہا کہ اے عابد
مجھے آج رات پناہ دے تاکہ آج رات میں تیرے گھر میں گذاروں۔ عابد نے انکار کر دیا
تو اس عورت نے کہا کہ بنی اسرائیل کے کچھ نوجوان میرے ساتھ زنا کا ارادہ رکھتے ہیں
اور میں ان سے بھاگ کر تجھ سے پناہ مانگتی ہوں۔ اگر دروازہ نہ کھولا تو وہ پہنچ جائیں گے
اور مجھے رسوا کریں گے۔ عابد نے جب یہ الفاظ سنے تو دروازہ کھول دیا جب یہ عورت
عابد کے گھر میں داخل ہو گئی تو اس نے اپنے لباس کو اتار پھینکا۔ عابد نے جب اُس
عورت کے حُسن و جمال کو دیکھا تو وہ بے اختیار ہو گیا اور اپنا ہاتھ اُس کی طرف بڑھایا۔
مگر اُسی وقت خوفِ خدا سے ہاتھ کو کھینچ لیا اور چولھے پر رکھی ہوئی دیگ کے اندر داخل
کر دیا۔ اس عورت نے پوچھا تو کیا کر رہا ہے؟ اس عابد نے جواب دیا میں اپنے ہاتھ

کو اس غلطی کی سزا کے طور پر جلا رہا ہوں۔ پس وہ عورت جلدی سے باہر نکلی اور
بنی اسرائیل کو خبر دی کہ عابد اپنے ہاتھ کو جلا رہا ہے۔ جب وہ لوگ آئے تو دیکھا کہ
اس کا تمام ہاتھ جل چکا تھا۔

۵۔ حارثہؓ بن مالک صحابی کا قصہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلعم
نے صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد حارثہ بن مالک کی طرف دیکھا جس کا سر متواتر بیداری
کی وجہ سے نیچے گر رہا تھا (اُونگھ رہا تھا) اور اس کے چہرے کا رنگ زرد ہو چکا تھا۔
اس کا بدن کمزور اور آنکھیں اندر دھنس چکی تھیں۔ آنحضرت صلعم نے اس جوان سے
پوچھا تو نے کس حالت میں صبح کی اور اب تیرا کیا حال ہے؟ حارثہ نے عرض کی یا رسول اللہ
صلعم، میں نے صبح یقین کے ساتھ کی۔ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہر دعوٰی کی دلیل ہوتی
ہے، تیرے اس یقین پر کیا دلیل ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم میرے یقین
پر وہ چیز گواہ ہے جو مجھے متواتر غمگین اور پریشان رکھتی ہے، راتوں کو بیداری اور
دنوں کو روزہ رکھنے پر آمادہ رکھتی ہے اور اسی یقین کی وجہ سے میرا دل اس دنیا سے
اکتا چکا ہے اور تمام دنیاوی چیزوں کو میرا دل مکروہ اور بُرا خیال کرتا ہے اور میرا خدا
پر یقین اس درجہ پہنچ چکا ہے گویا میں قیامت کے دن کے حساب کے لیے بنائے
گئے عرش کو بچشمِ خود دیکھ رہا ہوں اور تمام محشور لوگ میری آنکھوں کے سامنے ہیں اور
اُن کے درمیان کھڑا اہلِ بہشت کو کرسیوں پر بیٹھے بہشت کی نعمتوں سے مستفیض
تکیے لگائے ایک دوسرے سے محبت بھری گفتگو میں مشغول دیکھ رہا ہوں۔ اسی
طرح اہلِ جہنم کو بھی جہنم کے اندر عذاب میں مبتلا فریاد کرتے دیکھ رہا ہوں۔ گویا
جہنم کی وحشتناک آواز اب بھی میرے کانوں میں آ رہی ہے۔ پس حضرت رسول اکرمؐ

نے اپنے صحابہ کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا، دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو نورِ ایمان سے کس طرح روشن کر دیا ہے اور بعد ازیں آپ نے حارثہؓ سے ارشاد فرمایا:

اے حارثہ! تو اپنی اس حالت پر ہمیشہ کے لیے ثابت قدم رہ۔ اس جوان نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم! آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب کرے۔ پس آپ نے دعا فرمائی۔ پھر چند روز کے بعد حضورؐ نے اسے حضرت جعفر طیارؓ کے ساتھ جہاد کے لیے بھیجا اور وہ نو آدمیوں کے بعد درجۂ شہادت پر فائز ہوا۔

حدیثِ ابو درداؓ و مناجات حضرت امیر علیہ السلام

ابن بابویہ عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا ایک دن رسولِ اکرم صلعم صحابہؓ کے مجمع میں تشریف فرما تھے کہ ہم اہلِ بدر اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عبادات و اعمال کا تذکرہ کرنے لگے۔

ابو دردا نے کہا، اے قوم! میں چاہتا ہوں کہ تمھیں ایسے شخص کا پتہ بتاؤں جس کی دولت تمام صحابیوں سے کم ہے لیکن اس کے اعمال اور عبادات سب سے زیادہ ہیں۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون شخص ہے۔ ابو درداؓ نے کہا وہ علیؑ بن ابی طالب ہیں جب اس نے امیر المومنینؑ کا نام لیا تو تمام لوگوں نے اس کی طرف سے منھ پھیر لیا۔ اس پر ایک انصاری نے کہا، اے ابو دردا، تو نے آج ایک ایسی بات کہی ہے جس میں تیرا کسی نے ساتھ نہیں دیا۔ اس نے جواب دیا۔ میں نے جو کچھ دیکھا تھا تم سے وہی بیان کیا اور تم بھی وہی کہتے ہو جو کچھ تم نے دوسروں سے سنا ہے (کلام بقدر معرفت ہے) میں ایک شب بنی نجار کے نخلستان میں حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے ساتھیوں سے دور کھجوروں کے درختوں کے پیچھے چھپے ہوئے ہیں اور دردناک و غمناک آواز کے ساتھ کہہ رہے ہیں:

"اے اللہ! مجھ سے کتنے ہلاک کر دینے والے گناہ سرزد ہوئے ہیں اور بجائے اس کے کہ تو مجھے ان گناہوں کی سزا دیتا تو نے حلم سے کام لیا اور مجھ سے کتنی برائیاں ہوئیں مگر تو نے مجھے رسوا و ذلیل نہ کیا بلکہ مجھ پر رحم کیا۔ اے اللہ! اگر میری یہ عمر تیری معصیت میں گذر گئی اور میرے نامۂ اعمال میں گناہ زیادہ ہوتے گئے تو میں تیری بخشش اور خوشنودی کے علاوہ کسی اور چیز کی خواہش نہ کروں گا۔"

پس میں نے اس آواز کا تعاقب کیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ آواز حضرت امیر علیہ السلام کی ہے۔ لہٰذا میں اس آواز کو سننے کے لیے درختوں میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام نماز کی بہت سی رکعتیں پڑھ رہے ہیں اور جب بھی نماز سے فارغ ہوتے ہیں تو وہ دعاؤں، آرزوؤں اور رونے میں لگ جاتے ہیں۔ حضرت علیؑ کی وہ دعائیں جو رات کو پڑھ رہے تھے یہ ہیں:

"اے اللہ! جب میں تیری بخشش اور مہربانی کو یاد کرتا ہوں تو گناہ مجھ پر آسان معلوم ہوتے ہیں اور جب میں تیرے سخت عذاب کو یاد کرتا ہوں تو یہ گناہ مجھ پر بڑی مصیبت بن جاتے ہیں۔ ہائے افسوس! جس دن میں اپنے ان بھولے ہوئے گناہوں کو نامۂ اعمال میں قیامت کے دن لکھا ہوا پاؤں گا جنھیں تو نے اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ لکھ رکھا ہے۔ ہائے افسوس! اس وقت پر جب وقت تو فرشتوں کو حکم دے گا کہ اسے پکڑ لو، مجھے اس طرح پکڑے اور قید کیے جانے پر افسوس ہے۔ قیدی بھی ایسا جس کے گناہ کی پاداش میں اُس کے کنبہ کو بھی نجات نہ مل سکے گی۔ اور اس کا قبیلہ اس کی فریاد رسی کے لیے نہ پہنچ سکے گا اور اس کی اس حالتِ زار پر تمام اہل محشر رحم کھائیں گے۔ ہائے وہ آگ جو جگر اور گردوں

کو جلا دیتی ہے۔ ہائے وہ آگ جو سر کی کھوپڑی کو جلا دیتی ہے۔"

پس حضرت علیؑ اس کے بعد بہت روئے حتیٰ کہ مجھے حضرت امیر علیہ السلام کی آواز تک سنائی نہ دی۔ میں نے اپنے دل میں کہا، شاید زیادہ بیداری کی وجہ سے حضرت کو نیند آگئی ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ حضرت علی علیہ السلام کو صبح کی نماز کے لیے بیدار کروں۔ میں نے آپ کو بہت حرکت دی، مگر آپ نے حرکت نہ کی اور خشک لکڑی کی طرح آپ کا بدن بے حس ہو چکا تھا۔ میں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور دوڑ کر حضرت فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے خانہ پر جا کر اطلاع دی اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا تمام قصہ کہہ سنایا۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ اے ابو درداء! خوفِ خدا کی وجہ سے حضرت کی حالت عموماً اسی طرح ہو جاتی ہے۔ پس میں پانی لے گیا اور حضرتؑ کے چہرہ پر چھڑکا تو وہ ہوش میں آگئے اور نظر اٹھا کر میری طرف دیکھا تو میں رو رہا تھا۔ حضرتؑ نے مجھ سے رونے کی وجہ پوچھی تو میں نے جو کچھ دیکھا تھا کہہ سنایا اور عرض کی کہ یہی میرے رونے کی وجہ ہے تو حضرت علیؑ نے فرمایا:

"اے ابو درداء! کیا تو نے سمجھ لیا ہے کہ میں ضرور جنت میں جاؤں گا جس وقت تمام گناہگار اپنے عذابوں کا یقین کر چکیں گے اور بڑے تُند خُو اور سخت مزاج فرشتے مجھے اپنے گھیرے میں لیے ہوں گے اور خدائے جبار کے نزدیک لے جائیں گے اور اس حالت میں تمام دوست مجھے اکیلا چھوڑ دیں گے اور تمام اہلِ دنیا مجھ پر رحم کریں گے، کیا تو بھی اُس دن ایسی حالت میں مجھ پر رحم کرے گا جبکہ میں بطور مجرم اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہوں گا جس پر کوئی راز پوشیدہ نہ ہو گا۔"

پس ابو درداء نے کہا، خدا کی قسم میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے کوئی بھی اتنا عبادت گذار نہیں دیکھا۔

میں اس مناجات کا تذکرہ ان ہی الفاظ کے ساتھ مناسب سمجھتا ہوں، جن الفاظ کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام نے اس رات اپنی زبانِ مبارک سے ادا کی تھی۔ تاکہ ہر شخص رات کی تاریکی میں نمازِ شب کے دوران وہ مناجات پڑھے۔ چنانچہ شیخ بہائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مِفْتَاحُ الْفَلَاح میں اس مناجات کو اس طرح لکھا ہے:

اِلٰهِیْ كَمْ مِنْ مُوْبِقَةٍ حَلُمْتَ عَنْ مُقَابَلَتِهَا بِنِعْمَتِكَ وَكَمْ مِنْ جَرِيْرَةٍ تَكَرَّمْتَ عَنْ كَشْفِهَا بِكَرَمِكَ اِلٰهِیْ اِنْ طَالَ فِیْ عِصْيَانِكَ عُمْرِیْ وَعَظُمَ فِی الصُّحُفِ ذَنْبِیْ فَمَا اَنَا بِمُؤَمِّلٍ غَيْرَ غُفْرَانِكَ وَلَا اَنَا بِرَاضٍ غَيْرَ رِضْوَانِكَ اِلٰهِیْ اُفَكِّرُ فِیْ عَفْوِكَ فَتَهُوْنُ عَلَیَّ خَطِيْئَتِیْ ثُمَّ اَذْكُرُ الْعَظِيْمَ مِنْ اَخْذِكَ فَتَعْظُمُ عَلَیَّ بَلِيَّتِیْ اٰهْ اِنْ اَنَا قَرَأْتُ فِی الصُّحُفِ سَيِّئَةً اَنَا نَاسِيْهَا وَاَنْتَ مُحْصِيْهَا فَتَقُوْلُ خُذُوْهُ فَيَا لَهُ مِنْ مَاْخُوْذٍ لَا تُنْجِيْهِ عَشِيْرَتُهُ وَلَا تَنْفَعُهُ قَبِيْلَتُهُ اٰهْ مِنْ نَارٍ تُنْضِجُ الْاَكْبَادَ وَالْكُلٰى اٰهْ مِنْ نَارٍ نَزَّاعَةٍ لِلشَّوٰى اٰهْ مِنْ غَمْرَةٍ مِنْ لَهَبَاتِ لَظٰى

مومنین کی تنبیہ کیلیے چند امثال

مثلِ اوّل

بلوہر کہتا ہے کہ ایک مرتبہ کوئی شخص جنگل میں جا رہا تھا کہ ایک مست ہاتھی اس کے پیچھے ہولیا۔ وہ شخص ڈر کے مارے بھاگنے لگا لیکن ہاتھی نے بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ جب اس آدمی نے دیکھا کہ ہاتھی بالکل قریب آگیا ہے تو سخت مضطرب ہوا۔ دیکھا کہ قریب ہی ایک غیر آباد کنواں تھا جس کے کنارے کھڑے ہوئے درخت کی شاخیں اس میں جھکی ہوئی تھیں۔ وہ اس کی شاخوں کو پکڑ کر کنوئیں میں لٹک گیا۔ جب اس نے ان شاخوں کی طرف نظر کی تو اسے معلوم ہوا کہ دو بڑے بڑے چوہے جن میں ایک سفید اور دوسرا سیاہ ہے، ان ٹہنیوں کو تیزی سے کاٹ رہے ہیں۔ جب پاؤں کے نیچے نظر کی تو چار اژدہے اپنے سوراخوں سے باہر نکل رہے تھے اور جب کنوئیں کے اندر دیکھا تو ایک بڑا اژدہا اپنے منھ کو کھول کر اسے نگلنے والا تھا۔ جب اوپر کو سر اُٹھایا تو ایک شاخ شہد سے بھری ہوئی نظر آئی۔ وہ اس شہد کو چوسنے میں مشغول ہوگیا۔ پس اس شہد کی شیرینی اور لذت نے اس آدمی کو ان سانپوں کے خطرات سے غافل کر دیا جو کسی وقت بھی اس کا کام تمام کر سکتے تھے۔ پس وہ کنواں دنیا ہے جو مصیبتوں اور بلاؤں سے پُر ہے اور ٹہنیاں انسان کی عمر ہے اور وہ سیاہ و سفید چوہے دن اور رات ہیں جو انسان کی عمر کو مسلسل کاٹ رہے ہیں اور وہ سانپ انسان عناصر اربعہ ہیں جن سے انسان مرکب ہے اور وہ

سوداؔ، صفراؔ، بلغمؔ اور خونؔ ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی علم نہیں کہ کب اور کس عنصر کی وجہ سے وہ ہلاک ہو جائے گا۔ اور وہ اژدہا انسان کی موت ہے جو ہمیشہ اس کے انتظار میں ہے اور شہد جس کو چوسنے میں مگن ہے وہ اس دنیا کی لذتیں اور عیش و آرام ہے۔

انسان کے موت سے غافل ہونے اور موت کے بعد والے عذاب سے بے پروا اور دنیا کی لذتوں میں مگن رہنے کی مثال مذکورہ بالا مثال سے بہتر نہیں ہو سکتی۔ ہمیں اس مثال کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے، شاید کسی وقت اس خواب غفلت سے بیداری کا سبب بن جائے۔

حضرت امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ ایک دن وہ بصرہ کے بازار میں جا رہے تھے تو لوگوں کو خرید و فروخت میں مشغول دیکھ کر بہت روئے اور ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا، اے دنیا کے غلامو! اور اے اہلِ دنیا کے حاکو! تم تو اپنے دنوں کو جھوٹی قسمیں کھانے اور سوداگری میں اور راتوں کو میٹھی نیند میں گذار دیتے ہو اور ان لذات کی وجہ سے آخرت کے عذاب سے غافل ہو۔ تم کس دن سفر آخرت کے لیے زادِ راہ مہیا کرو گے اور کب اپنی آخرت اور معاد کی فکر کرو گے؟

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس جگہ چند اشعار ذکر کروں۔ طوالت کے خوف سے صرف ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

۱۔ اے اپنی عمر عزیز کو غفلت میں گذارنے والے انسان تو نے کون سے اعمال آخرت کے لیے کیے ہیں اور تیرے وہ اعمال کہاں ہیں۔

۲۔ اے انسان یہ تیرے سفید بال تیری موت کے قاصد ہیں۔ اب تو ہی بتا کہ آخرت کے طویل سفر کے لیے تیرے پاس کس قدر زادِ راہ ہے۔

۳۔ تجھے علم و عمل کے لحاظ سے فرشتہ ہونا چاہیے تھا لیکن تو نے اپنی کوتاہ ہمت اور طاقت کے سہارے دنیا میں مکر و فریب کا جال بچھا رکھا ہے

۴۔ تجھے کس طرح حورانِ جنت کی صحبت حاصل ہو گی جبکہ تو حیوانوں کی طرح معمولی گھاس اور پانی کی طرف لپکتا ہے۔ (چوپایہ خصلت ہے)

۵۔ یہ دنیا چند روزہ ہے تو کوشش کر، تاکہ کہیں اللہ تعالیٰ کے انعامات سے محروم نہ ہو جائے۔

شیخ المشائخ نظامی گنجوی کے اشعار کا ترجمہ

۱۔ اے نظامی تو بچپن کی باتوں کو چھوڑ، کیونکہ بچپن کی حالت تو مستی اور مدہوشی کا وقت تھا

۲۔ جب انسان کی عمر بیس یا تیس سال ہو جائے تو پھر اسے غافل اور سُست نہیں ہونا چاہیے۔

۳۔ انسان کے لیے چالیس سال تک عیش و آرام ہوتا ہے۔ چالیس سال کے بعد انسان کے بال گرنے لگتے ہیں۔ (کمزوری)

۴۔ اور پچاس سال کے انسان کی تندرستی اور صحت جواب دے جاتی ہے آنکھیں دھنس جاتی ہیں اور پاؤں میں سُستی آجاتی ہے۔

۵۔ اور جب ساٹھ سال کو پہنچ جاتا ہے تو وہ ہر کام کو چھوڑ کر بیٹھ جاتا ہے اور جب ستر سال کو پہنچتا ہے تو اس کا نظامِ تنفس بالکل مفلوج ہو جاتا ہے۔

۶۔ اور جب اسّی اور نوّے سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو ہر قسم کی بیماریاں اور تکالیف گھیر لیتی ہیں۔

۷۔ اگر وہ سو (۱۰۰) سال کو پہنچ جائے تو اس کی زندگی اس کے لیے موت ہوتی ہے۔

۸۔ سو (۱۰۰) سال کی عمر میں وہ شکاری کتا جو ہرنوں کو کبھی دوڑ کر پکڑتا تھا، اب کمزوری کی وجہ سے اس کو ہرن بھی پکڑ سکتا ہے اور اس پر غالب آسکتا ہے۔

۹۔ اے انسان جب تیرے بال سفید ہونے لگیں تو سمجھ لے کہ اب تیری مایوسی کے دن آ رہے ہیں۔

۱۰۔ اب تیرا کفن پوش جسم روئی کی طرح ہو گیا ہے لیکن اب بھی روئی کے ٹکڑے کو اپنے کان سے باہر نہیں نکال رہا ہے۔ (موت سر پر ہے اور مُعطر رہنے کا شوق اب بھی بدستور ہے)

کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے

۱۔ نیلگوں فلک کی گردش کی وجہ سے میری عمر کے ساٹھ سال گذر چکے ہیں۔

۲۔ اس گذشتہ زندگی میں ہر سال کے خاتمہ پر گذری ہوئی خوشیوں پر افسوس کرتا ہوں۔

۳۔ میں اس زمانے کی گردش پر خوش ہوں کیونکہ اس نے مجھے سب کچھ دے کر چھین لیا ہے۔

۴۔ میرے ہاتھ پاؤں کی طاقت جواب دے چکی ہے اور میرے چہرے کا رنگ اُڑ گیا ہے اور بال سفید ہو گئے ہیں۔

۵۔ ثریا نے اپنا تعلق مجھ سے توڑ لیا اور میرے دانتوں کی چمک بھی آہستہ آہستہ جاتی رہی۔ (یعنی میرا تعلق ثریا سے تھا، اب بڑھاپے نے سب کچھ لے لیا، یہاں تک کہ دانتوں کی چمک بھی۔

۶۔ یہ بالکل درست ہے دنیا دھوکہ ہے کیونکہ اس میں گناہ کا بوجھ زیادہ اور اُمید لمبی ہو جاتی ہے۔ (گناہ کی بخشش کی امید پر گناہ زیادہ کرتا ہے)

۷۔ دنیا میں کوچ کا نقارہ بج رہا ہے اور تمام ہمسفر اپنے اپنے سفر پر چلے جا رہے ہیں۔

۸۔ ہائے افسوس قیامت کے لیے زادِ راہ نہیں ہے کیونکہ سفر طویل ہے۔

۹۔ میرے کندھوں پر (گناہوں کا) بوجھ پہاڑ سے بھی وزنی ہے بلکہ پہاڑ بھی میرے اس بوجھ پر تعریف کرتے ہیں (کہ کس قدر بوجھ اُٹھائے ہوئے ہے)

۱۰۔ میرے گناہوں کی بخشش کوئی مشکل کام نہیں۔ (کیونکہ وہ غفور الرحیم ہے) یہ مثل مشہور ہے کہ سیلاب کے دامن میں کبھی کبھی بہار بھی ہوتی ہے۔

۱۱۔ اے میرے پروردگار اگر تیری مہربانی اور فضل میری دستگیری نہ کرے اور صرف میری

پاک دامنی پر مجھے چھوڑ دے۔

۱۲۔ تو ایسی حالت میں میں سیدھا جہنم میں جاؤں گا اور قیامت کے دن آگ میں ڈالا جاؤں گا (یعنی اے اللہ اگر تو مہربانی کرے تو جنت میں جا سکتا ہوں اور اگر عدل کرے تو میرے اعمال کی کوتاہی مجھے جہنم میں پہنچا دے گی۔)

۱۳۔ اے پروردگار میں بے وقوف انسان اپنے کیے پر نادم ہوں۔ کیوں کہ میں گناہوں کے سمندر میں غوطے لگا رہا ہوں۔

۱۴۔ میرے اللہ تو ہی میرا خالق و محسن ہے اور بخشنے والا ہے کیوں کہ تو ہی اپنی بخشش اور رحمت سے انسان کو نوازتا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَبْنَاءُ الْاَرْبَعِیْنَ زَرْعٌ قَدْ اَنٰی حِصَادُہٗ وَاَبْنَاءُ الْخَمْسِیْنَ مَاذَا قَدَّمْتُمْ وَمَاذَا اَخَّرْتُمْ وَاَبْنَاءُ السِّتِّیْنَ ھَلُمُّوْا اِلَی الْحِسَابِ وَاَبْنَاءُ السَّبْعِیْنَ عُدُّوْا اَنْفُسَکُمْ فِی الْمَوْتٰی۔

"رسول اکرم صلعم نے فرمایا کہ جن لوگوں کی عمر چالیس سال ہو جائے وہ اس کھیتی کی طرح ہیں جس کے کاٹنے کا موسم قریب ہو اور پچاس سالہ لوگوں کو آواز آتی ہے کہ تم نے اپنے آگے کون سے اعمال بھیجے اور پیچھے کیا رکھا اور ساٹھ سالہ کو حکم ہوتا ہے کہ قیامت کے حساب کے لیے بڑھو اور ستر سالہ کو آواز آتی ہے کہ تم اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو۔"

حدیث میں آیا ہے کہ مرغ اپنی زبان میں کہتا ہے، اے غافلو! اللہ کا نام لو اور اسے یاد کرو۔

ہنگام سفیدہ دم خروس سحری — دانی چرا ہمی کند نوحہ گری

نمودند در آئینہ صبح — کز عمر شبی گذشت و تو بے خبری

ترجمہ: "کیا تو جانتا ہے کہ صبح صادق کے وقت مرغ کس وجہ سے نوحہ گر ہوتا ہے۔ کیونکہ اسے صبح کے آئینہ میں نظر آتا ہے کہ تیری عمر بقدر ایک رات کم ہو گئی ہے لیکن تو ابھی بے خبر ہے۔"

شیخ جامیؒ نے کتنا اچھا کہا ہے

دلا تا کے درایں کاخ مجازی — کنی مانند طفلاں خاک بازی

اے دل تو کب تک اس مجازی محل (دنیا) کے اندر بچوں کی طرح مٹی سے کھیلتا رہے گا

توئی آں دست پرور مرغ گستاخ — کہ بودت آشیاں بیروں ازایں کاخ

تو ہی گستاخ پرندے (نفس) کی پرورش کرنے والا ہاتھ ہے۔ حالاں کہ تیرا مقام (یہاں نہیں بلکہ) اس محل سے باہر ہے (آخرت)

چرا زاں آشیاں بیگانہ گشتی — چو دوناں مرغ ایں ویرانہ گشتی

تو اس آشیانے (آخرت) سے کیوں بیگانہ ہو گیا ہے اور رذیل پرندوں کی طرح اس ویرانے (دنیا) میں سرگرداں ہے۔

بیفشاں بال و پرز آمیزش خاک — بپر تا کنگرہ ایوانِ افلاک

اپنے پر و بال اس دنیا کی آلائشوں سے پاک کر تاکہ تو ایوانِ افلاک (عرش) کے کنگروں تک پرواز کر سکے۔

ببیں در رقص ارزق طیلسانان — ردائے نور بر عالم فشاناں

تو اس نیلے آسمان کو رقص میں دیکھے گا اور اس دنیا پر نورانی چادر ڈال دے گا۔

ہمہ دورِ جہاں روزی گرفتہ — بمقصد راہ فیروزی گرفتہ

اس دنیا کے ہر دور میں لوگوں کو روزی ملتی رہی ہے اور اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرتے رہے ہیں۔

خلیل آسا در ملکِ یقیں زن — نوائے لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ زن

اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح سلطنتِ یقین میں یقین کے ساتھ رہ اور ان کی طرح لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ (میں ڈوبنے والوں کو دوست نہیں رکھتا) کا نعرہ لگا۔

قصہ بلوہر و داستانِ بادشاہ

مثلِ دوم

دنیا اور اہلِ دنیا کی مثال کہ انھوں نے دنیا کے ساتھ دل لگا کر کس طرح دھوکا کھایا ہے۔

بلوہر نے کہا ہے کہ کسی شہر میں لوگوں کی یہ عادت تھی کہ وہ کسی ایسے اجنبی شخص کو جو اُن کے حالات سے بے خبر ہوتا، تلاش کر کے لاتے اور ایک سال کے لیے اُسے بادشاہ اور حاکم بنا لیتے۔ وہ شخص جب تک ان کے حالات سے بے خبر رہتا اور خیال کرتا کہ وہ ہمیشہ کے لیے ان پر حکومت کرتا رہے گا۔ جب ایک سال گذر جاتا تو اہلِ شہر اُسے خالی ہاتھ ننگا کر کے شہر بدر کر دیتے اور وہ ایسے مصائب و آلام میں مبتلا ہو جاتا جن کا اس کے دل میں کبھی خیال بھی نہ گذرا ہوتا اور اس مدت میں وہ بادشاہ مصائب میں گھرا ہوا ان اشعار کا مصداق نظر آتا۔

اے کردہ شرابِ حُبِّ دنیا مستت — ہشیار نشیں کہ چرخ سازِ پستت
مغرور جہاں مشو کہ چوں رنگِ حنا — بیش از دو سہ روزی نبود در دستت

ترجمہ: "اے انسان تجھے حُبِّ دنیا کی شراب نے مست کر رکھا ہے، اب ہوشیار ہو جا کہ آسمان اب تجھے ذلیل و رُسوا کرنے والا ہے۔
تو دنیا کی اس عارضی حکومت پر تکبّر نہ کر کیونکہ یہ مہندی کے رنگ کی طرح دو تین دن کے بعد تیرے ہاتھ میں نہ رہے گی۔"

ایک دفعہ انھوں نے ایک اجنبی کو اپنا حاکم و بادشاہ مقرر کیا۔ وہ آدمی اپنی فراست و ذہانت کی وجہ سے سمجھ گیا کہ میں ان میں ناواقف اور اجنبی ہوں لہٰذا اُن سے اُنس پیدا نہ کیا۔ اُس نے ایک ایسے شخص کو بلایا جو اس کے شہر کا رہنے والا تھا اور ان لوگوں کے حالات سے باخبر تھا۔ اُس سے اپنے بارے میں شہر والوں کے رویہ کے متعلق دریافت کیا۔ اس آدمی نے کہا کہ ایک سال کے بعد یہ لوگ تجھے فلاں جگہ پر خالی ہاتھ بھیج دیں گے۔ لہٰذا میں تجھے مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں کہ اس دوران تجھ سے جس قدر ممکن ہو سکے مال و دولت اس جگہ اکٹھا کر لے تاکہ جب ایک سال کے بعد تجھے وہاں بھیجا جائے تو اس مال و دولت کے باعث آرام و سکون کی زندگی بسر کر سکے۔ بادشاہ نے اس کے مشورے کے مطابق عمل کیا۔ جب ایک سال گذر گیا اور اسے شہر بدر کر دیا گیا تو وہ اس مقام پر پہنچ کر اپنے پہلے سے بھیجے ہوئے مال کی بدولت عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے لگا۔

حق تعالیٰ کا قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ۝

"جو اعمال صالح بجا لاتا ہے وہ شخص اپنے نفس کے آرام و آسائش کے لیے کرتا ہے۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ آدمی کے اعمالِ صالح اس عمل کرنے والے سے پہلے جنت میں پہنچ جاتے ہیں اور اس کے لیے مکان تیار کرتے ہیں۔ حضرت امیرالمومنینؑ اپنے مختصر ارشادات میں فرماتے ہیں:

يَا ابْنَ اٰدَمَ كُنْ وَصِيَّ نَفْسِكَ وَاعْمَلْ فِيْ مَالِكَ مَا تُؤْثِرُ اَنْ يَعْمَلَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِكَ

"اے فرزندِ آدمؑ تو اپنے نفس کا خود وصی بن جا اور اپنے مال

سے ایسا کام کر کہ وہ تیرے بعد بھی مؤثر ثابت ہو جبکہ مال تیرے ہاتھ میں نہ ہوگا۔"

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

برگ عیشی بگور خویش فرست — کس نیارد زپس تو پیش فرست

قبر میں جانے سے پہلے زندگی کے پتّے (اعمال صالح) وہاں بھیج کیونکہ تیرے چلے جانے کے بعد (موت) کوئی نہیں تجھے بھیجے گا۔

خور و پوش و بخشای و روزی رساں — نگہ می چہ داری زبہر کساں

تجھے اپنے لیے لباس اور کھانے پینے کا سامان اور روزی خود مہیا کرنی چاہیے بخلاف اس کے تو لوگوں کے اموال پر نظر جمائے ہوئے ہے (کہ وہ بھیجیں گے)

زر و نعمت اکنوں بدہ کان تست — کہ بعد از تو بیرون زفرمان تست

تو اپنا مال و دولت اس سے قبل راہِ خدا میں دے جبکہ یہ تیرے ہاتھ سے چلا جائے۔ (یعنی تجھے موت آجائے)

تو با خود ببر توشہ خویشتن — کہ شفقت نیاید زفرزند و زن

تو اپنا خرچ خود اپنے ساتھ لے جا کیونکہ بعد میں کوئی فرزند یا زوجہ خرچ نہیں دیتا۔

غمِ خویش در زندگی خور کہ خویش — بمردہ نپرداز د از حرص خویش

تجھے اپنی آخرت کی فکر زندگی کے دوران کرنی چاہیے کیونکہ مردہ آدمی کچھ نہیں کرسکتا

بغم خوارگی سر انگشت تو — نخارد کسے درجہان پشت تو

تیرے بعد آخرت میں اس دنیا کا کوئی شخص انگلی کے پورے کے برابر بھی تیری امداد نہ کرسکے گا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ کُلَّ امْرِئٍ عَلٰی مَا قَدَّمَ قَادِمٌ وَعَلٰی مَا خَلَّفَ نَادِمٌ۔

"رسولِ پاکؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم اچھی طرح جان لو کہ ہر شخص اپنے

بھیجے ہوئے اعمال کی طرف بڑھنے والا ہے اور دنیا میں چھوڑے ہوئے پر پشیمان ہونے والا ہے۔"

امالی مفید نیشاپوری اور تاریخ بغداد سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور ان سے نصیحت طلب کی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی حضرت علی علیہ السلام کو دکھائی تو آپ نے اس پر روشن خط میں یہ لکھا ہوا دیکھا:

قَدْ کُنْتَ مَیْتًا فَصِرْتَ حَیًّا — وَعَنْ قَلِیْلٍ تَعُوْدُ مَیْتًا

فَابْنِ الدَّارَ الْبَقَاءِ بَیْتًا — وَدَعْ لِدَارِ الْفَنَاءِ بَیْتًا

ترجمہ: "تو مردہ تھا، خلاقِ عالم نے تجھے زندگی عطا کی اور عنقریب تو پھر مردہ ہوجائے گا۔ دارالبقاء (آخرت) کے لیے گھر تیار کر اور دارالفناء (دنیا) کے گھر کی تعمیر چھوڑ دے۔"

بادشاہ اور وزیر کا قصہ

مثلِ سوم

کہتے ہیں کہ ایک عقل مند صاحبِ فہم و فراست اور مہربان بادشاہ تھا۔ وہ ہمیشہ رعیّت کی اصلاح میں کوشاں رہتا اور ان کے معاملات کی تہہ تک پہنچ جاتا اور اس کا وزیر صداقت و دیانت سے متصف اصلاحِ رعیت میں بادشاہ کا بہترین معاون تھا اور وہ اس کا بہترین معتمد اور مشیر تھا۔ دونوں ایک دوسرے سے کوئی راز مخفی نہ رکھتے تھے۔ وزیر علماء و صالحین کی خدمت سے بہرہ ور تھا اور ان سے حق کی باتیں سُن چکا تھا اور دل و جان سے ان پر قربان تھا۔ اس کا دل ترک دنیا کی طرف

راغب تھا۔ لیکن بطور تقیہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بتوں کی تعظیم اور سجدہ کیا
کرتا تھا تاکہ بادشاہ ناراض ہو کر اسے جانی نقصان نہ پہنچائے۔ بادشاہ کی انتہائی مہربانی
اور شفقت کے باوجود وہ اس کی گمراہی اور ضلالت سے عموماً غمگین اور افسردہ رہا کرتا
تھا اور وہ ایسے موقع کی تلاش میں تھا کہ کہیں مناسب وقت میں فرصت کے لمحات میسّر
آئیں تاکہ وہ بادشاہ کو ہدایت و نصیحت کر سکے۔ حتیٰ کہ ایک رات جب تمام لوگ سو چکے
تو بادشاہ نے وزیر سے کہا آؤ سوار ہو کر شہر کا چکّر لگائیں تاکہ پتہ چل سکے کہ لوگ کیسی
زندگی گذار رہے ہیں اور کندھوں پر جو بوجھ ہے، اس کے آثار ملاحظہ کریں۔ وزیر نے
کہا بہت اچھا خیال ہے۔

پس دونوں سوار ہو کر شہر کا چکّر لگانے لگے۔ اس سیر کے دوران جب وہ ایک
مزبلہ کے قریب پہنچے تو بادشاہ کی نظر اس روشنی پر پڑی جو مزبلہ کی طرف سے آرہی تھی
بادشاہ نے وزیر سے کہا، ہمیں اس روشنی کا پیچھا کرنا چاہیے تاکہ اس کی پوری کیفیت
معلوم کر سکیں۔ پس وہ گھوڑوں سے اتر کر پیدل چلنے لگے حتیٰ کہ وہ اس جگہ پر پہنچے
جہاں سے روشنی آرہی تھی۔ جب انھوں نے اس سوراخ سے دیکھا تو ایک بدہیئت
فقیر بوسیدہ لباس پہنے مزبلہ پر گندگی کا تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور ہاتھ میں طنبورہ
لیے بجا رہا ہے اور سامنے مٹی کا شراب سے پُر لوٹا پڑا ہے۔ اس کے سامنے بدخلقت
و بدہیئت، بوسیدہ لباس پہنے ایک عورت کھڑی ہے جب وہ فقیر شراب طلب کرتا
ہے تو وہ عورت ساقی کے فرائض سرانجام دیتی ہے اور جب وہ اپنا طنبورہ بجاتا ہے
تو وہ عورت ناچنا شروع کر دیتی ہے۔ جب وہ شراب نوش کرتا تو عورت اس کی
مدح سرائی کرتی جیسا کہ لوگ بادشاہوں کی تعریف کرتے ہیں اور کبھی اس عورت
کی مدح سرائی کرتا اور سیدۃ النساء کے القاب سے نوازتا۔ وہ دونوں ایک دوسرے
کے حسن و جمال کی تعریف کرتے اور نہایت خوشی و سرور کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

بادشاہ اور وزیر کافی دیر تک ان کے پاس کھڑے ان کا تماشہ دیکھتے رہے اور وہ
ان کی کثافت کے باوجود لذت و خوشی پر متعجب ہو رہے تھے۔ بعد ازاں وہ واپس
پلٹے تو بادشاہ نے وزیر سے کہا، میرے خیال میں ہم دونوں نے اس قدر خوشی اور
لذت نہ اٹھائی ہو گی جتنی یہ مرد اور عورت ایسی کثیف حالت میں اس رات لطف
اندوز ہو رہے ہیں اور میرا گمان ہے کہ یہ ہر روز اسی طرح لطف اندوز ہوتے ہوں گے۔
جوں ہی وزیر نے بادشاہ سے یہ حقیقت آشنا الفاظ سُنے تو موقع کو غنیمت سمجھ کر کہا
اے بادشاہ سلامت! یہ ہماری دنیا اور آپ کی بادشاہت اور دنیاوی آرام و
سکون ان لوگوں کی نظروں میں جو حقیقی بادشاہ کو جانتے ہیں، اس ویران اور گندے گھر
کی طرح ہے۔ ہمارے مکان جن کو تعمیر کرنے میں ہم انتہائی محنت و کاوش سے کام
کرتے ہیں، ان لوگوں کی نظروں میں ایسے ہی ہے جیسے ہماری نظروں میں ان دو بدصورت
انسانوں کی شکل دکھائی دے رہی ہے اور ہمارا اس فانی دنیا کی عیش و عشرت میں مگن
رہنا حقیقت پسند لوگوں کی نظروں میں ایسا ہی ہے جیسا کہ یہ دونوں خوشی کے مواقع
میسّر نہ ہونے کی صورت میں خوشی منا رہے ہیں۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا، کیا تو ایسے
لوگوں کو جانتا ہے جو ان صفات سے متصف ہوں۔ وزیر نے جواب دیا ہاں! میں
ان لوگوں کو جانتا ہوں۔ بادشاہ نے پوچھا، وہ کون لوگ ہیں اور کہاں ہیں۔ وزیر نے
کہا، وہ ایسے اشخاص ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین کے عاشق اور مملکتِ آخرت اور اس
کی لذات سے واقف ہیں اور ہمیشہ آخرت کی سعادت کے طالب رہتے ہیں۔ بادشاہ
نے وزیر سے پوچھا آخرت کیا ہے؟

وزیر نے جواب دیا وہ ایسی لذت اور آرام ہے جس کے بعد سختی اور تکلیف
نہیں ہو گی۔ وہ ایسی دولت ہے جس کے بعد انسان کسی کا محتاج نہیں رہتا۔ پس
وزیر نے اختصار کے ساتھ ملکِ آخرت کے اوصاف بیان کیے۔ حتیٰ کہ بادشاہ

نے کہا، کیا تو اس سعادت کو حاصل کرنے اور اس منزل میں داخل ہونے کا کوئی وسیلہ بھی جانتا ہے۔ وزیر نے کہا ہاں وہ گھر ہر اس شخص کے نصیب میں ہوتا ہے جو اس راہ کی تلاش کرتا ہے۔

بادشاہ آخرت کا اس قدر مشتاق ہوا کہ وزیر سے کہنے لگا تو نے اس سے قبل مجھے اس گھر کی راہ کیوں نہ بتلائی اور ان اوصاف کو میرے سامنے کیوں نہ بیان کیا۔ وزیر نے عرض کیا، میں تیرے بادشاہی رُعب اور دبدبے سے ڈرتا تھا۔ بادشاہ نے کہا جو اوصاف تو نے میرے سامنے بیان کیے ہیں، یہ قابلِ سزا نہ تھے اور نہ ہی ضائع کرنے کے قابل تھے۔ بلکہ ان کی تحصیل کے لیے کوشش کرنی چاہیے تاکہ ہم ان اوصاف سے متصف ہو سکیں اور کامیابی و کامرانی ہو سکے۔ وزیر نے کہا بادشاہ سلامت! اگر آپ اجازت دیں تو میں مزید آخرت کے اوصاف بیان کروں تاکہ اس کے بارے میں آپ کا یقین اور پختہ ہو جائے۔

بادشاہ نے کہا بلکہ میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ آپ صبح و شام اسی کام میں لگے رہیں تاکہ میں کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہو جاؤں۔ اس قسم کی باتوں کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے کیونکہ یہ بہت عجیب و غریب کام ہے اور اسے آسان نہ سمجھنا چاہیے اور ایسے اچھے فریضہ سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ بعد ازاں وزیر نے اسی قسم کی باتوں سے بادشاہ کو نیکی کی تبلیغ کی اور سعادت ابدی پر فائز کر دیا۔

میں بطور تبرک اور مومنین کی بصیرت میں اضافہ کے لیے یہاں پر حضرت علی علیہ السلام کے خطبہ کے چند کلمات کا تذکرہ موزوں سمجھتا ہوں:

هٰذِهِ الدُّنْيَا الْخَدَّاعَةُ الْغَدَّارَةُ الَّتِي قَدْ تَزَيَّنَتْ بِحِلْيِهَا وَفَتَنَتْ بِغُرُورِهَا وَغَرَّتْ بِآمَالِهَا وَتَشَوَّقَتْ لِخُطَّابِهَا فَأَصْبَحَتْ كَالْعَرُوسِ الْمَجْلُوَّةِ وَالْعُيُونُ إِلَيْهَا

نَاظِرَةٌ وَالنُّفُوسُ بِهَا مَشْغُوفَةٌ وَالْقُلُوبُ إِلَيْهَا تَائِقَةٌ وَهِيَ لِأَزْوَاجِهِمْ كُلِّهِمْ قَاتِلَةٌ فَلَا الْبَاقِي بِالْمَاضِي مُعْتَبِرٌ وَلَا الْآخِرُ بِسُوءِ أَثَرِهَا عَلَى الْأَوَّلِ مُزْدَجِرٌ۔

"اے لوگو! اس فریب کار دنیا سے بچو کیوں کہ اس نے اپنے آپ کو محض اپنی زیب و زینت کے ذریعہ دلوں کو دھوکہ دے کر باطل کی طرف مائل کر رکھا ہے اور جھوٹے وعدوں کے ذریعہ تمھاری امیدوں کو چھین رکھا ہے۔ یہ دنیا ایک ایسی بناؤ سنگار والی عورت ہے جس نے محض اپنی شادی رچانے کے لیے ظاہری زینت سے دھوکہ دے رکھا ہے جو کہ اپنے حسن و جمال کے جلوہ کا پرتو دکھا کر تمام لوگوں کو اپنا گرویدہ اور عاشق بنانے اور پھر اپنے ہی ہاتھ سے پنپنے والے شوہروں کو تہس نہس کر ڈالے۔ پس نہ تو باقی اشخاص گذشتہ سے عبرت حاصل کرتے ہیں اور نہ ہی آخری لوگ اس کے متقدمین پر برے اثرات کی وجہ سے اپنے آپ کو اس کے اثر سے بچاتے ہیں۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ دنیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس نیلی آنکھوں والی عورت کی شکل میں آئی۔ حضرت نے اس سے پوچھا کہ تو نے کتنے شوہر کیے ہیں؟ اس نے جواب دیا، بے شمار ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا سب سے طلاق لی؟ اس نے کہا بلکہ تمام کو مار ڈالا۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا، افسوس ہے ان لوگوں پر جو آئندہ اس سے عقد کریں گے کہ وہ اس کے پہلے شوہروں سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

حضرت نے دنیا کی پستی اور کمینگی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے اپنے اولیاء اور دوستوں سے اس کو اپنے دشمنوں کے لیے چھوڑ دیا اسی لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھوک اور پیاس کی شدت کی وجہ سے پیٹ

پر پتھر باندھے دیکھ کر پسند فرمایا۔ موسیٰ کلیم اللہ نے بھوک کی وجہ سے گھاس کھا کر
گذارہ کیا۔ یہاں تک کہ گھاس کی سبزی آپ کے پیٹ سے نظر آتی تھی کیونکہ آپؑ کا
گوشت جھڑ گیا تھا اور جسم کی جلد پتلی ہو گئی تھی۔ آپ نبیوں اور ولیوں کا تذکرہ کرتے
ہوئے فرماتے ہیں کہ انبیاء تو اس دنیا کو بمنزلہ مردار سمجھتے تھے جس کا کھانا حلال
نہیں کہ وہ سیر ہو کر کھاتے مگر ضرورت کے وقت کھاتے کہ سانس آتا رہے اور
روح پرواز نہ کرے۔ (قُوْتٌ لَا یَمُوْتُ) یہ انبیاء کی نظروں میں ایسا مردار ہے
جس کے پاس سے گذرنے والا انسان اس کی بدبو سے بچنے کے لیے اپنے منھ اور
ناک کو ڈھانپ لیتا ہے تاکہ بدبو سے محفوظ رہے۔ اسی وجہ سے وہ دنیا اس قدر
حاصل کرتے تھے کہ وہ اپنی اصل منزل تک پہنچ سکیں اور اپنے آپ کو سیر نہیں کرتے
تھے۔ اور انبیاء ان لوگوں پر تعجب کرتے ہیں جو کہ دنیا کو اکٹھا کر کے اپنے شکم کو پُر
کرتے ہیں اور اپنے اس فعل پر راضی ہیں کہ وہ دنیا کی نعمت سے بہرہ ور ہیں۔

اے میرے بھائیو! خدا کی قسم یہ دنیا کسی کی خیر خواہ نہیں ہے بلکہ یہ تو مردار سے
بھی زیادہ گندی اور مکروہ ہے۔ لیکن جو چمڑا رنگنے کا کام کرتا ہے اُسے چمڑے کی بدبو
تکلیف دہ معلوم نہیں ہوتی کیونکہ وہ اس سے مانوس ہو جاتا ہے مگر وہاں سے گذرنے
والا سخت تکلیف اٹھاتا ہے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَ اِیَّاکَ اَنْ تَغْتَرَّ بِمَا تَرٰی مِنْ اِخْلَادِ اَھْلِھَا وَ
تَکَالُبِھِمْ عَلَیْھِمْ فَاِنَّھُمْ کِلَابٌ عَاوِیَۃٌ وَ سِبَاعٌ ضَارِیَۃٌ
یَھِرُّ بَعْضُھَا عَلٰی بَعْضٍ یَاْکُلُ عَزِیْزُھَا ذَلِیْلَھَا وَ کَبِیْرُھَا
قَلِیْلَھَا۔

"اے انسان! تو اہلِ دنیا کو دنیا کی طرف لپکتے دیکھ کر اس دنیا
کی طرف رغبت نہ کر کیونکہ وہ اس کی خاطر ایک دوسرے سے جھگڑتے

رہتے ہیں۔ وہ تو بھونکتے ہوئے کتے ہیں اور اپنے شکار کی طرف آوازیں
دیتے ہوئے بھاگنے والے درندے ہیں جو ایک دوسرے کو کھا رہے
ہیں۔ غالب اپنے مغلوب کو اور بڑا چھوٹے کو لقمۂ اجل بنا رہا ہے"۔
حکیم سنائی نے خوب اس مطلب کو نظم کیا ہے:

این جہاں بر مثال مردار یست — کرگسان گرد او ہزار ہزار

یہ دنیا ایک مردار کی مثال ہے کہ جس کے ارد گرد ہزاروں گدھیں کھانے کے
لیے آ بیٹھی ہیں۔

این مراں را ہمی زند مخلب — آں مرا این ہمی زند منقار

ان میں سے ایک دوسری کو پنجہ مار رہی ہے، دوسری اسے چونچ مار رہی ہے۔

آخر الامر بگذرند ہمہ — وز ہمہ باز ماند این مردار

آخر کار تمام گدھیں مردار کو چھوڑ کر چلی جاتی ہیں اور وہ مردار وہیں پڑا رہتا ہے۔

اے سنائی از این سگاں برزمیں — گوشہ ای گیر ازایں جہاں ہموار

اے سنائی اس جہاں (آخرت) کو سنوارنے کے لیے اس زمین کے کتوں سے
علیحدگی اختیار کر۔

ہاں وہاں تا تراچہ خود بکنند — مشتی ابلیس دیدہ طرار

خبردار! یہ مردار کھانے والے تجھے اس دنیا کے لالچ میں ختم کر ڈالیں گے،
کیونکہ ابلیس نے ان کی آنکھوں میں دھول جھونک رکھی ہے۔

قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاللہِ لَدُنْیَاکُمْ ھٰذِہٖ اَھْوَنُ
فِیْ عَیْنِیْ مِنْ عِرَاقِ خِنْزِیْرٍ فِیْ یَدِ مَجْذُوْمٍ۔

"حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا کی قسم میری آنکھوں میں
یہ دنیا خنزیر کی بغیر گوشت کی ہڈیوں سے جو کہ مجذوم کے ہاتھ میں ہوں زیادہ

ذلیل تر ہے۔"

یہ دنیا کی انتہائی تحقیر ہے کیونکہ ہڈیاں بدترین چیز ہیں اور پھر خنزیر کی ہڈیاں اس پر طرہ یہ کہ وہ مجذوم کے ہاتھ میں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے زیادہ بدترین اور نجس ترین ہے۔

حکایت عابد اور سگ

مثلِ چہارم

"یہ ایسے شخص کی مثال ہے جو کہ نعماتِ خداوندی سے سرفراز زندگی کے دن گذار رہا تھا۔ لیکن جوں ہی امتحان و ابتلا کا وقت آیا کفرانِ نعمت کا مرتکب ہوا اور منعمِ حقیقی کے دروازے کو چھوڑ کر غیراللہ کی طرف رخ کیا اور ایسے فعل کا ارتکاب کیا جو اس کے لیے مناسب نہ تھا۔ اس مثل کو شیخ بہائی نے اپنی کتاب کشکول میں نظم کیا ہے جس کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ طوالت کے خوف سے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔ شائقین حضرات اصل کتاب کی طرف رجوع کریں۔"

ایک عابد کوہِ لبنان کے ایک غار میں اصحابِ کہف کی طرح رہا کرتا تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے دوری اختیار کر رکھی تھی اور وہ تنہائی کو اپنی عزت کا خزانہ سمجھتا تھا۔ سارا دن روزے کے ساتھ گزار دیتا اور شام کے وقت اسے ایک روٹی مل جاتی تھی جس میں سے آدھی رات اور آدھی سحری کے وقت کھالیتا تھا اور اس قناعت کی وجہ سے اس کا دل بے حد مسرور تھا۔ اسی طرح وہ زندگی کے دن گذار رہا تھا۔ وہ کسی حال میں بھی پہاڑ سے جنگل کی طرف جانے کو تیار نہ تھا۔ اتفاقاً ایک شب اس کو روٹی نہ پہنچی تو وہ عابد بھوک کی وجہ سے کمزور و لاغر ہوگیا۔ اس

نے بمشکل مغرب و عشا کی نماز پڑھی۔ کیونکہ اس کا دل فکرِ غذا کی وجہ سے وسوسہ میں مبتلا تھا۔ غذا کی معدومی کی وجہ سے اضطراب نے نہ عبادت کرنے دی اور نہ سونے دیا۔ جب صبح ہوئی تو وہ عابد اس دل پذیر مقام کو چھوڑ کر غذا کی تلاش میں پہاڑ سے اُتر کر ایک قریبی دیہات میں آیا جہاں کے لوگ آتش پرست اور دغاباز تھے۔ عابد نے ایک آتش پرست کے دروازے پر دستک دی اور اس نے اُسے دو جَو کی روٹیاں دیں۔ اس نے وہ دو روٹیاں لے لیں اور بڑی خوشی سے اس آتش پرست کا شکریہ ادا کیا اور اپنے دل پذیر مقام کی طرف جانے کا ارادہ کیا تاکہ وہاں جاکر ان روٹیوں سے روزہ افطار کرے۔ آتش پرست کی سرائے میں ایک پالتو کُتا تھا جس کی بھوک کی وجہ سے صرف ہڈیاں اور رگیں باقی نظر آرہی تھیں۔ وہ کُتا اس قدر بھوکا تھا کہ اگر کوئی مصوّر روٹی کی تصویر بھی اس کے سامنے بنا دیتا تو وہ خوشی سے پھولے نہ سماتا اور اگر زبان پر روٹی کا نام آجاتا تو وہ اس کے خیال میں بے ہوش ہوجاتا۔ وہی کتا اس عابد کے پیچھے دوڑنے لگا اور قریب آکر پیچھے سے اس عابد کا دامن پکڑ لیا۔ اس عابد نے ان میں سے ایک روٹی کُتے کے سامنے پھینک دی اور چلتا بنا، تاکہ وہ اسے کاٹ نہ لے۔ لیکن کتا وہ روٹی کھا کر پھر عابد کے پیچھے ہولیا تاکہ پھر اس کو تکلیف پہنچائے۔ عابد نے خوف کے مارے دوسری روٹی بھی کتے کے آگے پھینک دی تاکہ کتے کے کاٹنے سے محفوظ رہے۔ کُتا وہ دوسری روٹی بھی کھا کر پھر اس آدمی کے پیچھے چل دیا اور وہ اس کے سایہ میں پیچھے چل رہا تھا اور بھونک کر اس کے دامن کو پھاڑنے اور کاٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب عابد نے کتے کی یہ حالت دیکھی تو اس کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ میں نے تجھ جیسا بے حیا کُتا کبھی نہیں دیکھا۔ اے کُتے! تیرے مالک نے مجھے صرف دو روٹیاں دی تھیں اور وہ بھی تجھ بدفطرت نے چھین لیں۔ تیرا دوبارہ میرے پیچھے دوڑ کر میرا لباس پھاڑنے کا کیا مقصد ہے۔ اُس کتے نے گویا ہوکر کہا اے صاحب کمال!

میں بے حیا نہیں بلکہ تو اپنی آنکھوں کو سنبھال۔
میں بچپن سے اس آتش پرست کے ویرانہ میں مقیم ہوں اور اس کی بھیڑوں کو چراتا اور ان کی رکھوالی کرتا ہوں اور یہ کبھی مجھے روٹی دیتا ہے اور کبھی ہڈیوں کی مشت میرے سامنے ڈال دیتا ہے اور کبھی روٹی دینا بھول جاتا ہے اور بھوک کی وجہ سے میرا کام تمام ہونے لگتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کئی دن تک مجھ کمزور کو روٹی اور ہڈیوں کا نشان تک نظر نہیں آتا اور میں بھوکا رکھتا ہوں۔ اور کبھی اس بوڑھے آتش پرست کے پاس نہ اپنے لیے روٹی ہوتی ہے اور نہ میرے لیے۔ چوں کہ میں نے اس دروازے پر پرورش پائی ہے۔ اس لیے میں روٹی کی خاطر کسی اور کے دروازے پر نہیں جاتا۔ میں اس بوڑھے آتش پرست کے دروازے پر کبھی اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور کبھی روٹی نہ ملنے پر صبر کرتا ہوں۔ پس یہ میرا کام ہے اور تجھے جب صرف ایک رات روٹی نہ ملی تو تیرے صبر کی بنیادیں چکنا چور ہوگئیں اور تو رازقِ مطلق کے دروازے سے مُنھ پھیر کر ایک آتش پرست کے دروازے پر آکھڑا ہوا۔
تو نے صرف ایک روٹی کی خاطر اپنے دوست (خدا) کو چھوڑ دیا اور اس کے دُشمن کے ساتھ (روٹی کے لیے) دوستی قائم کر لی۔ اے مردِ دانا! اب تو خود انصاف کر کہ تو زیادہ بے حیا ہے یا میں۔ عابد نے کُتّے کی یہ باتیں سُن کر اپنے آپ پر افسوس کرتے ہوئے اپنا ہاتھ سر پہ مارا۔ اور بے ہوش ہوگیا۔ (شیخ بہائیؒ اپنے آپ کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں) اے کُتّے کے نفس والے بہائی! تو قناعت اور صبر اس بوڑھے آتش پرست کے کتے سے سیکھ۔ اگر تیرے لیے صبر کے دروازے بند ہیں (تو صابر نہیں) تو تُو اس آتش پرست کے کتے سے زیادہ بد تر ہے۔
کتنا اچھا ہوگا اگر یہاں پر شیخ سعدیؒ کا کلام نقل کر دیا جائے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور کُتا ذلیل ترین موجودات میں سے ہے اور تمام عقلاء اس پر متفق ہیں کہ حق

شناس کُتا ناشکرے انسان سے بہتر ہے کیونکہ کُتا ایک لُقمے کو بھی کبھی نہیں بھولتا اگرچہ اس کو سو بار بھی کیوں نہ پتھر مارے جائیں۔ اس کے مقابلے میں اگر کسی کمینے شخص کو ساری عمر بھی نوازتے رہو لیکن وقت آنے پر معمولی سی بات پر بھی جنگ پر اُتر آئے گا۔
اس جگہ پر دلوں کو روشن اور آنکھوں کو منوّر کرنے والی بات کا تذکرہ کتنا مناسب ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور غلام

مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ایک غلام تھا۔ جب آپ مسجد کی طرف خچر پر سوار ہو کر جاتے تو وہ آپ کے ہمراہ ہوتا اور جب آپؑ خچر سے اُتر کر پیدل مسجد کی طرف جاتے تو وہ غلام خچر کی نگہبانی کرتا۔ ایک دن وہ غلام مسجد کے دروازے پر خچر کو پکڑے بیٹھا تھا۔ اتفاقاً اہلِ خراسان سے چند مسافر آئے۔ ان میں سے ایک شخص نے اس غلام سے کہا، اے غلام! کیا تو اپنے آقا امام جعفر صادقؑ سے اپنی جگہ مجھے غلام رکھوانے کی گذارش کرے گا، اس کے بدلے میں میں اپنا تمام مال و دولت تجھے دے دوں گا۔ غلام نے کہا ہاں! میں ضرور اپنے آقا سے اس مقصد کے لیے اجازت طلب کروں گا۔ پس وہ غلام آنحضرتؑ کی خدمت میں گیا اور عرض کرنے لگا۔ اے آقا! میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ آپ میری طویل خدمت سے بخوبی واقف ہیں۔ کیا جب بھی اللہ تعالیٰ مجھے مال مہیا کرے تو آپ مجھے اس سے منع فرمائیں گے۔ حضرت نے فرمایا، میں وہ مال تجھ کو اپنے پاس سے دوں گا لیکن کسی اور کے ہاتھ سے لینے سے روکوں گا۔ پس اس غلام نے اس خراسانی کا قصہ بیان کیا تو حضرتؑ نے فرمایا، اگر تو ہماری خدمت کرنا ناپسند کرتا ہے اور وہ ہماری خدمت کو پسند کرتا ہے تو ہم نے اس آدمی کو قبول کیا اور تجھے اجازت ہے۔

جب وہ غلام پشت پھیر کر جانے لگا تو آپ نے اسے دوبارہ طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا، تیری اس خدمت کے صلے میں میں تجھے ایک نصیحت کرتا ہوں جو تجھے نفع دے گی اور وہ یہ ہے کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو اس روز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور سے وابستہ ہوں گے اور حضرت علی علیہ السلام رسولِ اکرمؐ کے ساتھ منسلک ہوں گے اور باقی ائمۂ اطہار علیہم السلام حضرت علیؑ کے ساتھ وابستہ ہوں گے اور ہمارے شیعہ ہمارے دامنوں سے وابستہ ہوں گے۔ جس جگہ ہم ہوں گے ہمارے شیعہ ہمارے ساتھ ہوں گے۔ غلام نے جب یہ الفاظ سنے تو اس نے کہا یا حضرت میں آپ کی خدمت چھوڑ کر کبھی نہیں جاؤں گا اور آخرت کو اس دنیا پر ترجیح دیتا ہوں۔

جب وہ غلام اس خراسانی کے پاس پہنچا تو اس خراسانی نے کہا اے غلام! کیا وجہ ہے جس خوشی سے تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں گیا تھا اس طرح واپس نہیں ہوا۔ غلام نے امام علیہ السلام کا تمام کلام اس خراسانی سے بیان کیا اور اس آدمی کو لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت نے اس خراسانی کی محبت و دوستی کو قبول فرمایا اور اسے اس غلام کو ایک ہزار اشرفی دینے کا حکم دیا۔

یہ فقیر (مؤلف) بھی اپنے آقا امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔ اے آقا! جب سے میں نے اپنے نفس کو پہچانا ہے اس وقت سے میں آپ کے دروازے پر کھڑا ہوں اور میرا یہ گوشت و پوست بھی آپ ہی کی نعمتوں کا پروردہ ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی میری اس آخری عمر میں میری نگہداشت فرمائیں گے اور مجھے اپنے گھر سے دور نہ فرمائیں گے اور میں اپنی ذلیل و محتاج زبان سے یہی عرض کرتا رہوں گا؛

عَنْ حِمَاكُمْ كَيْفَ اَنْصَرِفُ   وَهَوَاكُمْ لِيْ بِهٖ شَرَفُ

میں آپ کی پناہ سے کیسے انحراف کروں جب کہ یہ سب بزرگی مجھے آپ کی محبت کے صلہ میں ملی ہے۔

سَيِّدِيْ لَا عِشْتُ يَوْمًا اَرٰى   فِيْ سِوٰى اَبْوَابِكُمْ اَقِفُ

اے میرے آقا مجھے وہ دن دیکھنا نصیب نہ ہو جب میں آپ کے دروازے کو چھوڑ کر کسی اور دروازے پر کھڑا ہوں۔ (اللہ کرے اس سے پہلے مجھے موت آجائے۔)

علم مع عمل اور جہل و پستی

مثل پنجم

ابوالقاسم راغب اصفہانی اپنی کتاب ذریعہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دانا آدمی ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرا جو اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا جس کے گھر کا اندرونی حصہ بڑا سجا ہوا تھا۔ فرش پر شاہی قالینیں بچھی ہوئی تھیں لیکن مالک خود جاہل و نادان تھا اور زیورِ علم سے مزین نہ تھا اور وہ بصورت انسان فضائل سے بہرہ ور نہ تھا۔

حکیم نے جب اس ظاہری ٹھاٹھ باٹھ کو دیکھا تو اس مرد پر نفرین کی اور اس کے چہرہ پر تھوک دیا۔ وہ شخص حکیم کے اس فعل پر بڑا جھنجھلایا اور کہا تو نے یہ کس قدر کمینگی اور بے وقوفی کی ہے۔ دانا نے کہا یہ بے وقوفی نہیں بلکہ دانائی ہے کیونکہ تھوک ہمیشہ انتہائی پست مقام پر پھینکا جاتا ہے اور میں نے تیرے اس مکان کے اندر تیرے چہرے سے زیادہ بدتر اور پست کوئی جگہ نہیں دیکھی اور مجھے اس تھوک کے لیے مناسب سمجھا' اس لیے میں نے تیرے منہ پر تھوک دیا۔

اس دانا نے اس نوجوان کو دنایت و جہل جیسی برائیوں سے دستبردار ہونے

میں آپ کی پناہ سے کیسے انحراف کروں جب کہ یہ سب بزرگی مجھے آپ کی محبت کے صلہ میں ملی ہے۔

سَیِّدِیْ لَا عِشْتُ یَوْمًا اَرٰی   فِیْ سِوٰی اَبْوَابِکُمْ اَقِفُ

اے میرے آقا مجھے وہ دن دیکھنا نصیب نہ ہو جب میں آپ کے دروازے کو چھوڑ کر کسی اور دروازے پر کھڑا ہوں۔ (اللہ کرے اس سے پہلے مجھے موت آجائے۔)

علم مع عمل اور جہل و پستی

مثل پنجم

ابو القاسم راغب اصفہانی اپنی کتاب ذریعہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دانا آدمی ایک ایسے شخص کے پاس سے گذرا جو اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا جس کے گھر کا اندرونی حصہ بڑا سجا ہوا تھا۔ فرش پر شاہی قالینیں بچھی ہوئی تھیں لیکن مالک خود جاہل و نادان تھا اور زیورِ علم سے مزین نہ تھا اور وہ بصورت انسان فضائل سے بہرہ ور نہ تھا۔

حکیم نے جب اس ظاہری ٹھاٹھ باٹھ کو دیکھا تو اس مرد پر نفرین کی اور اس کے چہرہ پر تھوک دیا۔ وہ شخص حکیم کے اس فعل پر بڑا جھنجھلایا اور کہا تو نے یہ کس قدر کمینگی اور بے وقوفی کی ہے۔ دانا نے کہا یہ بے وقوفی نہیں بلکہ دانائی ہے کیونکہ تھوک ہمیشہ انتہائی پست مقام پر پھینکا جاتا ہے اور میں نے تیرے اس مکان کے اندر تیرے چہرے سے زیادہ بدتر اور پست کوئی جگہ نہیں دیکھی اور مجھے اس تھوک کے لیے مناسب سمجھا اس لیے میں نے تیرے منہ پر تھوک دیا۔

اس دانا نے اس نوجوان کو دنایت و جہل جیسی برائیوں سے دستبردار ہونے

کے لیے تنبیہہ کی کہ گھر کی سجاوٹ اور زیب و زینت نجات کا باعث نہیں۔ (جبکہ قلب و دماغ علم و عمل کے زیورات سے آراستہ نہ ہوں۔) اور یہ بات بھی مخفی نہ رہنی چاہیے کہ علم ہمیشہ عمل کے ساتھ مفید ہے اور بے عمل کا عالم ہونا اسے کچھ فائدہ نہیں دیتا۔

کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے:

نیست از بہر آسمان ازل　　نردبان پایہ بہ ز علم و عمل

آسمان پر چڑھنے کے لیے اگر کوئی سیڑھی نہیں ہے تو تیرے لیے علم و عمل بہترین سیڑھی ہے۔

علم سوئے در اِلٰہ برد　　نہ سوئے ملک و مال و جاہ

علم ہی تجھے بارگاہِ ایزدی تک لے جا سکتا ہے نہ کہ مال و جاہ۔

ہر کہ را علم نیگرا ہست　　دست او زانسری کوتاہ است

بے علم گمراہ ہے اور بیوقوف کا ہاتھ اس دروازے پر پہنچنے سے کوتاہ ہے۔

کار بے علم تخم در شورہ است　　علم بے کار زندہ در گور است

عمل بغیر علم کے شوردار زمین میں بیج بونے کے مثل ہے اور بغیر عمل کے علم زندہ درگور ہونے کے مترادف ہے۔

حجت ایزدیست در گردن　　خواندن علم و کار نہ کردن

عالم بلاعمل کا علم اس عالم کی گردن میں حجت خدا کا طوق ہے۔

آنچہ دانستہ ای بکار در آر　　خواندن علم جوی از پی کار

اے انسان اپنے علم و ہنر کو کام میں لا کیونکہ علم مقصد کے حصول کے لیے حاصل کیا جاتا ہے۔

تا تو در علم با عمل نرسی　　عالمی فاضل ولی نہ کسی

جب تو علم کے مطابق عمل نہ کرے گا تو تُو کبھی عالم، فاضل یا ولی نہیں بن سکتا۔

علم در مزبلہ فرذ ناید　　کہ قدم با حدث نمی پاید

علم گندگی میں نشو و نما نہیں پا سکتا جیسا کہ تو گندی جگہ چلنا پسند نہیں کرتا (بدفطرت علم حاصل نہیں کر سکتا بلکہ وہ علم کی وجہ سے برائی کرے گا)

چند ازاین ترہات محتاے　　چشم ہائے در دولاف کجالے

اے انسان تو کب تک حیلہ بازی اور لاف گزاف میں لگا رہے گا۔

دانش آں خوب تر ز بہر تسبیح　　کہ بدانی کہ می ندانی ہیچ

علم مع عقل و دانش ہر اس تسبیح سے بہتر ہے جو خودنمائی اور بڑائی کو ظاہر کرے۔

قَالَ عِیسَی بْنُ مَرْیَمَ اَشْقَی النَّاسِ مَنْ ھُوَ مَعْرُوْفٌ عِنْدَ النَّاسِ بِعِلْمِہٖ مَجْھُوْلٌ بِعَمَلِہٖ۔

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا' لوگوں میں بدترین وہ شخص ہے جو علم کے لحاظ سے تو مشہور ہو لیکن عمل کے لحاظ سے مجہول ہو"

حکیم سنائی فرماتے ہیں:

اے ہوا ہای تو خدا انگیز　　وے خدایان تو خدا ازار

خدا تیری خواہشات پر مواخذہ کرے اور تیری ہوس کے بتوں کو خدا تباہ کرے۔

رہ رہا کردہ ای از آنی گم　　عز ندانستہ ای آرانی خوار

کیونکہ تو نے ہوس پرستی کی بدولت اصل راستہ گم کر دیا ہے اور تُو نے آخرت سنواری نہیں بلکہ خراب کر لی۔

علم کز تو ترا نہ بستاند　　جہل از آن علم بہ بود صد بار

اے انسان تیرے لیے صرف وہی علم بہتر ہے جو تیری (تُو) یعنی خودنمائی کو ختم کر دے۔ اگر وہ (تو) جدا نہ کر سکے تو ایسے علم سے جہالت بدرجہا بہتر ہے۔

غول باشد نہ عالم آنکہ آزد　　بشنوی گفت و نشنوی کردار

جو شخص پند و نصائح کی باتیں زیادہ کرے لیکن کردار نہ رکھتا ہو، وہ عالم نہیں بلکہ شیطان ہے۔

عالمت غافلست و تو غافل — خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

کیونکہ عالم اور جاہل دونوں غافل ہیں اور سویا ہوا شخص سوئے ہوئے کو بیدار نہیں کر سکتا۔

کے در آید فرشتہ تا نکنی — سگ ز در دور و صورت از دیوار

اے انسان تو اس وقت تک فرشتہ سیرت نہیں بن سکتا جب تک خواہشات کے کُتّے کو بالکل ختم نہ کرے۔

دہ بود آں نہ دل کہ اندر وی — کہ دو جز باشد ضیاع و عقار

ایسا آدمی دل نہیں رکھتا بلکہ اس کے اندر گندے پانی کی ندی ہے جس میں کچھوے اور جھینگر پرورش پاتے ہیں۔

سائق و قائد وصراط اللہ — بہ ز قرآں بداں بہ ز اخیار

اے انسان کلام اللہ اور سیرتِ (محمدؐ و آلِ محمدؐ) کے علاوہ تجھ کو سچا رہبر و قائد کوئی نہیں ملے گا جو تجھے صراطِ مستقیم پر گامزن کر دے۔

اختتامیہ

اس کتاب کی تکمیل سبطِ جلیل حضرت خیر الوریٰؐ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے روز ۱۵ ررمضان المبارک ۱۳۴۷ھ کو ہوئی۔ چوں کہ اس کتاب کی تکمیل ایک مبارک مہینہ میں ہوئی، اس لیے زیادہ مناسب ہوگا کہ اس کا خاتمہ بھی اچھی دعا پر کیا جائے۔

اول:۔ شیخ مفید اپنی کتاب مقنعہ میں جلیل القدر ثقہ علی بن مہریار کی زبانی

امام ابوجعفر جوادؑ علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ اس مبارک مہینہ کے شروع سے آخر تک دن یا رات میں اس دعا کا زیادہ پڑھنا مستحب ہے:

يَا ذَا الَّذِي كَانَ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ ثُمَّ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ثُمَّ يَبْقٰى وَيَفْنٰى كُلُّ شَيْءٍ يَا ذَا الَّذِي لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَيَا ذَا الَّذِي لَيْسَ فِي السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى وَلَا فِي الْأَرَضِينَ السُّفْلٰى وَلَا فَوْقَهُنَّ وَلَا تَحْتَهُنَّ وَلَا بَيْنَهُنَّ إِلٰهٌ يُعْبَدُ غَيْرُهُ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا لَا يَقْوٰى عَلٰى إِحْصَائِهِ إِلَّا أَنْتَ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً لَا يَقْوٰى عَلٰى إِحْصَائِهَا إِلَّا أَنْتَ

دوم:۔ شیخ کلینیؒ اور دوسرے علماء روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ دعا زرارہ کو زمانۂ غیبت امام العصرؑ میں اپنے شیعوں کے امتحان اور ابتلاء سے حفاظت کے بارے میں تعلیم فرمائی تھی۔

اَللّٰهُمَّ عَرِّفْنِي نَفْسَكَ فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِي نَفْسَكَ لَمْ أَعْرِفْ نَبِيَّكَ اَللّٰهُمَّ عَرِّفْنِي رَسُولَكَ فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِي رَسُولَكَ لَمْ أَعْرِفْ حُجَّتَكَ اَللّٰهُمَّ عَرِّفْنِي حُجَّتَكَ فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِي حُجَّتَكَ ضَلَلْتُ عَنْ دِينِي

سوم:۔ علمائے کرام تحریر فرماتے ہیں کہ امام العصرؑ کی غیبت کے زمانہ میں تکالیف سے محفوظ رہنے کے لیے دعائے امام العصر عجل اللہ فرجہ پڑھنا اور آپ کے وجود مقدس کے نام کا صدقہ دینا نہایت مفید ہے۔ اور تمام وارد شدہ دعاؤں میں ایک یہ بھی ہے کہ تمجید حق تعالیٰ اور محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ بْنِ الْحَسَنِ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ

وَعَلٰی اٰبَائِہٖ فِیْ ھٰذِہِ السَّاعَۃِ وَفِیْ کُلِّ سَاعَۃٍ وَّلِیًّا وَّحَافِظًا وَّقَائِدًا وَّنَاصِرًا وَّدَلِیْلًا وَّعَیْنًا حَتّٰی تُسْکِنَہٗ اَرْضَکَ طَوْعًا وَّتُمَتِّعَہٗ فِیْھَا طَوِیْلًا ٥

بروزِ جمعہ اور شبِ جمعہ اس درود شریف کا پڑھنا بے حد ثواب ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کَاَفْضَلِ مَاصَلَّیْتَ وَبَارَکْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ٥ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَعْدَاءِ اٰلِ مُحَمَّدٍ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اَلْفَ مَرَّۃٍ ٥

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَصْرِ ٥ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ٥ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ٥ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ٥

"خدا کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ عصر کی قسم، بے شک انسان گھاٹے میں ہے سوائے ان کے جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کرتے اور آپس میں حق کا حکم اور صبر کی وصیت کرتے رہے۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۵

اسلام کے حقیقی نظریات اور معارف کے ادراک اور آپ کے علمی، دینی اور روحانی ذوق کی تسکین کیلئے

عالم اسلام کے جید عالموں اور دانشوروں کی تحقیقی کاوشوں پر مبنی اور اپنے مواد کی صحت، دیدہ زیب کتابت، عمدہ کاغذ اور خوبصورت طباعت سے مزین ہونے کی بنا پر مندرجہ ذیل مطبوعات کتابوں کی دنیا میں یقیناً گراں بہا اضافہ ہیں

توبہ دستغیب شیراز ۱۵/=
تربیت اولاد مولانا جان علی شاہ کاظمی ۲۵/=
اولین مؤذن اسلام حضرت بلال — سعید عین آبادی ۴/=
جناب فضہؓ راحت حسین ناصری ۷/=
مجالس عظیم مولانا سید کلب عابد صاحب ۲۵/=
الخلفاء حصہ اول فروغ کاظمی ۳۰/=
الخلفاء حصہ دوم 〃 زیر طبع
تفسیر کربلا فروغ کاظمی ۶۰/=
حضرت عائشہ کی تاریخی حیثیت، فروغ کاظمی زیر طبع
قرآن اور سائنس مولانا سید کلب صادق زیر طبع
درگاہ حضرت عباسؑ تاریخ کی روشنی میں — مرتبہ حسن لکھنوی ۲۵/=
منازل آخرت (مرنے کے بعد کیا ہوگا؟) شیخ عباس قمی علیہ الرحمہ زیر طبع
آل محمد کا دیوانہ بہلول دانا ترجمہ عابدہ ۲۰/=

عرفان امامت حالات امام زمانہ ظفر عباس کشمیری ۲۰/=
البیان تفسیر سورۃ الحمد سید ابوالقاسم الخوئی ۳۰/=
اہل ذکر ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی ۷۰/=
انتقام خونیں یا خروج مختارؒ سید محمد علی افجاری ۸/=
اسلام اور جنسیات ڈاکٹر محمد تقی علی عابدی زیر طبع
اسلام اور سیکس (ہندی) 〃 〃 〃 〃
کائنات روش مراثی باقر علی خاں روش لکھنوی ۲۰/=
تعقیبات نماز پاکٹ سائز ۵/=
انوار مرتبہ ادیب الہندی (ہندی) ۱۲/=
راہنمایان اسلام سید علی نقی (ہندی) ۲۵/=
قرآن مجید مولانا فرمان علی صاحب (ہندی) زیر طبع
نہج البلاغہ مولانا مفتی جعفر حسین صاحب (ہندی) زیر طبع
اسلام اور عزاداری (مجموعہ مجالس کراچی) — طاہر جرولی صاحب ۲۵/=
علوم القرآن مولانا سید محمد ہارون صاحب زیر طبع

ملنے کا پتہ:- عباسؑ بک ایجنسی درگاہ حضرت عباسؑ لکھنؤ